قند اردو

مولفہٗ

جناب مولوی حافظ جلال الدین احمدؒ جعفری زینبی

ہیڈ مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول کانپور

۱۹۱۷ء

منشی محمد اسمٰعیل صاحب منیجر کے اہتمام سے

مطبع انوار احمدی الہ آباد میں طبع ہوا

قیمت فی جلد عہر

نظم

معزز ناظرین

آجکل اُردو زبان کے جسقدر انتخابات مٹریکولیشن اور اسکول لیونگ مین جاری ہین اُنکو دیکھکر مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ ان کلاسون کے لئے ایک ایسا انتخاب ہونا چاہئے جس سے طلبا کے سامنے اُردو زبان کی ابتدا سے آجتک کے تغیرات کا ایک نقشہ کھچ جاے اور مضامین ایسے دلچسپ ہون کہ طلبا اُسکو شوق سے پڑھین اور نیچے کے درجون سے کسیقدر مشکل ہون جس سے اُنکی استعداد دونی مین ترقی ہو۔ اور اسقدر کلام کا انتخاب لیا جاے جو دو سال کی تعلیم کے لئے کافی ہو۔ لہذا تمام باتون کا خیال کرکے یہ انتخاب تیار کیا گیا۔

اسمین پہلے میر امن دہلوی اور سرور لکھنوی کے کلام سے تھوڑا تھوڑا انتخاب اس غرض سے کیا گیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جاے کہ ابتدا مین دہلی اور لکھنؤ کے نثر کا کیا رنگ تھا۔ اُسکے بعد اور لوگون کے کلام کا انتخاب رکھا گیا ہے۔ اسکی ترتیب مین تقدیم و تاخیر مصنفین کے سنہ وفات کے اعتبار سے کی گئی ہے۔ غالب سب سے اول شخص ہین جنھون نے انشا پردازی کا رنگ پلٹا۔ سر سید نے اُردو نثر کو قدیم شاہراہ سے پھیر کر سادگی پیدا کر دی۔ اور اُردو زبان مین مضمون نویسی اور لکچر وغیرہ کی راہ کھولدی۔ اور اُردو زبان کی ترقی اور اُسکی بقا کے لئے کوئی امکانی تدبیر اُٹھا نہین رکھی۔ آزاد۔ کا کوئی خاص رنگ نثر مین نہین ہے۔ مگر انکو اُردو نثر لکھنے مین ایسی کمال قدرت تھی کہ رنگین اور سادہ۔ آسان اور مشکل۔ ہر طرح کی عبارت لکھ سکتے تھے۔ اور جس رنگ کی عبارت لکھتے تھے دل آویز ہوتی تھی۔ حالی اگرچہ نثر مین کسی خاص طرز کے موجد نہین مگر انکا رنگ تحریر سر سید اور آزاد کے بعد سب پر فوق لے گیا۔ مولوی نذیر احمد دہلوی کا کلام دہلی کی زبان کا اعلی نمونہ ہے۔ شرر ناول اور خیالی مضامین یا مناظر قدرت یا کسی سین کے عمدہ پیرایہ مین ادا کرنے کے بادشاہ ہین شبلی نعمانی کا طرز تحریر سادہ ہے اور اسقدر دل آویز کہ قابل رشک ہے۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار جدید طرز فسانہ نویسی کے موجد ہین۔ مولوی ذکاء اللہ کی زبان مین اگرچہ کوئی خاص بات نہین مگر سادگی

اور بے ساختہ پن اور ظرافت کا چٹخارا زیادہ ہے اور جسقدر اُردو زبان مین انکی تصنیفات ہین کسی اور کی نہ ہون گی۔
منشی غلام غوث بیخبر غالب کے ہمعصر اور اُنکے قدم بقدم چلتے ہین۔ شہید رنگین عبارت لاجواب لکھتے ہین۔
مولوی عبدالرشید صاحب نے زندگی کے منازل کا ایک سچا فوٹو اُتارا ہے کہ قابل دید ہے۔

نظم مین شعرائے اُردو کے ارکان ثلاثہ کے کلام سے پہلے انتخاب لیا گیا۔ اُسکے بعد اور شعرا کا۔ یہ امر مسلم ہے کہ فارسی طرز کے زوردار قصائد ابتدائً سودا کے برابر اور آخر زمانہ مین ذوق سے بڑھکر کسی نے نہین لکھے تصوف جو ایشیائی شاعری کا جزو اعظم ہے۔ میر درد سے بہتر آجتک کوئی نہین لکھ سکا۔ زبان کی سلاست جیسی میر تقی میر مین ہے کسی کو نصیب نہین ہوئی۔ اور سودا۔ میر درد۔ یہ وہ لوگ ہین جنھون نے محض شاعری ہی نہین کی بلکہ زبان کو تمام عیوب سے پاک و صاف کیا۔ ناسخ اور آتش کو بھی زبان کی خدمت مین وہی رتبہ حاصل ہے جو سودا۔ میر۔ درد کو تھا۔ اُنھون نے جو عیوب باقی رہ گئے تھے اُنکو درست کر کے زبان کو نہایت فصیح و بلیغ بنا دیا۔ اُسوقت سے لکھنؤ مین بھی زبان جاری ہو گئی۔ انکا کلام لکھنؤ کی شاعری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ غالب سے بڑھکر فلسفیانہ کلام کسی نے نہین لکھا۔ انیس اور دبیر نے نظم اُردو مین جسقدر وسعت دی اور اُردو زبان کو جسقدر اُنسے مدد پہونچی آخر زمانہ مین کسی سے نہین پہونچی۔ صدہا جدید محاورے ایجاد کئے۔ صدہا جدید الفاظ زبان مین داخل کر دئے۔ امیراللہ تسلیم کی مثنویان لاجواب ہین۔ حالی نظم مین طرز جدید کے موجد اور مسلم الثبوت اُستاد ہین۔ اقبال حالی کے قدم بقدم چلتے ہین اور اس زمانہ مین اُن کا طرز نہایت مقبول ہے۔ میر اکبر حسین اپنے طرز خاص مین مسلم الثبوت اُستاد ہین۔

اس انتخاب مین جن لوگون کا کلام لیا گیا ہے اُنکے حالات اور اُنکے خصوصیات بھی لکھے گئے ہین جس سے طلبا کو کلام کے سمجھنے کا ایک مذاق پیدا ہو جائیگا۔ ناظرین با تمکین سے اُمید ہے کہ اگر کہین زلت و لغزش پائین تو اصلاح فرمائین۔ ہدف ملامت نہ بنائین فقط

شکریہ۔ مین ممبران سنڈیکیٹ الہ آباد یونی ورسٹی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہون کہ اُنھون نے میری اس ناچیز خدمت کو پسند فرمایا اور امتحان مٹریکولیشن کے لئے منظور فرماکر میری حوصلہ افزائی کی۔

ناچیز جلال الدین احمد جعفری زینبی کان اللہ لہٗ
یکم مئی سنہ ۱۹۱۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرامّن دہلوی

بڑے نامور اور خاندانی شخص گذرے ہین + فن شعر مین کسی سے اصلاح نہین لی + اپنی طبیعت کی موزونی سے آپ شاعر بن گئے + خود فرماتے ہین - کہ میری اُردو ٹکسالی ہے - کیونکہ مین دلّی کا روڑا - اور یہین کا پرورش یافتہ ہون + ان کے آبا واجداد ہمایون بادشاہ کے عہد سے شاہان مغلیہ کی خدمت مین باعزاز و صاحب جاگیر و مناصب رہے + سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد جب دلّی کے گرد و نواح مین جاٹون کا عمل ہوگیا - تو سورج مل جاٹ نے ان کی جاگیرین ضبط کر لین - اور احمد شاہ درّانی نے ان کا گھر بار تاخت و تاراج کر دیا + اُس وقت مجبوراً آپ نے اپنا وطن چھوڑ کر پورب کا رُخ کیا + کچھ روز عظیم آباد قیام کر کے بتلاش روزگار کلکتہ پہونچے + اٹھارھوین صدی کے آخر مین کلکتہ کے مشہور قلعہ فورٹ ولیم مین سرکار انگریزی کی طرف سے ایک کالج اُن انگریزون کی تعلیم کے غرض سے قائم کیا گیا تھا - جو ولایت سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم ہوکر ہندوستان آیا کرتے تھے + سنہ ۱۸۰۰ء مین لارڈ ولزلی نے گل گرائسٹ صاحب کو اس کالج کا پرنسپل مقرر کیا + صاحب موصوف کو ہندوستانی زبان کی تدوین کا خاص شوق تھا + انھون نے خود بھی انگریزی زبان مین قواعد اُردو لکھی - اور ڈکشنری تیار کی اور قابل مصنفون سے نثر اُردو مین کتابین لکھوائین +

منشی میر بہادر علی صاحب نے ڈاکٹر گل گرائسٹ صاحب بہادر کے روبرو ان کو پیش کر دیا + اُنھون نے قدر افزائی فرمائی + بے روزگاری کی شکایت دفع ہوئی - اور کلکتہ آپ کا مسکن ہوگیا + سنہ ۱۸۰۱ء مین ڈاکٹر گل گرائسٹ صاحب کی فرمائش سے آپ نے قصّۂ چہار درویش مصنّفہ امیر خسرو دہلوی کا فارسی سے اُردو مین ترجمہ کیا - اور اُس کا نام باغ و بہار رکھا + ان کی زبان صاف اور سلیس اور عام فہم ہونے کے علاوہ اُس زمانہ کی روزمرہ اُردو اور محاورات دہلی کا نہایت صحیح نمونہ ہے +

انتخاب از باغ و بہار

پہلے درویش کی سیر

یہ سرگذشت میری ذرا کان دھر سُنو　　مجکو فلک نے کر دیا زیر و زبر سُنو
جو کچھ کہ پیش آئی ہے شدت مرے تئین　　اُس کا بیان کرتا ہون تم سر بسر سُنو

اسے یاران! میری پیدائش اور وطن بزرگون کا ملک یمن ہے + والد اس عاجز کا ملک التجار
خواجہ احمد نام بڑا سوداگر تھا + اُسوقت مین کوئی مہاجن یا بیپاری اُنکے برابر نہ تھا + اکثر شہرون مین
کوٹھیان اور گماشتے خرید و فروخت کے واسطے مقرر تھے۔ اور لاکھون روپئے نقد او جنس ملک ملک کے
گھر مین موجود تھے + اُنکے یہان دو لڑکے پیدا ہوئے + ایک تو یہی فقیر جو کفنی سیلی پہنے ہوئے مرشدون
کے حضور مین حاضر اور بولتا ہے۔ اور دوسری ایک بہن۔ جسکو قبلہ گاہ نے اپنے جیتے جی ایک شہر کے سوداگر
بچے سے شادی کر دی تھی + وہ اپنی سسرال مین رہتی تھی + غرض جسکے گھر مین اتنی دولت اور ایک لڑکا ہو
اُسکے لاڈ پیار کا کیا ٹھکانا ہے + مجھ فقیر نے بڑے چاؤ چوز سے مان باپ کے سایہ مین پرورش پائی۔
اور پڑھنا لکھنا۔ سپاہگری کا کسب و فن۔ سوداگری کا بہی کھاتا روزنامہ سیکھنے لگا۔ چودہ برس تک نہایت
خوشی اور بیفکری مین گذری + کچھ دُنیا کا اندیشہ دل مین نہ آیا + یک بیک ایک ہی سال مین والدین قضائے الٰہی
سے مر گئے + عجب طرح کا غم ہوا! جسکا بیان نہین ہو سکتا + یکبارگی یتیم ہو گیا + کوئی سر پر بڑا بوڑھا نہ رہا + اس
مصیبت ناگہانی سے رات دن رویا کرتا + کھانا پینا سب چھوٹ گیا + چالیس دن جون تون کر کے چہلم مین
آپنے بیگانے چھوٹے بڑے جمع ہوئے + جب فاتحہ سے فراغت ہوئی سب نے فقیر کو باپ کی پگڑی بندھوائی
اور سمجھایا۔ "دُنیا مین سب کے مان باپ مرتے آتے ہین۔ اور اپنے تئین بھی ایک روز مرنا ہے۔ پس صبر کرو۔ اپنے
گھر کو دیکھو + اب باپ کی جگہ تم سردار ہوئے + اپنے کاروبار لین دین سے ہوشیار رہو" + تسلی دیکر وے رخصت ہوئے
گماشتے۔ کاروباری۔ نوکر چاکر۔ جتنے تھے۔ آکر حاضر ہوئے + نذرین دین۔ اور بولے۔ کوٹھی نقد و جنس کی اپنی

نظر مبارک سے دیکھ لیجئے" + یکبارگی جو اُس دولت بے انتہا پر نگاہ پڑی۔ آنکھین کھُل گئین + دیوانخانے کی تیاری کو حکم کیا + فراشون نے فرش فروش بچھا کر چھت۔ پردے۔ چلونین تکلف کی لگا دین۔ اور اچھے اچھے خدمتگار چوبدار نوکر رکھے + سرکار سے زرق برق کی پوشاکین بنوادین + فقیر مسند پر تکیہ لگا بیٹھا۔ ویسے ہی آدمی غنڈے پھانگڑے مُفت کھانے پینے والے۔ جھوٹے خوشامدی آکر آشنا ہوئے۔ اور مصاحب بنے + اُنسے آٹھ پہر صحبت ہونے لگی + ہر طرح کی باتین اور زٹلین واہی تباہی ادھر اُدھر کی کرتے۔ اور کہتے "اُس جوانی کے عالم مین عیش کیجئے" + غرض آدمی کا شیطان آدمی ہے + ہر دم کے کہنے سُننے سے اپنا بھی مزاج بہک گیا + شراب۔ ناچ اور جوے کا چرچا شروع ہوا + پھر تو یہ نوبت پہونچی۔ کہ سوداگری بھولکر تماش بینی اور دینے لینے کا سودا ہوا + اپنے نوکر اور رفیقون نے جب یہ غفلت دیکھی۔ جو جسکے ہاتھ پڑا۔ الگ کیا + گویا لوٹ مچادی + کچھ خبر نہ تھی۔ کتنا روپیہ خرچ ہوتا ہے؟ کہان سے آتا ہے؟ اور کدھر جاتا ہے؟ مال مُفت دلِ بے رحم۔ اس در خرچی کے آگے اگر گنجِ قارون ہوتا۔ تو بھی وفا نہ کرتا + کئی برس کے عرصے مین یکبارگی یہ حالت ہوئی۔ کہ فقط ٹوپی اور لنگوٹی باقی رہی + دوست آشنا جو دانت کاٹی روٹی کھاتے تھے۔ اور چمچا بھر خون اپنا ہر بات مین زبان سے نثار کرتے تھے۔ کافور ہوگئے + بلکہ راہ باٹ مین اگر کہین ملاقات ہو جاتی۔ تو آنکھین چُرا کر منہ پھیر لیتے۔ اور نوکر چاکر۔ خدمتگار۔ بہلیے۔ ڈھلیت۔ خاص بردار۔ تابنحانے سب چھوڑ کر کنارے لگے + کوئی بات کا پوچھنے والا نہ رہا + جو کہے یہ کیا تمہارا حال ہوا + سواے غم و افسوس کے کوئی رفیق نہ ٹھہرا + اب دمڑی کی ٹھڈی پان میسر نہین۔ جو چبا کر پانی پیون + دو تین فاقے کڑاکے کے کھینچے + تاب بھوک کی نہ لاسکا + نا چار بے حیائی کا بُرقع مُنہ پر ڈالکر یہ قصد کیا۔ کہ بہن کے پاس چلیئے + لیکن یہ شرم دل مین آتی تھی۔ کہ قبلہ گاہ کی وفات کے بعد نہ بہن سے کچھ سلوک کیا۔ نہ خالی خط لکھا۔ بلکہ اُسنے دو ایک خط خطوط ماتم پُرسی کے اور اشتیاق کے جو لکھے۔ اُنکا جواب بھی اُس خواب خرگوش مین نہ بھیجا + اس شرمندگی سے جی تو نہ چاہتا تھا۔ پر سواے اُس گھر کے اور کوئی ٹھکانا نظر مین نہ ٹھہرا + جون تون پا پیادہ۔ خالی ہاتھ۔ گرتا پڑتا۔ ہزار محنت سے وے کئی منزل کاٹ کر ہمشیر کے شہر مین جا کر۔ اُسکے مکان پر پہونچا۔ وہ ماں جائی میرا یہ حال دیکھکر بلائین لے اور گلے ملکر بہت روئی + تیل۔ کالی ماش۔ ٹکے مجھپر سے صدقے کئے۔ کہنے لگی۔ اگرچہ ملاقات سے دل بہت خوش ہوا۔

لیکن بھیا! تیری یہ کیا صورت بنی؟ اسکا جواب مین کچھ نہ دیسکا + آنکھون مین آنسو ڈبڈبا کر چپکا ہو رہا + بہن نے
جلدی خاصی پوشاک سلوا حمام مین بھیجا + نہا دھو کر وے کپڑے پہنے + ایک مکان اپنے پاس بہت اچھا تکلّف کا
میرے رہنے کو مقرر کیا + صبح کو شربت اور لوزیات - حلوا سوہن - پستہ مغزی ناشتہ کو - اور تیسرے پہر میوے
خشک و تر - پھل پھلاری - اور رات دن دونون وقت پلاؤ - نان - قلیئے - کباب - تحفہ تحفہ - مزے دار منگوا کر اپنے
روبرو کھلا کر جاتی + سب طرح خاطرداری کرتی + مینے ویسے تصدیع کے بعد جو یہ آرام پایا - خدا کی درگاہ مین ہزار
شکر بجا لایا + کئی مہینے اس فراغت سے گذرے - کہ پانون اُس خلوت سے باہر نہ رکھا + ایک دن وہ بہن جو
بجائے والدہ کے میری خاطرداری رکھتی تھی - کہنے لگی "اے بیرن! تو میری آنکھون کی پتلی اور مان باپ
کے موئے مٹی کی نشانی ہے + تیرے آنے سے میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوا + جب تجھے دیکھتی ہون باغ باغ ہوتی ہون +
تو نے مجھے نہال کیا - لیکن مردون کو خدا نے کمانے کے لئے بنایا ہے + گھر مین بیٹھے رہنا اُنکو لازم نہین + جو
مرد نکھٹو ہو کر گھر سیتا ہے - اُسکو دنیا کے لوگ طعنہ مہنا دیتے ہین خصوص اس شہر کے آدمی چھوٹے بڑے بے سبب
تمہارے رہنے پر کہین گے "اپنے باپ کی دولت دنیا کھو کھا کر بہنوئی کے ٹکڑون پر آ پڑا" + یہ نہایت بے عزتی
اور میری تمہاری ہنسائی اور مان باپ کے نام کو سبب لاج لگنے کا ہے + نہین تو مین اپنے چمڑے کی جوتیان
بنا کر تجھے پہناؤن - اور کلیجے مین ڈال رکھون + اب یہ صلاح ہے - کہ قصد سفر کا کرو + خدا چاہے - تو دن پھرین -
اور اس حیرانی اور مفلسی کے بدلے خاطرجمعی اور خوشی حاصل ہو" + یہ بات سنکر مجھے بھی غیرت آئی + اسکی نصیحت
پسند کی + جواب دیا "اچھا اب تم مان کی جگہ ہو - جو کہو سو کرون" + میری مرضی پا کر گھر مین جا کر پچاس توڑے اشرفی
کے اصیل اور لونڈیون کے ہاتھ مین لوا کر میرے آگے لا رکھے - اور بولی - "ایک قافلہ سوداگرون کا دمشق کو
جاتا ہے + تم ان روپیون سے جنس تجارت کی خرید کرو + ایک تاجر ایماندار کے حوالے کر کے دستاویز لکی
لکھوا لو اور آپ بھی قصد دمشق کا کرو + وہان جب خیریت سے جا پہونچو - اپنا مال معہ منافع سمجھ بوجھ لیجیو -
یا آپ بیچیو" + مین وہ نقد لیکر بازار مین گیا + اسباب سوداگری کا خرید کر کے ایک بڑے سوداگر کے سپرد کیا +
نوشت و خواند سے خاطرجمع کر لی + وہ تاجر دریا کی راہ سے جہاز پر سوار ہو کر روانہ ہوا - اور فقیر نے خشکی کی
راہ لی + چلنے کی تیاری کی + جب رخصت ہونے لگا - بہن نے ایک سراپا بھاری جوڑا - اور ایک گھوڑا جڑاؤ سازی

تواضع کیا۔ اور مٹھائی پکوان۔ ایک خاصدان مین بھرکر ہرنی سے لٹکا دیا۔ اور چھاگل پانی کی شکار بند مین بندھوا دی + امام ضامن کا روپیہ میرے بازو پر باندھا + دہی کا ٹیکا ماتھے پر لگا کر آنسو بیکر بولی "سدھارو۔ تمھین خدا کو سونپا + پیٹھ دکھائے جاتے ہو۔ اسی طرح جلد اپنا مُنہ دکھائیو" + مین نے فاتحہ خیر پڑھکر کہا۔ تمہارا بھی اللہ حافظ ہے + مینے قبول کیا" وہان سے نکلکر گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور خدا کے توکل پر بھروسہ کرکے دو منزل کی ایک منزل کرتا ہوا دمشق کے پاس جا پہونچا +

مرزا رجب علی بیگ سرور

مرزا اصغر علی لکھنوی کے بیٹے آغا نوازش حسین خان نوازش کے شاگرد تھے + لکھنؤ مین پیدا ہوئے۔ مذاق سخن رکھتے تھے + اُردو نثر اچھی لکھتے تھے + واجد علی شاہی دور کے مشہور نثار اور مقفیٰ نگار تھے + شگوفۂ محبت۔ گلزار سرور۔ انشائے سرور۔ سرور سلطانی۔ فسانۂ عجائب۔ اُنکے تصانیف سے یادگار ہین + اُنکی بہترین تصنیف فسانۂ عجائب ہے + یہ طرز انشا اُس زمانہ مین نہایت مقبول تھی۔ لیکن اب بالکل مردہ و افسردہ ہے + فسانۂ عجائب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک اعلیٰ درجہ کا انشا پرداز اس رنگ مین بھی کیا کیا رنگینیان پیدا کرسکتا ہے + ساتھ ہی اسکے یہ بات بھی اچھی طرح ظاہر ہو جاتی ہے۔ کہ اس طرز کا میدان کسقدر تنگ ہے۔ اور زمانہ حال کی ضرورتون کے پورا کرنے کے لئے کسقدر ناقابل ہے +

انتخاب از فسانۂ عجائب

شاہزادہ کے بندر ہونیکے بعد قتل گاہ جانیکی سرگذشت

جسوقت تاجر ماہ نے متاع انجم کو نہانخانۂ مغرب مین چھپایا۔ اور شحنۂ چرخ چہارم خونخواری کو مشرق سے نکل آیا۔ سوداگر نماز صبح پڑھ ہاتھی پر سوار ہوا + کمر مین پیش قبض رکھ۔ گود مین بندر کو بٹھا۔ مرنے پر کمر مضبوط باندھکر چلا + بندر سے کہا۔ "پریشان نہ ہو۔ جب تقریر سے اور اصراف کثیر سے کام نہ نکلے گا۔ جو بن پڑیگا۔ وہ کرونگا + اپنے جیتے جی تجھے مرنے نہ دونگا + قول مردان جان دارد + مصرعہ "۔ بعد از سر من کن فیکون شد۔ شدہ باشد "+

سوداگر کا سراسیمہ باغم و الم آگے بڑھنا۔ کہ خلقت نے چارون طرف سے گھیر لیا + بندر لوگون سے مخاطب ہوکر یہ کہنے لگا۔ میر سوز

"برقِ طپیدہ یا شررِ پرجہیدہ ہون — جس رنگ مین ہون مین غرض آفت رسیدہ ہون
اے اہل بزم۔ مین بھی مرقع مین دہر کے — تصویر ہون۔ دلے لبِ حسرت گزیدہ ہون
صیاد اپنا دام اُٹھا لے کہ جون صبا — ہون تو چمن مین پر گلِ عشرت نہ چیدہ ہون
اے آہ و نالہ مجھ سے نہ آگے چلو کہ مین — بچھڑا ہون کاروان سے مسافر جریدہ ہون
غم ہون الم ہون درد ہون سوز و گداز ہون — سب اہل دل کیواسطے مین آفریدہ ہون"

صاحبو! دُنیائے دون۔ نیرنگیِ زمانۂ سفلہ پرور بوقلمون۔ عبرت دو دید کی جا ہے + گرما گرم آیند و روند کا بازار ہے + کس و ناکس جنسِ ناپائدار لہو و لعب کا خریدار ہے + اپنے کام مین مصروف قضا ہے + جو شے ہے فنا ہے + معاملات قضا و قدر سے ہر ایک ناچار ہے + یہی مسئلہ جبر و اختیار ہے + کوئی کسی کی عداوت مین ہے۔ کوئی کسی کا شیدا ہے + جسے دیکھا۔ آزاد نہ پایا + کسی نہ کسی بکھیڑے مین مبتلا ہے + ایک کو اتنا سوجھتا نہین۔ کیا لین دین ہو رہا ہے۔ سود کی اُمید مین سراسر زیان ہے + سڑی ہونیکا سودا ہے۔ اُسکی قدرتِ ناطقہ دیکھو۔ مجھ سے بے زبان ناچیز کو بہ تکلف گویائی عنایت کیا + تم سب کا سامعون مین چہرہ لکھدیا + باتین سُننے کو ساتھ چلے آتے ہو + جدائی میری شاق ہے + جو ہے مشتاق ہے + حال نار پر رحم کھا آنسو بہاتے ہو۔ یہ رحیمی کی صفت + شان قہاری دیکھو! اسی تقریر کی دھوم سے ایک ظالم شوم سے مجھ مظلوم کا مقابلہ ہوتا ہے + یقین کامل ہے۔ وہ قتل کریگا۔ بے گناہ کے خون سے ہاتھ بھریگا + سَوَاءُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْن ہوگا۔ تب اُسے آرام و چین ہوگا + یہ گویائی گویا پیام مرگ تھا + دُنیا جائے آزمائش ہے + سفیہ جانتے ہین۔ یہ مقام قابل آرام و آسائش ہے + دو روزہ زیست کی خاطر کیا کیا ساز و سامان پیدا کرتے ہین! فرعون بے سامان ہو کر زمین پر پاؤن نہین دھرتے ہین! جب سر کو اُٹھا۔ آنکھ بند کرکے چلتے ہین۔ خاکسارون کے سر کچلتے ہین + آخر کار حسرت و ارمان فقط لیکر مرتے ہین + جان اُسکی جستجو مین کھوتے ہین + جو شے ہاتھ آئے۔ ذلت سے جمع ہو۔ پریشانی و مشقت سے پاس رہے۔ خست سے چھوٹ جائے + یاس و حسرت سے پھر سر پر ہاتھ دھر دھر روتے ہین"۔ ناسخ۔

دُنیا اِک زالِ بیسوا ہے — بے مہر و وفا و بےحیا ہے
مردون کے لئے یہ زن ہے رہزن — دُنیا کی عدو ہے دین کی دشمن

پھرتی ہے برنگ نرد گھر گھر   رہتی نہین ایک جا پہ جم کر

"انجام شاہ وگدا۔ دوگز کفن اور تختۂ تابوت کے سوا نہین + کسی نے اودھی یا محمودی کا دیا۔ یا تحریر کربلا + کسی کو گزھی گاڑھا میسر ہوا بعد کرب وبلا + اُسنے صندل کا تختہ لگایا۔ اِسنے بیر کے چیلون مین چھپایا + کسی نے بعد دفن سنگ مرمر کا مقبرہ بنایا + کسی نے مر مر کے گور گڑھا پایا + کسی کا مزار مطلا منقش۔ زنگارنگ ہے۔ کسی کی مانند سینۂ جاہل گور تنگ ہے + حسرت دُنیا سے کفن چاک ہوا + بستر دونون کا فرش خاک ہوا + نہ امیر سمور وقاقم کا فرش بچھا سکا۔ نہ فقیر پھٹی شطرنجی اور ٹوٹا بوریا لا سکا + بعد چندے جب گردش چرخ نے گنبد گرایا۔ اینٹ سے اینٹ بجایا۔ تو ایک نے نہ بتایا۔ کہ دونون مین یہ گور شاہ ہے۔ یہ لحد فقیر ہے + اُسکو مرگ جوانی نصیب ہوئی۔ یہ استخوان بوسیدۂ پیر ہے + سو یہ بھی خوش نصیب نیک کمائی والے گور گڑھا کفن پاتے ہین۔ نہین تو سیکڑون چھاتی پر ہاتھ رکھکر مرجاتے ہین لوگ درگور رکھ کے چلے آتے ہین + کُتّے۔ بِلّی چیل۔ کوے۔ بوٹیان نوچ نوچ کر کھاتے ہین + دامن دشت عریان کفن۔ گور بے چراغ۔ صحرا کا صحن ہوتا ہے۔ یاس وحسرت کے سوا کوئی نہ سرہانے روتا ہے + تمنّا چھٹ کوئی پائینتی نہ ہوتا ہے + سالہا مقبرون کی عمارات عالی اور سازوسامان کی دیکھا بھالی مین سریع السیر رہے + ہزارون رنج گور بے چراغ غریبان کی دید مین بیٹھے بٹھائے سہے + طرفہ نقل ہے۔ کہ والی وارث اُنکے سریر سلطنت مسند حکومت پر شب وروز جلوہ افروز رہے۔ مگر تنبیہ غافلون کو قدرت حق سے گنبدون مین آشیانۂ زاغ وزغن۔ مینارون پر مسکن بوم شوم۔ قبرون پر کُتّے لوٹتے دیکھے + میر

مزار غریبان تا سقف کی جا ہے!   وہ سوتے ہین پھرتے جو کل جا بجا تھے

"رنگ چمن صرف خزان دیکھا + ڈھلا ہوا حُسن گلرخان دیکھا + اگر گل خندان پر جوبن ہے۔ بہار ہے۔ غور کیا۔ تو پہلوے نازنین مین نشتر سے زیادہ خلش خار ہے۔ سینہ فگار ہے + دُنیا مین دن رات زق زق بق بق ہے + کوئی چہچہے کرتا ہے۔ کسی کو قلق ہے + نوش کے ساتھ گزند نیش ہے۔ ہر رہرو کو کڑی منزل درپیش ہے" مؤلف۔

بُلبُل کو خزان مین جان کھوتے پایا   صیّاد کو سر پٹک کے روتے پایا
گلچین کی بھی نیند اُڑ گئی لیک سرور   جو اہل دول تھے اُن کو سوتے پایا

"مدتون صداے مرغ سحر کے رنج اُٹھائے + کبھی دم نہ مارا + شکوہ لب پر نہ لائے + برسون نداے اللہ اکبر کے صدمے سہے۔ شکر کیا چپ رہے + مہینون گجر کی آواز نے دم بند کیا + قلق جی پر لیا۔ نالہ نہ بند کیا + سوچے۔ تو وصل مہرویان خواب شب تھا + لطف اُنکا عین غضب تھا + تمام عالم کی خوب سیر کی + کبھی حرم محترم مین مسکن رہا + گاہ دھونی رمائی کنشت و دیر کی + عالم سے آیۃ۔ حدیث۔ وعظ و پند سُنا + ناقوس برہمن سُن۔ سر دُھنا + وہ بد کیش۔ مانع ملت صنم۔ لطف زیست حظ نفس کا دشمن تھا۔ یہ کوتہ اندیش۔ رخنہ انداز اہل ایمان و دین کا رہزن تھا + تامّل کیا۔ تو ان دونون سے دور حسد و بغض بیر ہونا معلوم۔ اپنے نزدیک انکا انجام بخیر ہونا معلوم + واللہ اعلم۔ یہ لوگ کیا سمجھے؟ خود اچھے ٹھہرے اور کو بُرا سمجھے + مطلب کی بات ہیہات دونون کی سمجھ مین آئی + باین دانائی انسے خدا سمجھے" + مؤلف

اچھے کو بُرا بُرے کو اچھا سمجھے　　کتنی یہ بُری سمجھ ہے اچھا سمجھے

دُنیا فقط رہگزر ہے + ہر دم مثال تار نفس در پیش سفر ہے + تا زیست ہزارون مفسدے ہین۔ ڈر ہے۔ مرنے کے بعد باز پرس کا خطر ہے + کسی طرح انسان کو مفر نہین + کونسا نفع ہے؟ جسکی تلاش مین ضرر نہین + حاصل کار یہ ہے۔ دُنیا مین جینے کی خوشی نہ مرنے کا غم کرے۔ تا مقدور کسی کی خاطر نہ برہم کرے + وگرنہ شعر

نیم شبے آہ زند پیر زال　　دولت صد سالہ کند پائمال"

دلِ شکستہ کی دلداری۔ پا اُفتادہ کی مددگاری کرے + ہوا و ہوس جو دل سے دور ہو جاے۔ تو مال سے یا کمال سے عُجب و نخوت نزدیک نہ آسے + عنایت ایزدی پر قائم ہو + شکر ہر نعمت۔ سپاس خدمت کرکے منہیات کا مانع ہو + رنج کا حامل رہے۔ سب رنگ مین شامل رہے + زمانے کے مکروہات سے گھبرائے نہین + صحبتِ غیر جنس سے نفرت کرے۔ تو بد نامی پاس آئے نہین + دولت کا اعتبار کیا؟ مفلسی سے ننگ و عار کیا؟ ایک دن مرنا ہے + جینا مستعار ہے + اسپر کسی کا اختیار ہے؟ نیک عمل کا خیال رکھے۔ کہ قید ہستی زشت کا نام ہے + رہائی یہان سے انجام ہے + شعر

کسی کی مرگ پر اے دل نہ کیجئے چشم تر ہرگز　　بہت سا رو دیئے اُنپر جو اس جینے پہ مرتے ہین"

عمر خضر کی تمنا اور حشمت خسروانہ! خزانۂ قارون کی فکر مین ہر ایک صباح و مسا ذلیل؛

خوار ہے + تحصیل لاحاصل۔ کوشش اس امر مین سراسر بیکار ہے + بقول۔ ناسخ

ہاتھ آتی ہے کب علم و ہنر سے دولت — ملتی ہے قضا اور قدر سے دولت

جو علم و ہنر رکھتے ہین وہ ہین محروم — افسوس ہے بل احمق و خر سے دولت"

"روپئے کا جمع ہونا۔ جواہر کی تلاش مین دن کا جاگنا۔ چاندی سونے کی اُمید مین رات کا نہ سونا۔ جنھین میسر ہر بار ہے اُنھین مفارقت دُنیا ناگوار ہے۔ اور یہ کلام ہے" مؤلف

یان کے جانے سے جی اُلجھتا ہے — کیا ہی دلکش سرائے فانی ہے

"سلف سے اہل کمال دُنیا کے مال سے محروم رہے + جو سزاوار حکومت تھے وہ محکوم رہے" + حافظ

ابلہان را ہمہ شربت ز گلاب و قند است — قوتِ دانا ہمہ از خونِ جگر می بینم

اسپِ تازی شدہ مجروح بزیرِ پالان — طوقِ زرین ہمہ در گردنِ خر می بینم

"لیکن کبھی صبح عشرت ہے۔ گاہ الم کی شام ہے + دُنیا عجب مقام ہے + نہ امیر ہوتے عرصہ۔ نہ فقیر ہوتے کچھ دیر ہے + اس کارگاہِ بے ثبات مین عجب اندھیر ہے" + سودا

ہے چرخ جب سے ابلقِ ایام پر سوار — رکھتا نہین یہ ہاتھ عنان کا بیک قرار

جنکے طویلے بیچ کئی دن کا ذکر ہے — ہرگز عراقی و عربی کا نہ تھا شمار

اب دیکھتا ہون مین کہ زمانے کے ہاتھ سے — موچی سے کفش پا گٹھاتے ہین وہ اُدھار

"اور جب وعدہ آپہونچا۔ تو نہ روپیہ کام آتا ہے۔ نہ فوج ظفر موج سے کچھ ہوتا ہے نہ تہمتن جرار بچاتا ہے۔ نہ کوئی آشنا دوست آڑے آئے۔ نہ عزیز و اقربا پنجۂ ملک الموت سے چھڑا سکے + اگر یہی امر مانع قضا و قدر ہوتے۔ جمشید و کاؤس دارا و سکندر بصد حسرت و افسوس جان نہ کھوتے + نیک عمل کرے۔ تو وہ ساتھ جاتا ہے + احتیاج کسی کی بر لائے۔ یا اللہ کچھ دے۔ یہ البتہ کام آتا ہے + وگرنہ دُنیا سراب زندگی بدتر از حباب ہے + پابند اسکا خراب۔ ترک کرنے والا نایاب ہے" + شعر

ترک دُنیا کا سوچ کیا ناسخ — کچھ بڑی ایسی کائنات نہین

شعر

اس گلشنِ ہستی مین عجب سیر ہے لیکن   جب آنکھ کھلی گُل کی تو موسم ہے خزان کا

"الا مقتضاے عقل یہ ہے۔ کہ عالم اسباب مین کسی کا پابند نہ ہو۔ تعلق خاطر نہ رکھے۔ ہمیشہ اُسنے بھلے سے بُرائی کی ہے۔ جو گیا یہان سے یعنی جہان گزران سے۔ اسکا شاکی تھا۔ بادشاہ سے فقیر تک۔ جوان سے پیر تک۔ حقیقت مین نفس امّارہ ہمت ناکارہ ہی اسکو بہر کیف پچھاڑے۔ گردِ ہوا و ہوس سے دامن جھاڑے"۔ شعر

دیوانہ باش تا غم تو دیگران خورند   آن را کہ عقل بیش غم روزگار بیش

آدمی کو لازم ہے۔ وہ بات پیدا کرے۔ تا صفحۂ دُنیا پر چندے نیکی نام یادرہے۔ شعر

اس طرح جی کہ بعد مرنے کے   یاد کوئی تو گاہ گاہ کرے

"دنیا مین کسی سے دل نہ لگائے۔ کہ یہ کارخانہ بہت بے ثبات ہے۔ وصل سے فرقت ہجر سے مصیبت اپنے سرپر نہ لائے۔ کہ مرجانے کی بات ہے۔ معشوق باوفا عنقا کی طرح ناپیدا ہے۔ اور پُردغا ہرجائی ہرجا مہیا ہے۔ خواہش کا انجام کاہش ہے۔ تمنّا دل سے دور کرنے مین جان کی آسائش ہے"۔ مؤلف

کبھی نہ چین سے رہنے دیا تمنّا نے   خراب و خستہ مین اس دل کی آرزو سے ہوا

مگر واے غفلت! ہاے نادانی! کہ جب نشاے جوانی کا موسم پیری مین خمار آتا ہے۔ اُسوقت آدمی سرپر ہاتھ دھر کر روتا ہے۔ وقت از دست رفتہ و تیر از شست جستہ کب ہاتھ آتا ہے؟ ناچار ہو کفِ افسوس مل کے پچھتاتا ہے۔ گذشتہ را صلوات کہہ کے دل کو سمجھاتا ہے"۔

آدمیون کو بندر کی تقریر دل خراش پُر اثر سے عبرت و حیرت حاصل تھی۔ کبھی نصیحت و پند۔ گاہ کلام رنگین و دلچسپ بادلِ دردمند۔ کبھی سخنان وحشت افزا سنا تا چلا جاتا تھا۔ اہل دل طبیعت کے گداز سے روتے ساتھ آتے تھے۔ ہر فقرۂ پُر درد پر ضبط نہ ہو سکتا تھا۔ چلاّتے تھے۔ خلق خدا جنازہ کی طرح ہاتھی کے ہمراہ تھی۔ ایک عالم کے لب پر نالے تھے۔ فغان و آہ تھی۔ اسی سامان سے ملکہ کے جھروکے تلے پہونچے۔

نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خان غالب

ان کا خاندانی سلسلہ افراسیاب بادشاہ توران سے ملتا ہے + انکے دادا شاہ عالم کے زمانے مین دہلی آئے + یہان فوج کے ایک معزز عہدے پر سرفراز ہوئے + شاہ عالم کے بعد انکے والد عبد اللہ بیگ خان لکھنؤ جاکر نواب آصف الدولہ مرحوم کے دربار مین پہونچے + چندروز بعد حیدرآباد مین جاکر نواب نظام علیخان بہادر کے سرکار مین تین سو سوار کی جمعیت سے ملازم رہے + کئی برس کے بعد ایک خانہ جنگی کے بکھیڑے مین یہ صورت بھی بگڑ گئی + وہان سے گھر آئے۔ اور الور مین راجہ بختاور سنگھ کی ملازمت اختیار کی یہان کسی لڑائی مین مارے گئے + اُسوقت مرزا کی ۵ برس کی عمر تھی + نصر اللہ بیگ خان حقیقی چچا مرہٹون کی طرف سے اکبرآباد مین صوبہ دار تھے + اُنھون نے اس دُر یتیم کو دامن مین لیا +

مرزا چچا کے سایہ مین پرورش پاتے تھے۔ مگر اتفاق یہ ہے۔ کہ مرگ ناگہانی مین وہ بھی مر گئے + بزرگون نے لاکھون روپیہ کی جائداد چھوڑی تھی + قسمت سے کس کا زور چل سکتا ہے ؟ وہ امیرزادہ جو شاہانہ دل و دماغ لیکر آیا تھا۔ اُسکو اسی ملک سُخن کی حکومت اور مضامین کی دولت پر قناعت کرکے غریبانہ حال سے زندگی بسر کرنی پڑی + بہت تدبیرین اور وسیلے درمیان آئے۔ مگر سب کھیل بنکر بگڑ گئے + دلی کی تباہی کے بعد زیادہ مصیبت پڑی + اُسوقت رامپور تشریف لے گئے + نواب صاحب رامپور نے سو روپیہ مہینہ مقرر کر دیا۔ مگر مرزا وہان زیادہ نہ رہ سکے پھر دلّی واپس آئے +

مرزا اہل ہند مین فارسی کے باکمال شاعر تھے + اُردو انکی مادری زبان نہ تھی۔ مگر اسمین بھی وہ کمال پیدا کیا۔ کہ اس زبان کے مسلم الثبوت اُستاد ہو گئے + تصنیفات اُردو مین تقریباً ۱۸۰۰ شعر کا ایک انتخابی دیوان ہے۔ کہ سنہ ۱۸۴۹ء مین مرتب ہوکر چھپا + ان کے کلام مین دو باتین خصوصیت کی پائی جاتی ہین + اول یہ کہ معنی آفرینی اور نازک خیالی اُنکا شیوہ خاص تھا + دوسرے چونکہ فارسی مشق زیادہ تھی۔ اور اُس سے انھین طبعی تعلق تھا۔ اسلئے اکثر الفاظ اس طرح ترکیب دے جاتے تھے۔ کہ بول چال مین اس طرح بولتے نہین۔ لیکن جو شعر صاف نکل گئے ہین۔ وہ ایسے ہین۔ کہ جواب نہین رکھتے +

اُردو زبان مین رقعات کے دو مجموعے انکے مرتب ہوکر شائع ہوئے + ایک عود ہندی۔ دوسرا اُردوے معلّی + ان خطوط کی عبارت ایسی ہے۔ گویا آپ سامنے بیٹھے گل افشانی کر رہے ہین + اسمین بھی فارسی کی ترکیب اور محاورون کا استعمال کر گئے ہین + ان خطوط کی طرز عبارت بھی ایک خاص قسم کی ہے۔ کہ ظرافت کے چٹکلے اور لطافت کی شوخیان اس مین خوب ادا ہو سکتی ہین + یہ انھین کا ایجاد تھا۔ کہ آپ مزا لے لیا۔ اور اورون کو لطف دے گئے + دوسرے کا کام نہین +

مرزا نے ۷۳ برس کی عمر سنہ ۱۸۶۹ء مین اس جہان فانی سے انتقال کیا +

انتخاب از رقعات

۱۔ بنام مرزا حاتم علی مہر

مرزا صاحب! مین نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے۔ کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے + ہزار کوس سے بزبانِ قلم باتین کیا کرو + ہجر مین وصال کے مزے لیا کرو + کیا تمنے مجھسے بات کرنیکی قسم کھائی ہے؟ اتنا تو کہو۔ کہ یہ کیا بات تمہارے جی مین آئی ہے؟ برسون ہوگئے۔ کہ تمہارا خط نہین آیا + نہ اپنی خیر و عافیت لکھی۔ نہ کتابون کا پورا بھجوایا + ہان مرزا تفتہ نے ہاترس سے یہ خبر دی ہے۔ کہ پانچ ورق پانچ کتابون کے آغاز کے دے آیا ہون۔ اور اُنھون نے سیاہ قلم کی لوحون کی تیاری کی ہے + یہ تو بہت دن ہوئے۔ جو تمنے خبر دی ہے۔ کہ دو کتابون کی طلائی لوح مرتب ہوگئی ہے + پھر اب اُن دو کتابون کی جلدین بنجانے کی کیا خبر ہے؟ اور ان پانچ کتابون کے تیار ہونے مین درنگ کسقدر ہے؟ مہتمم مطبع کا خط پرسون آیا تھا۔ وہ لکھتے ہین۔ کہ "تمہاری چالیس کتابین بعد منہائی لینے سات جلدون کے اسی ہفتہ مین تمہارے پاس پہونچ جائینگی" اب حضرت ارشاد کرین۔ کہ یہ سات جلدین کب آئینگی + ہر چند کاریگرون کے دیر لگانے سے تم بھی مجبور ہو۔ مگر ایسا کچھ لکھو۔ کہ آنکھون کی نگرانی اور دل کی پریشانی دور ہو + خدا کرے۔ اُن تینتیس [۳۳] جلدون کے ساتھ۔ یا دو تین روز آگے پیچھے یہ سات جلدین آپکی عنایت بھی آئین۔ تا خاص و عام مین جا بجا بھیجی جائین +

میرا کلام میرے پاس کبھی کچھ نہین رہا + ضیاءالدین خان اور حسین مرزا جمع کر لیتے تھے + جو مینے کہا۔ انھون نے لکھ لیا + اُن دونون کے گھر لُٹ گئے + ہزارون روپئے کے کتاب خانے برباد ہوئے + اب مین اپنے کلام کے دیکھنے کو ترستا ہون + کئی دن ہوئے۔ کہ ایک فقیر۔ کہ وہ خوش آواز بھی ہے۔ اور زمزمہ پرداز بھی ہے۔ ایک غزل میری کہین سے لکھوا لایا + اُسنے وہ کاغذ جو مجکو دکھایا۔ یقین سمجھنا کہ مجکو رونا آیا + غزل تمکو بھیجتا ہون۔ اور صلہ مین اسکے اس خط کا جواب چاہتا ہون + غزل

درد منت کشِ دوا نہ ہوا ۔ مین نہ اچھا ہوا بُرا نہ ہوا

جمع کرتے ہو کیون رقیبون کو ۲ اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا
ہم کہان قسمت آزمانے جائین ۳ تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا
ہے خبر گرم اُنکے آنے کی ۴ آج ہی گھر مین بوریا نہ ہوا
کیا وہ نمرود کی خدائی تھی ۵ بندگی مین مرا بھلا نہ ہوا
جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی ۶ حق تو یون ہے کہ حق ادا نہ ہوا
زخم گردب گیا لہو نہ تھما ۷ کام گر رُک گیا روا نہ ہوا
رہزنی ہے کہ دلستانی ہے ۸ لیکے دل دلستان روانہ ہوا
کچھ تو پڑھیئے کہ لوگ کہتے ہین آج غالب غزل سرا نہ ہوا

جواب کا طالب غالب

۴

بندہ پرور! آپکا خط کل پہونچا۔ آج جواب لکھتا ہون + داد دینا۔ کتنا شتاب لکھتا ہون + مطالب مندرجہ کے جواب کا بھی وقت آتا ہے + پہلے تم سے یہ پوچھا جاتا ہے۔ کہ برابر کئی خطون مین تمکو غم واندوہ کا شکوہ گزار پایا ہے + پس اگر کسی بے درد پر دل آیا ہے۔ تو شکایت کی کیا گنجائش ہے؟ بلکہ یہ غم تو نصیبِ دوستان درخورِ افزایش ہے۔ بقولِ غالب علیہ الرحمۃ۔ بیت۔

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنجِ فغان کیون ہو نہو جب دل ہی پہلو مین تو پھر مُنہ مین زبان کیون ہو

ہے ہے حُسنِ مطلع! سو یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے؟ + ہوا تو دوست جسکا دشمن اُسکا آسمان کیون ہو؟ + افسوس ہے۔ کہ اس غزل کے اور اشعار یاد نہ آئے۔ اور اگر خدا نخواستہ باشد غمِ دُنیا ہے تو بھائی ہمارے ہمدرد ہو + ہم اس بوجھ کو مردانہ اُٹھا رہے ہین۔ تم بھی اُٹھاؤ اگر مرد ہو۔ بقولِ غالبِ مرحوم شعر

دلا یہ درد و الم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر نہ گریۂ سحری ہے نہ آہِ نیم شبی ہے

سحر ہو گی۔ خبر ہو گی۔ اس زمین مین وہ شعر یعنی شعر

تمہارے واسطے دل سے مکان کوئی نہین بہتر جو آنکھون مین تمھین رکھون تو ڈرتا ہون نظر ہو گی

کتنا خوب ہے! اردو کا کیا اچھا اسلوب ہے + قصیدہ کا مشتاق ہون + خدا کرے جلد

چھپایا جاوے تو ہمارے دیکھنے مین بھی آئے ٭
کیا کہئے۔ بھلا کئے۔ یہ زمین ایک بار یہان طرح ہوئی تھی۔ مگر بحر اور ہی تھی + وہ غزل یہ ہے

غزل

کہون جو حال تو کہتے ہو مدعا کہئے
تمھین کہو کہ جو تم یون کہو تو کیا کہئے

نہ کہیو طعن سے پھر تم کہ ہم ستمگر ہین
مجھے تو خو ہے کہ جو کچھ کہو بجا کہئے

نہین ذریعۂ راحت جراحتِ پیکان
وہ زخمِ تیغ ہے جسکو کہ دلکشا کہئے

جو مدعی بنے اُسکے نہ مدعی بنئے
جو ناسزا کہے اُسکو نہ ناسزا کہئے

کہین حقیقتِ جانکاہیِ مرض لکھئے
کہین مصیبتِ ناسازیِ دوا کہئے

کبھی شکایتِ رنجِ گران نشین کیجے
کہین حکایتِ صبرِ گریزپا کہئے

رہے نہ جان تو قاتل کو خونبہا دیجے
کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہئے

نہین بہار کو فرصت نہو بہار تو ہے
طراوتِ چمن و خوبیِ ہوا کہئے

سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا غالب
خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہئے

اور وہ جو فاعلاتن ۔فعلاتن فعلاتن فعلن۔ یہ بحر ہے + اسمین ایک قطعہ ہے۔ کہ وہ مینے کلکتہ مین کہا تھا۔ تقریب یہ ہے۔ کہ مولوی کرم حسین صاحب ایک میرے دوست تھے + اُنھون نے ایک مجلس مین چکنی ڈلی بہت پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کفِ دست پر رکھکر مجھسے کہا۔ کہ "اسکی کچھ تشبیہات نظم کیجئے" مینے وہان بیٹھے بیٹھے نو دس شعر کا قطعہ لکھکر اُنکو دیا۔ اور صلہ مین وہ ڈلی اُنسے لی + وہ قطعہ لکھتا ہون

قطعہ

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ چکنی ڈلی
زیب دیتا ہے اسے جسقدر اچھا کہئے

خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھئے
ناطقہ سر بگریبان کہ اسے کیا کہئے

مُہرِ مکتوبِ عزیزانِ گرامی لکھئے
حرزِ بازوے شگرفانِ خودآرا کہئے

مسی مالیدہ سرِ انگشتِ حسینان لکھئے
داغِ طرفِ جگرِ عاشقِ شیدا کہئے

خاتمِ دستِ سلیمان کے مشابہ لکھئے
سرِ پستانِ پریزادسے مانا کہئے

اخترِ سوختۂ قیس سے نسبت دیجئے — خالِ مشکینِ رُخِ دلکشِ لیلا کہئے
حجر الاسود دیوارِ حرم کیجئے فرض — نافہ آہوے بیابانِ ختن کا کہئے
وضع مین اُسکو اگر مانئے قافِ تریاق — رنگ مین سبزۂ نو خیز مسیحا کہئے
کیون اسے قفلِ درِ گنجِ محبت لکھئے — کیون اسے مردمکِ دیدۂ عنقا کہئے
کیون اسے تکمۂ پیراہنِ لیلا لکھئے — کیون اسے نقشِ پئے ناقۂ سلمیٰ کہئے
بندہ پرور کے کفِ دست کو دل کیجئے فرض — اور اس چکنی سُپاری کو سویدا کہئے

آپکے خط کے جواب نے انجام پایا + اب میرا درد دل سُنو + برخوردار منشی شیونرائن نے میرے دو خطون کا جواب نہین لکھا ۔ اور وہ خطوط جواب طلب تھے + تم اُنکو میری دعا کہو ۔ اور کہو کہ "میان میرا کلام بند ہے + اُس مطلبِ خاص کا جواب جلد لکھو ۔ یعنی اگر وہ کتاب بن چکی ہے ۔ تو جلد بھیجو ۔ اور اگر اُسکے بھیجنے مین دیر ہے ۔ تو یہ لکھ بھیجو ۔ کہ وہ سیاہ قلم کی لوح کی ہے یا طلائی" + فقط

جواب کا طالب غالب

۳

بہت سہے غمِ گیتی شراب کم کیا ہے — غلامِ ساقیِ کوثر ہون مجکو غم کیا ہے
سخن مین خامۂ غالب کی آتش افشانی — یقین ہے ہمکو بھی لیکن اب اُسمین دم کیا ہے

علاقۂ محبتِ ازلی کو حق مان کر اور حقوقِ غلامیِ جنابِ مرتضیٰ علی علیہ السلام کو سچ جان کر ایک بات اور کہتا ہون ۔ کہ بینائی اگرچہ سب کو عزیز ہے ۔ مگر شنوائی بھی تو آخر ایک چیز ہے + ناتا کہ روشناسی اُسکے اجارے مین آئی ہے ۔ یہ بھی دلیلِ آشنائی ہے + کیا فرض ہے کہ جب تک دید وا دید نہ ہو لے ۔ اپنے کو بیگانۂ یکدگر سمجھین ؟ سلام کے جواب مین خط ۔ بہت بڑا احسان ہے + خدا کرے وہ خط جسمین مینے آپکو سلام لکھا تھا آپکی نظر سے گذر گیا ہو + احیاناً اگر نہ دیکھا ہو ۔ تو اب مرزا تفتہ سے لیکر پڑھ لیجئے گا ۔ اور خط کے لکھنے کے احسان کو اُس خط کے پڑھ لینے سے دوبالا کیجئے گا + ہاے میجر جان جاکوپ ! کیا جوان مارا گیا ہے ؟ سچ اُسکا یہ شیوہ تھا ۔ کہ اُردو کی فکر کو مانع آتا ۔ اور

فارسی زبان میں شعر کہنے کی رغبت دلواتا، بندہ پرور یہ بھی انھیں میں سے ہے۔ کہ جنکا میں ماتمی ہوں، ہزاروں دوست مر گئے + کس کو یاد کروں؟ اور کس سے فریاد کروں؟ جیوں۔ تو کوئی غمخوار نہیں۔ اور مروں۔ تو کوئی عزادار نہیں +

غزلیں آپکی دیکھیں + سبحان اللہ چشم بد دور! اُردو کی راہ کے تو سالک ہو + گویا اس زبان کے مالک ہو + فارسی سے بھی یہ خوبی میں کم نہیں + مشق شرط ہے + اگر کہے جاؤ گے — لُطف پاؤ گے + میرا تو بقول طالب آملی اب یہ حال ہے۔

لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی دہن بر چہرہ زخمی بود و بہ شد

جب آپنے بغیر خط کے بھیجے مجکو لکھا ہو۔ تو کیونکر مجکو اپنے خط کے جواب کی نہ تمنا ہو، پہلے تو اپنا حال لکھئے۔ کہ میںنے سُنا تھا۔ آپ کہیں کے صدر امین ہیں۔ پھر آپ اکبر آباد میں کیوں خانہ نشین ہیں؟ اس ہنگامہ میں آپکی صحبت حکام سے کیسی رہی + فقط

جواب کا طالب غالب

مولوی عبدالرزاق صاحب شاکر کے نام

قبلہ۔ پہلے معنی ابیاتِ بے معنی سُنئے۔ شعر

نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

ایران میں رسم ہے۔ کہ داد خواہ کاغذ کے کپڑے پہنکر حاکم کے سامنے جاتا ہے۔ جیسے مشعل دن کو جلانا۔ یا خون آلودہ کپڑا بانس پر لٹکا کر لیجانا + پس شاعر خیال کرتا ہے۔ کہ نقش کس کی شوخیِ تحریر کا فریادی ہے؟ کہ جو صورتِ تصویر ہے + اُسکا پیرہن کاغذی ہے۔ یعنی ہستی اگرچہ مثل تصویر اعتبارِ محض ہو۔ موجبِ رنج و ملال و آزار ہے + دوسرا شعر

شوق ہر رنگ رقیبِ سر و ساماں نکلا قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا

رقیب بمعنی مخالف۔ یعنی شوق سر و سامان کا دشمن ہے۔ دلیل یہ ہے کہ قیس جو زندگی میں

ننگا پڑا پھرتا تھا۔ تصویر کے پردے مین بھی ننگا ہی رہا + لطف یہ ہے کہ مجنون کی تصویر بابتن عریان ہی کھچتی ہے۔ جہان کھچتی ہے +

زخم نے داد نہ دی تنگیِ دل کی یارب　　　تیر بھی سینۂ بسمل سے پرافشان نکلا

یہ ایک بات مین نے اپنے طبیعت سے نئی نکالی ہے۔ جیساکہ اس شعر مین شعر

نہین ذریعۂ راحت جراحت پیکان　　　وہ زخم تیغ ہے جسکو کہ دلکشا کہئے

یعنی زخم تیر کی توہین بسبب ایک رخنہ ہونے کے۔ اور تلوار کے زخم کی تحسین بسبب ایک طاق سا کھل جانے کے زخم نے داد نہ دی + تنگی دل کی کیا داد دیتا ؟ وہ تو خود ضیق مقام سے گھبرا کر پرفشان اور سراسیمہ نکل گیا +

نامۂ غالب کا مکتوب الیہ رحیم بیگ نامی میرٹھ کا رہنے والا ہے + دس برس سے اندھا ہو گیا ہے + کتاب پڑھ نہین سکتا + سن لیتا ہے + عبارت لکھ نہین سکتا۔ لکھوا دیتا ہے + بلکہ اسکے ہموطن ایسا کہتے ہین۔ کہ وہ قوت علمی ہی نہین رکھتا + اورون سے مدد لیتا ہے + اہل دہلی کہتے ہین۔ کہ مولوی امام بخش صہبائی سے اسکو تلمذ نہین ہے + اپنا اعتبار بڑھانے کو اپنے کو انکا شاگرد بتاتا ہے + مین کہتا ہون کہ وائے اس ہیچ و پوچ پر جسکو صہبائی کا تلمذ موجب عز و وقار ہو! رسالہ اسکا قاطع برہان دہلی پہونچکر ڈھونڈونگا + اگر مل گیا تو خدمت مین پہونچیگا + جناب مستطاب میر قاسم علی خان صاحب صادق القول ہین + میرے گھر آئے ہونگے + دروازہ بند پایا ہو گا + مگر ایک خدشہ ہے۔ کہ حضرت مین اور میرے بھائی مرزا علی بخش خان مین بہت ربط و اتحاد تھا۔ اور وہ مرحوم خدا بخش بیا مرزا دکذب و گزاف مین ضرب المثل تھا + اس تصور سے اگر اس جملے کے سچ جاننے مین تامل کرون۔ تو میرا تامل بیجا نہوگا + بہرحال میرا سلام کہئے گا + والسلام +

منشی ہرگوپال تفتہ کے نام

رکھیو غالب مجھے اس درد نوائی مین معاف　　　آج کچھ درد مرے دل مین سوا اٹھتا ہے

بندہ پرور! تمکو پہلے یہ لکھا جاتا ہے۔ کہ میرے دوست قدیم میر کرم حسین صاحب کی خدمت مین

میرا سلام کہنا۔ اور یہ کہنا کہ ابتک جیتا ہون۔ اور اس سے زیادہ میرا حال مجکو بھی معلوم نہین + مرزا حاتم علی مہر کی جناب مین میرا سلام کہنا۔ اور یہ میرا شعر میری زبان سے پڑھ دینا + شعر

شرط اسلام بود ورزش ایمان بالغیب　　اے تو غائب ز نظر مہر تو ایمان من است

تمہارے پہلے خط کا جواب بھیج چکا تھا۔ کہ اسکے دو دن یا تین دن کے بعد دوسرا خط پہونچا + صاحب! جس شخص کو جس شغل کا ذوق ہو۔ اور وہ اُسمین بے تکلف عمر بسر کرے۔ اُسکا نام عیش ہے + تمہاری توجہ مفرط بطرف شعر و سخن کے تمہاری شرافت نفس اور حُسن طبع کی دلیل ہے۔ اور بھائی یہ جو تمہاری سخن گستری ہے۔ اسکی شہرت مین میری بھی تو نام آوری ہے + میرا حال اس فن مین اب یہ ہے۔ کہ شعر کہنے کی روش اور اگلے کہے ہوئے اشعار سب بھول گیا + مگر ہان اپنے ہندی کلام مین سے ڈیڑھ شعر یعنی ایک مقطع اور ایک مصرع یاد رہ گیا ہے + سو گاہ گاہ جب دل اُلٹنے لگتا ہے۔ تب دس بارہ مقطع زبان پر آجاتا ہے + شعر

زندگی اپنی اسی ڈھب سے جو گذری غالب　　ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے

پھر جب سخت گھبراتا ہون۔ اور تنگ آتا ہون۔ تو یہ مصرع پڑھ کر چُپ ہو جاتا ہون۔ مصرعہ۔
اے مرگ ناگہان تجھے کیا انتظار ہے + یہ کوئی نہ سمجھے۔ کہ مین اپنی بے رونقی اور تباہی کے غم مین مرتا ہون + جو دُکھ مجکو ہے اُسکا بیان تو معلوم۔ مگر اُس بیان کی طرف اشارہ کرتا ہون + انگریزون کی قوم مین سے جو ان سیاہ روکالون کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ اُس مین میرا کوئی اُمیدگاہ تھا۔ اور کوئی میرا شفیق تھا۔ اور کوئی میرا دوست۔ اور کوئی میرا یار۔ اور کوئی میرا شاگرد۔ ہندوستانیون مین کچھ عزیز۔ کچھ دوست۔ کچھ شاگرد۔ کچھ معشوق + سو وہ سب کے سب خاک مین مل گئے + ایک عزیز کا ماتم کتنا سخت ہوتا ہے؛ جو اتنے عزیزون کا ماتم دار ہو۔ اُسکو زیست کیونکر نہ دشوار ہو؛ ہاے! اتنے یار مرے۔ کہ جواب مین مرونگا۔ تو میرا کوئی رونے والا بھی نہ ہوگا + فقط +

میر مہدی کے بھائی میر سرفراز حسین کے نام

نور چشم راحت جان میر سرفراز حسین + جیتے رہو۔ اور خوش رہو + تمہارے دستخطی خط نے میرے

ساتھ وہ کیا۔ جو بُوے پیراہن یوسفؑ نے یعقوبؑ کے ساتھ کیا تھا۔ میاں یہ ہم تم بوڑھے ہین۔ یا جوان ہین۔ توانا ہین۔ یا ناتوان ہین۔ بڑے بیش قیمت ہین۔ یعنی بہرحال غنیمت ہین + کوئی جلا بھنا کہتا ہے + شعر

یادگارِ زمانہ ہین ہم لوگ
یاد رکھنا فسانہ ہین ہم لوگ

وہی بالاخانہ ہے۔ اور وہی مَین ہون + سیڑھیون پر نظر ہے۔ کہ وہ میر مہدی آئے + وہ میر سرفراز حسین آئے + وہ یوسف مرزا آئے + وہ میرن آئے + وہ یوسف علی خان آئے + مَرے ہُوؤن کا نام نہین لیتا + بچھڑے ہوؤن مین سے کچھ گنے ہین + اللہ اللہ! ہزار دن کا مَین ماتم دار ہون + مَین مرونگا۔ تو تجکو کون روئے گا؟ سُنو غالب رونا پیٹنا کیا؟ کچھ اختلاط کی باتین کرو + کہو میر سرفراز حسین سے۔ کہ یہ خط میر مہدی کو پڑھواؤ۔ اور میرن صاحب کو بلاؤ + کل شام کو یا پرسون شام کو میر اشرف علی صاحب میرے پاس آئے تھے + کہتے تھے۔ کہ کل یا پرسون پانی پت کو جاؤنگا + مین نے اُنکی زبانی کچھ پیام میرن صاحب کو بھیجا ہے + اگر بھول نہ جائین گے + خلاصہ اُسکا یہ ہے۔ کہ صاحب! ابن نہین ہے۔ نہ ہو + غلام اشرف نہین ہے۔ نہ ہو + اگر منظور کیجیئے۔ تو مَین صوفی ہون + ہمہ اوست کا دم بھرتا ہون بموجب مصرع کے۔ مصرعہ۔ دل بدست آور کہ حج اکبر است + تم سے کب انکار کرتا ہون؟ اگر مرزا گوہر کی جگہ مانو تو خوش + اگر غلام اشرف جانو۔ تو راضی + رات کو اپنے گھر مین باتین بناؤ + دن کو مجھسے جی بہلاؤ + قصہ مختصر کرو۔ اور جلد کرو! سید انور کا جو حال لکھتے ہو۔ وہ سچ ہے + راجپوت ایسا ہی کچھ کرتے ہین + مگر مہاراجہ مسلمانون کا دم بھرتے ہین + فقط +

خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام

قبلہ! کبھی آپکو یہی خیال آتا ہے۔ کہ کوئی ہمارا دوست جو غالب کہلاتا ہے۔ وہ کیا کھاتا پیتا ہے؟ اور کیونکر جیتا ہے؟ پنشن قدیم اکیس مہینہ سے بند۔ اور مَین سادہ دل فتوح جدید کا آرزو مند + اُس پنشن کا احاطہ پنجاب کے حکام پر مدار ہے + تو اُنکا یہ شیوہ اور یہ شعار ہے۔ کہ نہ روپئے دیتے ہین۔ نہ جواب + نہ مہربانی کرتے ہین۔ نہ عتاب + خیر اُس سے قطع نظر کی + اب سُنئے ادھر کی۔ پچھلا ہفتہ

بموجب تحریر وزیر۔ عطیہ شاہی کا اُمیدوار ہون + تقاضا کرتے ہوئے شرماؤن۔ اگر گنہگار ہون + گنہگار ٹھہرتا۔ تو گولی یا پھانسی سے مرتا + اس بات پر کہ مین بے گناہ ہون۔ مقید اور مقتول نہ ہونے سے آپ اپنا گواہ ہون + پیشگاہ گورنمنٹ کلکتہ مین جب کوئی کاغذ بھجوایا۔ بقلم چیف سکتر اُسکا جواب پایا ہے + ایکبار دو کتابین بھیجین + ایک پیشکش گورنمنٹ۔ اور ایک نذر شاہی ہے + نہ اُسکے قبول کی اطلاع۔ نہ اُسکے ارسال سے آگاہی ہے + جناب سر ولیم میور صاحب بہادر نے بھی عنایت فرمائی + اُنکی بھی کوئی تحریر مجکو نہ آئی + یہ سب ایک طرف۔ اب خبرین ہین مختلف + کہتے ہین۔ کہ چیف سکتر بہادر لفٹنٹ گورنر ہوئے + یہ کوئی نہین کہتا۔ کہ اُنکی جگہ کون سے صاحب عالیشان چیف سکتر ہوئے + مشہور ہے۔ کہ جناب ولیم میور صاحب صدر بورڈ مین تشریف لے گئے + یہ کوئی نہین بتاتا۔ کہ لفٹنٹ گورنری کی سکریٹری کا کام کس کو دے گئے + آپکا حال کوئی نہین کہتا۔ کہ آپ کہان ہین + ہان ازروے قیاس جانتا ہون۔ کہ آپ اُسی منصب۔ اور اُسی دفتر مین شاد و شادمان ہین + جواب لفٹنٹی کے سکریٹری ہوئے ہونگے۔ اُنسے علاقہ رہتا ہوگا + میور صاحب بہادر سے کاہے کو ملنا ہوتا ہوگا؟ لفٹنٹ گورنری اور صدر بورڈ یہ دونون محکمے الہ آباد آ گئے۔ یا آئین گے + بہرحال۔ آپ اب کیون آگرہ کو جائینگے؛ نواب گورنر جنرل بہادر کی روانگی کی بھی خبر مین اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے۔ کہ ۲۰۔ جنوری کو گئے + کوئی کہتا ہے۔ فروری مین کوچ فرمائین گے + مین تو اُدھر سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا + ہر طرح اپنی قسمت رو بیٹھا + مگر یہ چاہتا ہون۔ کہ حقیقت واقعی پر کماحقہٗ اطلاع حاصل ہو۔ تاکہ تسلی خاطر اور تسکین دل ہو + اگر ان مطالب کا جواب نہ مجمل بلکہ مفصل۔ نہ دیر بلکہ جلد مرحمت کیجئے گا۔ تو گویا مجکو مول لے لیجیگا + زیادہ اس سے کیا لکھون + فقط +

۲

پایانِ شبِ سیہ سپید است در نومیدی بسے اُمید است

قبلہ! آج آپکی خوشی و خوشنودی کے واسطے اپنی روداد لکھتا ہون + ۱۸۶۳ء مین لارڈ صاحب بہادر نے میرٹھ مین دربار کیا۔ صاحب کمشنر بہادر دہلی اہالی دہلی کو ساتھ لے گئے + مین نے کہا۔ کہ

"مین بھی چلون ؟" فرمایاکہ "نہین" + جب لشکر میرٹھ سے دلی آیا۔ مین موافق اپنے دستور کے روز ورود لشکر مخیم مین گیا + میر منشی صاحب سے ملا + اُنکے خیمہ مین سے اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکتر بہادر کے پاس بھیجا + جواب آیا کہ تم غدر کے دنون مین بادشاہ باغی کی خوشامد کیا کرتے تھے ۔ اب گورمنٹ کو تم سے ملنا منظور نہین" + مین گدا ے میرم ۔ اس حکم پر ممنوع نہ ہوا + جب لارڈ صاحب بہادر کلکتہ پہونچے ۔ مین نے قصیدہ حسب معمول قدیم بھیجدیا + مع اس حکم کے واپس آیا کہ "اب یہ چیزین ہمارے پاس نہ بھیجا کرو" + مین مایوس مطلق ہوکر بیٹھ رہا ۔ اور حکام شہر سے ملنا ترک کیا + اواخر ماہ گذشتہ یعنی فروری ۱۸۶۳ء مین نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب ۔ دلی آئے ۔ اہالی شہر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر و صاحب کمشنر بہادر کے پاس دوڑے ۔ اور اپنے نام لکھوائے + مین تو بیگانہ محض اور مطرود حکام تھا + کچھ سے نہ ہلا + کسی سے نہ ملا + دربار ہوا + ہر ایک کامگار ہوا + شنبہ ۴ ۔ فروری کو آزادانہ منشی من پھول سنگھ صاحب کے خیمہ مین چلا گیا + اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکریٹری بہادر کے پاس بھیجا + بُلالیا + مہربان پاکر نواب صاحب کی ملازمت کی استدعا کی + وہ بھی حاصل ہوئی + وہ حاکم جلیل القدر کی وہ عنایتین دیکھین ۔ جو میرے تصور مین بھی نہ تھین + جملہ معترضہ + میر منشی لفٹنٹ گورنری سے سابقہ معرفت نہ تھا + وہ بطریق حسن طلب میرے خواہان ہوئے ۔ تو مین گیا + جب حکام بمجرد استدعا مجھسے بے تکلف ملے ۔ تو مین قیاس کرسکتا ہون ۔ کہ میر منشی کی طرف سے حُسن خلق بایماے حکام ہوگا + بقیہ روداد یہ ہے ۔ کہ دوشنبہ مارچ کو سواد شہر مخیم خیام گورنری ہوا + آخر روز مین اپنے شفیق قدیم جناب مولوی اظہار حسین خان صاحب بہادر کے پاس گیا + اثناے گفتگو مین فرمایا ۔ کہ "تمہارا دربار اور خلعت بدستور بحال و برقرار ہے" + متحیرانہ مین نے پوچھا ۔ کہ "حضرت ! کیونکر ؟" حضرت نے کہا ۔ کہ "حاکم حال نے ولایت سے آکر تمہارے علاقہ کے سب کاغذ انگریزی و فارسی دیکھے ۔ اور باجلاس کونسل حکم لکھوایا ۔ کہ اسد اللہ خان کا دربار اور نمبر اور خلعت بدستور بحال و برقرار رہے" + مینے پوچھا ۔ کہ "حضرت ! یہ امر کس اصل پر متفرع ہوا ؟" فرمایا ۔ کہ "ہمکو کچھ معلوم نہین ۔ بس اتنا جانتے ہین ۔ کہ یہ حکم دفتر مین لکھوا کر ۱۴ دن یا ۱۵ دن بعد وہ کوروانہ ہوئے ہین" + مین نے کہا ۔ "سبحان اللہ" ! + شعر

کارسازِ ما بفکرِ کارِ ما　　　فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

سہ شنبہ ۳- مارچ کو ۱۲ بجے نواب لفٹننٹ گورنر بہادر نے مجکو بلایا + خلعت عطا کیا- اور فرمایا- کہ لارڈ صاحب بہادر کے یہان دربار خلعت بھی بحال ہے + انبالے جاؤگے- تو دربار اور خلعت پاؤگے"+ عرض کیا گیا- کہ حضور کے قدم دیکھے- خلعت پایا + لارڈ صاحب بہادر کا حکم سُن لیا- مین نہال ہوگیا + اب یہان سے کہان جاؤن؟ جیتا رہا- تو اور دربار مین کامیاب ہورہونگا!

شعر

کارِ دُنیا کسے تمام نکرد　　　ہرچہ گیرید مختصر گیرید

بنام یوسف مرزا

کوئی ہے! ذرا یوسف مرزا کو بلائیو! لو صاحب! وہ آئے + میان! مین نے خط کل تمکو بھیجا ہے- مگر تمہارے ایک سوال کا جواب رہ گیا ہے + اب سُن لو + تفضل حسین خان اپنے ماموں مؤید الدین خان پاس میرٹھ ہے + شاید دلّی آیا ہو- مگر میرے پاس نہین آیا + والداون کے غلام علی خان اکبرآباد مین ہین + مکتب داری کرتے ہین + لڑکے پڑھاتے ہین + روٹی کھاتے ہین + تم لکھتے ہو- کہ پچاس محل واجد علی شاہ کے کلکتے گئے + تمہارے ماموں محمد قلی خان کے خط مین لکھتے ہین- کہ شاہ اودھ بنارس گئے + اس خبر کو اُس خبر کے ساتھ منافات نہین ہے- ادھر سے آپ بنارس کو چلے ہون- اُدھر سے بیگمات کو وہان بلایا ہو + مگر میری جان! ہم کو کیا-

ع- عالم پس مرگ ما چہ دریا چہ سراب +

یوسف مرزا! کیونکر تجکو لکھون کہ تیرا باپ مرگیا؟ اور اگر لکھون- تو پھر آگے کیا لکھون؟ کہ اب کیا کر- مگر صبر + یہ ایک شیوۂ فرسودہ ابنائے روزگار کا ہے + تعزیت یون ہی کیا کرتے ہین- اور یہی کہا کرتے ہین- کہ صبر کرو + ہائے! ایک کا کلیجہ کٹ گیا ہے- اور لوگ اُسے کہتے ہین- کہ تو نہ تڑپ- بھلا کیونکر نہ تڑپے گا؟ + صلاح اس امر مین نہین بتائی جاتی + دعا کو دخل نہین + دوا

لگاؤ نہین + پہلے بیٹا مرا پھر باپ مرا + مجھسے اگر کوئی پوچھے - کہ بے سروپا کس کو کہتے ہین ؟ تو مین کہونگا - کہ یوسف مرزا کو + تمہاری دادی لکھتی ہین - کہ رہائی کا حکم ہو چکا تھا + یہ بات سچ ہے ؟ اگر سچ ہے تو جوان مرد ایک بار دونون قیدون سے چھوٹ گیا + نہ قید حیات رہی - نہ قید فرنگ -

نواب میر غلام بابا خان

جناب نواب صاحب ! مین آپکے اخلاق کا شاکر - اور آپکے یاد آوری کا ممنون - اور آپکے دوام دولت کا دعا گو ہون + اگر بوڑھا اور اپاہج نہ ہوتا - تو ریل کی سواری مین مقرر آپ تک پہونچتا - اور آپکے دیدار سے مسرت اندوز ہوتا + آپ میرے شفیق اور میرے محسن ہین + خدا آپکو ہمیشہ سلامت باکرامت رکھے + خط کے دیر دیر لکھنے کا سبب ضعف و نقاہت ہے + اگر میرے اوقات شبانروزی اور میرے حالات آپ دیکھین - تو تعجب کرینگے - کہ یہ شخص جیتا کیون ہے + صبح سے شام تک پلنگ پر پڑا رہنا - اور پھر دم بدم پیشاب کو اُٹھنا اُن مجموع مصائب مین سے ایک ادنیٰ مصیبت یہ ہے + ۱۲۸۳ ہجری شروع ہوئی + ۱۲۱۲ھ کی ولادت ہے + اب کی رجب کے مہینہ سے ستروان سال شروع ہوگا + ستر ابہتر ابہرا بوڑھا اپاہج آدمی ہون + جو عنایت تم میرے حال پر فرماتے ہو - صرف تمہاری خوبی ہے + مین کسی لائق نہین + نجات کا طالب - غالب + چہارشنبہ ۱۳ - مئی ۱۸۶۶ء

بنام منشی حبیب اللہ خان ذکا

صبح جمعہ دہم شوال ۱۲۸۳ھ ۱۵ - فروری ۱۸۶۷ء + بھائی مین نہین جانتا - کہ تمکو مجھسے اتنی ارادت اور مجکو تم سے اتنی محبت کیون ہے + ظاہراً معاملہ عالم ارواح ہے + اسباب ظاہری کو اسمین دخل نہین + تمہارے خط کا جواب مع اوراق مسودہ روانہ ہو چکا ہے + وقت پر پہونچے گا + ستر ابہتر اردو مین ترجمہ پیر خرف ہے + میری تہتر برس کی عمر ہے + پس مین اخرف ہون + حافظہ گویا کبھی تھا ہی نہین + سامعہ باطل بہت دن سے تھا + وہ بھی رفتہ رفتہ حافظہ کی مانند معدوم ہو گیا + اب مہینہ بھر سے

یہ حال ہے۔ کہ جو دوست آتے ہین۔ رسمی پرسش مزاج سے بڑھکر جو بات ہوتی ہے۔ کاغذ پر لکھ دیتے ہین + غذا مفقود ہے + صبح کو قند اور بادام مقشر۔ دوپہر کو گوشت کا پانی۔ سر شام تلے ہوئے چار کباب۔ سوتے وقت پانچ روپیہ بھر شراب۔ اور اسی قدر گلاب + خرف ہون + پوچ ہون + عاصی ہون فاسق ہون + روسیاہ ہون + یہ شعر میر تقی کا حسب حال ہے + شعر

مشہور ہین عالم مین مگر ہون بھی کہین ہم الققصہ نہ درپے ہون ہمارے کہ نہین ہم

آج اسوقت کچھ افاقت تھی + ایک اور خط ضروری لکھنا تھا + بکس کھولا۔ تو تمہارا خط نظر پڑا + مکرر پڑھنے سے معلوم ہوا۔ کہ بعض مطالب کے جواب لکھے نہین گئے۔ ناچار اب کتابت جداگانہ مین لکھتا ہون۔ تاکہ خلعت کا حال اور میرے اور حالات تمکو معلوم ہو جائین۔ کہ مین قوم کا ترک سلجوقی ہون + دادا میرا ماوراءالنہر سے شاہ عالم کے وقت مین ہندوستان مین آیا + سلطنت ضعیف ہوگئی تھی + صرف پچاس گھوڑے نقارہ نشان سے شاہ عالم کا نوکر ہوا + ایک پرگنہ سیر حاصل ذات کی تنخواہ اور رسالے کی تنخواہ مین پایا + بعد انتقال اُسکے جو طوائف الملوکی کا ہنگامہ گرم تھا۔ وہ علاقہ نرہا + باپ میرا عبداللہ خان بہادر لکھنؤ جاکر نواب آصف الدولہ کا نوکر رہا + بعد چند روز حیدرآباد جاکر نواب نظام علی خان کا نوکر ہوا + تین سو سوار کی جمعیت سے ملازم رہا + کئی برس وہان رہا + وہ نوکری ایک خانہ جنگی کے بکھیڑے مین جاتی رہی + والد نے گھبراکر الور کا قصد کیا۔ اور راجہ بختاور سنگھ کا نوکر ہوا + وہان کسی لڑائی مین مارا گیا + نصر اللہ خان بیگ بہادر میرا چچا حقیقی مرہٹون کی طرف سے اکبرآباد کا صوبہ دار تھا + اسنے مجھے پالا + ۱۸۰۶ء مین جب جنرل لیک صاحب کا عمل ہوا۔ صوبہ داری کمشنری ہوگئی۔ اور صاحب کمشنر ایک انگریز مقرر ہوا + میرے چچا کو جنرل لیک صاحب نے سوارون کی بھرتی کا حکم دیا + چار سو سوارون کا برگڈیر ہوا + ایک ہزار سات سو روپیہ ذات کا اور لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سال کی جاگیر حین حیات علاوہ سال بھر مرزبانی کے تھی۔ کہ بمرگ ناگہانی مرگیا + رسالہ برطرف ہوگیا + ملک کی عوض نقدی مقرر ہوگئی + وہ ابتک پاتا ہون + پانچ برس کا تھا۔ جو باپ مرگیا + آٹھ برس کا تھا جو چچا مرگیا + ۱۸۳۰ء مین کلکتے گیا + نواب گورنر جنرل سے ملنے کی

درخواست کی + دفتر دیکھا گیا + میری ریاست کا حال معلوم کیا گیا + ملازمت ہوئی + سات پارچے۔ اور جیغہ سرپیچ + مالاے مروارید۔ تین رقم خلعت ملا۔ زان بعد جب دلی مین دربار ہوا مجکو بھی خلعت ملتا رہا + بعد غدر بجرم مصاحبت بہادر شاہ دربار مصاحبت دونون بند ہو گئے + میری بریت کی درخواست گزری تحقیقات ہوتی رہی + تین برس کے بعد پنڈ چھٹا + اب خلعت معمولی ملا + غرض کہ خلعت ریاست کا ہے + عوض خدمت نہین۔ انعامی نہین + معوج الذہن نہین ہون۔ غلط فہم نہین ہون۔ بدگمان نہین ہون + جو جسکو سمجھ لیا۔ اُسمین فرق نہین آتا + دوست سے راز نہین چھپاتا + کسی صاحب نے حیدرآباد سے گمنام خط ڈاک مین بھیجا + بند بُری طرح کیا تھا + کھولتے مین سطر کٹ گئی + بارے مطلب ہاتھ سے نہین جاتا رہا + بھیجنے والے کی غرض یہ تھی۔ کہ مجکو تم سے رنج و ملال ہو + قدرت خدا کی۔ کہ میری محبت اور بڑھ گئی۔ اور مین نے جانا کہ تم مجھے دل سے چاہتے ہو + وہ خط بجنسہ تمہارے پاس اس خط مین ملفوف کرکے بھیجتا ہون + زنہار دستخط کو پہچان کر کاتب سے جھگڑا نہ کرنا + مدعا اس خط کے بھیجنے سے یہ ہی۔ کہ تمہاری ترقی منصب اور افزونی مشاہرہ اس خط سے مجھے معلوم ہوئی تھی + فقط +

نواب انوار الدولہ سعد الدین خان بہادر شفق کے نام

کیونکر کہون۔ مین دیوانہ نہین ہون ؟ ہان۔ اتنے ہوش باقی ہین۔ کہ اپنے کو دیوانہ سمجھتا ہون + یہ کیا ہوشمندی ہے ؟ کہ قبلۂ ارباب ہوش کو خط لکھتا ہون۔ نہ القاب نہ آداب۔ نہ بندگی۔ نہ تسلیم + سُن غالب ہم تجھے کہتے ہین + بہت مصاحب ہین + ایاز قدر خود بشناس + مانا کہ تو نے کئی برس کے بعد رات کو دو نو بیت کی غزل لکھی ہین۔ اور آپ اپنے کلام پر وجد کرتا ہے۔ مگر یہ تحریر کی کیا روش ہے ؟ پہلے القاب لکھ۔ پھر بندگی عرض کر۔ پھر ہاتھ جوڑ کر مزاج کی خبر پوچھ۔ پھر عنایت نامے کے آنے کا شکر ادا کر۔ اور یہ کہہ کہ جو مین تصور کر رہا تھا۔ وہ ہوا + یعنی جس دن صبح کو مین نے خط بھیجا۔ اُسی دن آخر روز حضور کا فرمان پہونچا + معلوم ہوا۔ کہ حرارت ہنوز باقی ہے + انشاء اللہ تعالی رفع ہو جائیگی + موسم اچھا آگیا ہے + اگر صرف تبرید تعدیل سے کام نکل جاے۔ تو کیا کہنا + ورنہ بحسب راے طبیب تنقیہ کرائیے + مجکو بھی آج

دسوان منضیج ہے + پانچ سات دن کے بعد مسہل ہوگا + شب کو ناگاہ ایک زمین نئی خیال مین آئی + طبیعت نے راہ دی + غزل تمام کی + اُسی وقت سے یہ خیال مین تھا - کہ کب صبح ہو - اور کب یہ غزل نواب صاحب کو بھیجون + خدا کرے آپ پسند کرین - اور میرے قبلہ جناب میر امجد علی صاحب کو سنادین - اور میرے شفیق منشی نادر حسین خان صاحب اور اُنکے بھائی صاحب اُسکو پڑھین + پروردگار اس مجمع کو سلامت رکھے + فقط +

پیر و مرشد! شب رفتہ کو مینہ خوب برسا + ہوا مین فرط برودت سے گزند پیدا ہوگیا + اب صبح کا وقت ہے + ہوا ٹھنڈی بے گزند چل رہی ہے + ابر تنک محیط ہے + آفتاب نکلا ہے + پر نظر نہین آتا ہے +

مولٰنا غلام امام شہید

شاہ غلام محمدؒ کے بیٹے - قصبہ امیٹھی ضلع لکھنؤ کے رہنے والے تھے + ہندوستان کے مشہور شاعر - مداح نبی - عاشق رسول کے لقب سے مشہور تھے - نظم مین قتیل اور مصحفی کے شاگرد تھے + علوم متداولہ کی تحصیل مولوی حیدر علی صاحب کے خدمت مین کی تھی + فارسی زبان خوب جانتے تھے + فارسی نظم و نثر مین آغا سید اسمٰعیل مازندرانی کے شاگرد تھے + سرکار نظام سے چار سو تیس (۴۳۰) روپیہ سال بلا شرط خدمت مقرر تھے + وہ آخر وقت تک پاتے رہے + آپ کے آباؤ اجداد سب گوشہ نشین اور قناعت گزین تھے + لکھنؤ کے اطراف مین اور آگرہ - مراد آباد - رامپور - حیدرآباد - الہ آباد مین آپ کے مریدین بہت تھے + سالار جنگ بہادر - نواب کلب علی خان بہادر رئیس رامپور - سعید عالم خان رئیس سورت - اور اکثر اُمرا و رؤسا آپ کی بڑی عزت کرتے تھے + پیرانہ سالی مین آپ نے انتقال کیا +

اُردو نظم اور نثر رنگین جیسا کہ اُس زمانے کا رواج تھا - اچھی لکھتے تھے + کلام اپنا کبھی جمع نہین کیا + مجموعہ میلاد شریف اور انشاے بہار بےخزان اور قصائد و غزلیات کا ایک مجموعہ آپکی یادگار ہے +

تاج گنج کے روضے کی تعریف

آج قلم کا دماغ پھولون کی خوشبو سے معطر ہے + کاغذ کا صفحہ آنکھ کی سفیدی کی طرح منور ہے + نظر ڈورا رگ گل کی طور پر رنگین ہے + نگاہ کا رشتہ گلدستہ کے مانند بہار بین ہے + کس واسطے ؟ کہ مجھے ایک باغ اور مکان کی صفت لکھنی منظور ہے - جسکے سیر سے چشم مردم مین نور ہے + اُسکے صحن اور دالان مین خدا

قدرت کا گل کھلا ہے + چمن اور میدان مین صانع کی صنعت کا تماشا ہے + وہ کون مکان ؟ اور کیسا گلستان ؟ جو شاہجہان ایسے بادشاہ عالی جاہ کا قیام گاہ ہے + کون قصر ؟ اور کیسا ایوان ؟ جو جناب عالیہ بادشاہ بیگم کا آرامگاہ ہے + جس جگہ یہ دونون آفتاب ماہتاب سوتے ہین ۔ چاند اور سورج دن رات اُس زمین کے نثار ہوتے ہین + تاج بی بی کا روضہ جہان مین مشہور ہے ۔ اور ہر چمن اُسکا جنت کی خوشبو سے معمور ہے + اکبر آباد کیا ۔ بلکہ سارے ہندوستان کو اس مکان سے عزت ہوئی ہے + ہندوستان کیا ۔ بلکہ تمام روے زمین کو اُس سے زینت ہوئی ہے + اس چمن کی ہوا نے جو کلیون کی بو باس سے خیال کے دماغ کو معطر کر دیا ۔ تو باغ کی فضا نے دامن نظر کو گلچین کے دامن کی طرح پھولون سے بھر دیا +

سبحان اللہ ! ۔ کیا روضہ ہے ؟ ۔ کہ رضوان جسکے لُطف و لطافت سے راضی و خوشنود ہے + بارک اللہ ! ۔ کیا باغ ہے ! ۔ جس مین بہشت کی ہر نعمت موجود ہے + سورج اس باغ کا ایک زرد آلو ہے + چاند اس چمن کا گل شبو ہے ۔ پہلے دروازے کی بلندی دیکھنے کو جو آسمان گردن اور سر اُٹھائے ۔ تو اُسکو آفتاب کی پگڑی سنبھالنی دشوار ہو جاے + دونون بازو کے سرے سے محراب کی چوٹی تک کلام مجید کا سورہ چوب قلم سے جو لکھا ہے ۔ عقل اس طلسمات سے حیران ہے ۔ کہ ہر حرف جیسا نزدیک سے نظر آتا ہے ۔ ویسا دور سے دکھائی دیتا ہے + اس فن کے مبصر انصاف سے دیکھین ۔ کہ یہ بات کیسی مشکل اور کسطرح کی تقسیم کا ل ہے + سنگ مرمر پر سنگ موسی کی پچے کاری کہئے ۔ یا آنکھ کی سفیدی پر پتلیون کی سیاہی کی نموداری + حرف ہین ۔ یا کافور کے قرص پر مشک کے دانے پڑے ہین + لفظ ہین ۔ یا ہیرے کی تختی پر نیلم کے نگین جڑے ہین + مینار آسمان کی طرف تعجب کا ہاتھ اُٹھائے ہے ۔ کہ یہ خم دیکھئے ۔ اور اس بارگاہ کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ اور دم دیکھئے ۔ محراب کا خم ابرو سے اشارہ کر رہا ہے ۔ کہ اندر جا کر ذرا بہار کا عالم دیکھئے + نہین ! ۔ نہین ! ۔ غلطی ہوئی مجھسے ۔ بلکہ محراب کا اشارہ یہ ہے ۔ کہ پہلے حواس کو یہان طاق پر رکھ جائیے ۔ تب آگے قدم بڑھائیے + پس جو اُدھر چھ حکمت لانگنے کی عزیمت ہوئی ۔ تو اِدھر عقل اور حکمت رخصت ہوئی + سیر سے سیر ہونا تو نگاہ کے ہاتھ ہے ۔ لیکن حیرت یہان ہر قدم کے ساتھ ہے +

سب سے پہلے بہار کے علمدار بڑی شوکت اور شان کے ساتھ نظر پڑتے ہین یعنی دو رویہ سرو کے درخت نیکبخت جوان کی طرح حُسن کے جوبن سے اکڑتے ہین + زمرد کے جھاڑ کی تو کیا حقیقت ہے ؟ - جو اسکے ساتھ تشبیہ دون - مگر ہان لکھون - تو یون لکھون - کہ اچھے اچھے سبز پوش ہر قطار مین کھڑے ہو کر ناز و انداز سے انگڑائیان لے رہے ہین - یا غلمان بہشت سے آکر آسمان کو اس باغ کی خوبیون کی خبر دے رہے ہین + نشو و نما جو ہر چیز کو بڑھاتی ہے - شاید سرو ہی کے لباس مین کمربستہ یہان آتی ہے - یا آب و ہوا کی لطافت سے سرو کے پردے مین آپ ہی بڑھی جاتی ہے + دونون قطار کے درمیان جو ایک حوض زمین دوز اور طویل ہے - گویا فی سبیل اللہ سلسبیل ہے + صاف پانی سے بھرا ہوا ہے + اسمین ہر سرو کے مقابل ایک ایک فوارہ چھوٹ رہا ہے + اُدھر سرو نے زمرد کے فوارہ کا نقشہ اُڑا لیا - ادھر پانی کے فوارہ نے ہیرے کو پانی کر کے بہا دیا + بعد اسکے ایک مربع حوض جو بہت سُتھرا ہے - نہایت خوبصورت اور خوشنما ہے + آئینہ اُسے دیکھ حیرت مین آتا ہے - نگاہ کا قدم پھسلا جاتا ہے + بہشت کی نہر اسکا خزانہ ہے - آئینہ اُس کا آبدار خانہ ہے - بلکہ آئینہ مین یہ روانی کہان ؟ - اور وہ موجون کی سلسلہ جنبانی کہان ؟ + پانی اُسکا دودھ سے زیادہ مصفا ہے - برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے + چونہ جو شیر خشت ہو جائے - تو روا ہے + پتھر جو یخ در بہشت بنجائے - تو بجا ہے + چارون طرف سے فوارے چھوٹتے ہین - گویا آسمان سے تارے ٹوٹتے ہین + پانی کی زمین سے پانی کا درخت نکلنا - اور پانی ہی کے پھل پھول سے پھولنا پھلنا - خدا کی قدرت ہے + آئینے کے چشمے سے موج کا کھڑے ہو کر چلنا اور ہوا کے ساتھ زور کر کے اُچھلنا عجب حکمت ہے + عقل نے جب فکر کے دریا مین غوطہ لگایا - تو روضے کے اُدھر حوض کے واقع ہونے کا سبب یون سمجھ مین آیا - کہ نگاہ پہلے اُسمین نہا کر پاک ہو لے - تب روضے کے طواف کی آرزو کرے - اور ناطقہ پہلے اسکے پانی سے کلّیان کر کے مُنہہ صاف کر لے - تب بہار کی صفت مین گفتگو کرے + اس حوض کی یاد مین دریا کی پسلی پھڑکتی ہے - سینے مین آگ بھڑکتی ہے - جوش کھا کر دیکھنے آتا ہے - مگر دیوار سے سر ٹکرا کر پھر جاتا ہے + جس طرف آنکھ اُٹھائیے - اور جدھر خیال دوڑائیے - بیلا - چنبیلی - مونگرا - موتیا - چنپا - جوہی - کیتکی - کیوڑا - گلاب - سدا بہار - گیندا - داؤدی - گُلِ عباس - گُلِ مہندی - نازبو - گُلِ رعنا - گُلِ فرنگ - گُلِ چاندنی - شبو -

کلغا-سیوتی - دوپہری-سورج مکھی- لالہ نافرمان-سوسن ہزار زبان- نرگس حیران-قسم قسم رنگ برنگ کے پھول پھول رہے ہین + پیارے سہانے درختون پر صبح شام کی دھوپ چھاؤن کا عالم پتّون پر شبنم کی طراوت اور نم- ڈالیون پر چڑیون کا غل- پریون کی آپس مین چھیڑ چھاڑ- اور جوانون کے غول ہمجولیون کی ہنسی اور ٹھٹھول- کہین گُل کے قہقہے- کہین بُلبُل کے چہچہے ہین + مور اُدھر شور کرتا ہے- اِدھر مستون کا جنون زور کرتا ہے + کوئل وہان کوک اُٹھتی ہے- سینے مین یہان ہوک اُٹھتی ہے + پپیہا جو اُدھر بولا- پی کہان ؟ تو پھر یہان برن مین جی کہان ؟ + ڈیرے کی اُدھر نئے نئے طور پر دُھن ہے- اِدھر حیات کے جامے کی اُدھیڑ بن ہے + طوطی کی جو بات ہے- گویا نبات ہے + مینا کو شیرین کلامی سے کام ہے- ناکامون کا کام ہی تمام ہے + جگنو کا چمکنا- باغ کا مہکنا- دونون وقت کا ملنا- شبو کا لہکنا- سنبل کا بال بکھیرنا- مچھلیون کا حوض مین تیرنا- ہوا کا چلنا- دل کا مچلنا- سبزی کا لہلہاتا- چڑیون کا چہچہانا- شفق کا پھولنا- گلزار خیال کا تماشا دکھاتا ہے + یہ سماد یکھکر کوئی پھول سا پھولا نہین سماتا- کوئی بوئے گُل کی طرح گریبان پھاڑکر نکلا جاتا ہے + بیلا بے لاگ دل کو کھینچتا ہے- چنبیلی کی البیلی وضع پر روح شیدا ہے + مہندی کی ٹٹیون پر چاندنی لوٹ پوٹ ہے- جسکی بہار سے چاند کے جگر مین داغ اور دل پر چوٹ ہے + لالہ لعل سے بہتر- سبزہ زمرد کا ہمسر کیاریون کے کنارے کی ہری دوب کا شانی مخمل سے زیادہ خوب و مرغوب + درختون کے تھالے ہین- یا دودھ کے بھرے ہوئے پیالے ہین + آبشار ہے- یا آئینہ پشت بدیوار ہے + پانی کی چادر پر جو نقش و نگار ہے قلم قدرت کا یادگار ہے + نہر کی جو لسی اٹکھیلیون کی چال ہو- تو دل کیونکر نہ پامال ہو؟ + مہتاب سرو کے ساتھ ہم آغوش ہے- یا کوئی جوان سبز رنگ بادلہ پوش ہے + گلنار کو دیکھکر لعل انگارون پر لوٹتا ہے + سبزے کے رشک سے زمرد زہر کھاتا ہے + یہ لالے ہین- یا آتش کے پرکالے ہین- جسکے دیکھنے سے جینے کے لالے پڑتے ہین- اور دل ہی دل مین داغ بڑھتے ہین- چاندنی نے سبزہ مین کھیت کیا ہے- یا سبز مخمل پر مقیش کتر کے چھڑک دیا ہے + کلغے کو قلم کرکے ایسا برابر کیا ہے- کہ اُسکے پتّے اور پھولون سے گویا سبز اور سُرخ بوٹیون کا غالیچہ بچھا دیا ہے + مولسری کی بھینی بھینی خوشبو ہے- تو صبا کو اسی کی جستجو ہے + یہ ہارسنگھار کی گلکاریان ہین- یا آگ کی چنگاریان ہین + بیر بہوٹیان رینگتی ہین- یا یاقوت کا خون بہ چلا + لالہ زار چمن مین کھلا- یا چنار سے شعلہ نکل پڑا + اگر

آب وہوا کی لطافت یہی ہے ۔ تو موتی صدف سے نکلکر کلیون کا روپ دکھلائیگا۔ اور مچھلی کا کانٹا سبز
ہوجائیگا + میوے کا نام زبان پر آیا۔ اور حلاوت کے مُنہ مین پانی بھر آیا + کولا۔ سنگترہ ۔ رنگترہ ۔ چکوترہ۔
نارنگی ۔ لیمو۔ زردآلو۔ شفتالو۔ انار۔ سیب ۔ بہی ۔ انگور۔ اننناس ۔ ناشپاتی ۔ کیلا۔ بیر ۔ کمرکھ ۔ شریفہ۔
کٹھل ۔ بڑہل ۔ انبہ ۔ انبلی ۔ جامن ۔ پھلیندا ۔ امرود ۔ شہتوت ۔ پونڈا ۔ کھرنی ۔ کوئی ایسا پھل نہین ہے
جو اس باغ مین نہ ہوتا ہو + اور ساگ ترکاری سے لیکر جڑی بوٹی تک کوئی ایسی شے نہین ۔ جسے باغبان
نہ بوتا ہو + کہین کوے سنگترے سے چمن کا چمن آگ بھبوکا ہوگیا ۔ کہین فالسے کی رنگت سے زمین کا دامن
اودا ہوگیا + سیب سے آسیب کی زحمت دفع ہوجاتی ہے + بہی بدن مین فربہی لاتی ہے + ناشپاتی سے
روح راحت پاتی ہے + انار نے خلق کے مُنہ یاقوت اور موتیون سے بھر دیئے + نازنینون کے دانت
کھٹے کر دئے + ادنیٰ میوہ یہان کا اخروٹ ہے ۔ جسپر ستارون کا دل لوٹ پوٹ ہے + آسمان دن رات
سو سو طرح تاک جھانک مین رہا ۔ تب انگور کی ٹٹی سے ایک خوشہ پروین کا کچا لے بھاگا + سو یا وصف
اس پختہ کاری کے ابتک پچا نہ سکا + کیلا یہان ایک ایک گود مین ہزار ہزار پھلتا ہے ۔ ماہ تو وہان آسمان پر
اکیلا نکلتا ہے + اس زمین کا اگر خربزہ یا سردا ہے ۔ پوست مین مغز اُسکا تر حلوا ہے + ہندوانہ مرغ روح
کا آشیانہ ہے ۔ جسمین ایک ہی جگہ موجود آب و دانہ ہے + شہتوت تمام عالم کا قوت + انجیر بالکل شکر و شیر +
امرود حلوا سے سیے دود + انبہ نازنینون کے ہونٹون پر مہر خاموشی ہے ۔ کہ میرے سامنے شیرینی کا دعویٰ
ناحق کوشی ہے ۔ دوات قلم کی زبان چوستی ہے ۔ گویا نے شکر ٹھہرایا + قلم کاغذ کو چاٹتا ہے ۔ آپ چپٹا بنا ۔
اور اُسکو مصری بنایا + مالی ڈالیان سرون پر لئے جا بجا کھڑے ہین ۔ انعام کے لئے اڑے ہین +
کوئی پھولون کا ہار لاتا ہے ۔ کوئی گلدستہ دور سے دکھاتا ہے + پھر جو روضہ نظر آیا ۔ تو وہ سمان آنکھون
مین سمایا ۔ کہ نہ دیدے نے خواب کی آنکھون سے کبھی دیکھا ۔ نہ شنید نے خیال کے کانون سے کہین سُنا +
الٰہی ! ۔ یہ روضہ ہے ۔ یا خلد برین ۔ آسمان ہے + یا زمین + سُنہرا کلس ہے ۔ یا سورج کی کرن + گنبد
ہے ۔ یا نور کا مسکن + قبرستان ہے ۔ یا روضہ رضوان + مکان ہے ۔ یا جواہرات کی کان + جو پتھر ہے ۔
جواہرات سے بہتر ہے + صبح نے مرمر کے ایسی صفائی پائی ۔ تب سنگ مرمر کی صورت بنائی +

سنگ موسیٰ کو شعلۂ تجلی نے طور پر جلایا۔ تب اس درگاہ کے صرف مین آیا + کلس کا سایہ دریا مین ایسا رہتا ہے۔ جیسا برج آبی مین آفتاب۔ حوض مین چاند ایسا نظر آتا ہے۔ جیسا دریا مین حباب + دیوار مین مُنہ نظر آتا ہے۔ گویا آئینہ ہے۔ جِلا کیا ہوا + گنبد سے دماغ تازہ ہوتا ہے۔ گویا قرابہ ہے گلاب سے بھرا ہوا + صبح کی طباشیر استرکاری کے صرف مین لائی گئی۔ جو ابتک وہی نور کا عالم دکھاتی ہے + رات کا مشک اور شفق کی زعفران بیسکر گارے مین ملائی گئی۔ جو آجتک وہی خوشبو دماغ مین آتی ہے + آفتاب کے ترنج کا عرق نچوڑ کر ماہتاب کے پیالے مین موتی کی آب سے ملایا تھا۔ جو چونے مین یہ نور اور ایسی صفائی ہے + بہشت کے کافور کو شفق کے ساتھ آفتاب کے کھرل مین پیسکر صبح کے دامن مین چھانا تھا۔ جو رنگ نے یہ آب و تاب پائی ہے + جالیون کی نزاکت مین عقل کام نہین کرتی۔ کہ پتھر کو موم کرکے بال کا قلم پار کردیا۔ یا خیال کا جالا سمجھ کر نگاہ کی نوک سے جیسا چاہا کام بنالیا + ہر ایک جالی مین وہ ملاحت ہے۔ کہ دیکھنے مین پتھر کی حالت ہے۔ کاغذ کی وصلی پر حرفون کا اُبھار ہین تو معلوم بھی ہوتا ہے۔ یہان پتھر پہ پتھر کی پچے کاری کا نہ جوڑ نظر آتا ہے۔ نہ پیوند۔ اور نہ جوڑ کہین سے پست ہے۔ نہ بلند + بس کر شہید! بس کر + اب لکھنے کی مت ہوس کر +

رقعہ تہنیت و تعزیت آمیز

مجموعہ انشاے شیرین زبانی۔ دیباچہ کتاب سخن معانی زاد حشمتہٗ + قلم بعد تشریح مراتب اشتیاق و آرزومندی کے تعزیت کے مضمون سے آنسو بھی بہاتا ہے۔ اور کچھ خوشی مین آکر مبارکباد کا مضمون بھی زبان پر لاتا ہے + زمانہ مین خوشی و غم دونون کا چولی اور دامن کا ساتھ ہے۔ اور دُنیا مین دھوپ چھاؤن کی طرح شادی کے ہاتھ مین ماتم کا ہاتھ ہے + دو پھول ایک ہی شاخ مین پھولتے ہین۔ ایک دولھا دلھن کے سہرے کے کام آتا ہے۔ دوسرا میت کی تربت پر چڑھایا جاتا ہے + دو موتی ایک سیپ مین پیدا ہوتے ہین۔ ایک بادشاہ کے تاج مین لگاتے ہین۔ دوسرے کو کھرل مین پیسکر دوا مین ملاتے ہین۔ ایک ہی کافور سے دو شمعین بنتی ہین۔ ایک محفل سرود کے کام آتی ہے۔ دوسری مُردے کے

مزار پر جلائی جاتی ہے + چمن مین کلی اگر کھل کھلا کر ہنستی ہے۔ شبنم بے اختیار اُسکے ہنسنے پر روتی ہے + جس باغ مین خزان ہو۔ وہان بہار بھی ہے۔ اور جہان گُل ہو۔ وہان خار بھی ہے + بادام کے پوست اور مغز کو دیکھئے۔ کہ نرمی اور سختی ایک ہی جگہ نمود ہے + برف کو سوچئے۔ تو گرمی اور سردی اسکے ساتھ ہی ہوتی ہے + سُرخی اور زردی گُل رعنا کی دلیل ہے + تقدیر نے اگر صبح کو لباس سفید خوشی کا پہنایا۔ تو شام کے واسطے جامہ سیاہ ماتمی بنایا + حاصل یہ۔ کہ آپکے والد ماجد نے عین عید کے دن انتقال فرمایا۔ گویا اسی گروش لیل و نہار کی خزان و بہار کا تماشا دکھایا۔ اور اس غم نے تقدیر رولایا تھا۔ آپکی شادی نے ناتا ہی ہنسایا + اس افسوس مین آسمان جو ماتمی لباس پہنے نظر آیا۔ تو شفق کی سُرخی نے وہین خوشی کا رنگ بھی دکھایا + رنج مین دو ہتّڑ جو پہلے منہ پر مارا۔ تو پھر خوشی مین وہی دونون ہاتھ اُٹھا کر یون دعا مانگی۔ کہ خدا اُس مرحوم کو جنّت نصیب کرے۔ اور آپ سلامت رہین۔ اور یہ شادی مبارک ہو + بندہ بھی

اداے رسم فاتحہ خوانی و شرکت محفل شادمانی کے واسطے ضرور حاضر ہوگا + زیادہ والسلام +

آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر

پیدائش دہلی ۱۸۱۷ء وفات علی گڈھ ۱۸۹۸ء

سر سید ۱۷ اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی مین پیدا ہوئے + علوم رسمیہ کے تحصیل کے بعد ۲۲ سال کی عمر مین ابتداءً دہلی کی صدر امینی کی کچہری مین سررشتہ دار مقرر ہوئے + اسکے بعد کمشنری آگرہ مین نائب منشی ہوئے + ۲۴۔ دسمبر ۱۸۴۱ء مین مین پوری کے منصف ہوئے + وہان سے فتحپور سیکری۔ پھر دہلی آئے + ۱۸۵۵ء مین بجنور کے مستقل صدر امین ہوئے + ۱۸۵۸ء مین مراد آباد کے صدر الصدور (سب جج) مقرر ہوئے + وہان سے غازیپور۔ علی گڈھ۔ بنارس مین سب ججی کے عہدہ کے فرائض انجام دیتے رہے + یکم اپریل ۱۸۶۹ء کو بنارس سے ولایت روانہ ہوئے + ۲۔ اکتوبر ۱۸۷۰ء کو ہندوستان واپس آکر ۲۴۔ مئی ۱۸۷۵ء کو علی گڈھ مین مدرسۃ العلوم کی بنیاد ڈالی ۱۸۴۲ء مین بہادر شاہ کے دربار سے آپ کو جواد الدولہ عارف جنگ کا خطاب عطا ہوا + ۶۔ اگست ۱۸۶۹ء کو سرکار انگلشیہ سے سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب اور تمغہ ملا + ۱۸۷۶ء مین پنشن لیکر اپنی زندگی کو اپنی قوم کے لئے وقف کر دیا + ۲۷۔ مارچ ۱۸۹۸ء بمقام علی گڈھ ۸۱ برس کی عمر مین آپ نے انتقال فرمایا۔ اور اپنے قائم کئے ہوئے کالج کی مسجد کے بیرونی حصے مین دفن ہوئے +

سر سید نے ۱۷۔ ۱۸۔ برس کے سن سے مضامین لکھنے شروع کئے۔ لیکن ۱۸۵۵ء تک اُنکا طرز تحریر زمانہ کے

قدیم روش کے موافق تھا + مگر اُسوقت مین بھی سادگی اور بے ساختگی اُنکی تحریر مین پائی جاتی تھی + ۱۸۵۷ء کے بعد سے آپنے اپنا طرز تحریر بالکل بدلدیا +

سرسید کے کلام مین تشبیہین - استعارے - کنائے - مثلین - تلمیحین - نہایت لطیف ہین + قدرت بیان حد سے زائد ہے + ۱- **سرسید** کے قلم مین ہر مطلب کو اُسکے مناسب پیرایہ مین بیان کرنیکی بیحد قابلیت تھی + ۲- مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مطلب کو اسطرح سلجھا کر ادا کرجاتے - کہ جو مضمون لفظون مین سماتا نظر نہ آتا ہو - وہ ایسی خوبی سے ادا ہوجاے - جیسے انگوٹھی پر نگین جڑ دیا + ۳- واقعات اور حالات کے حسن و قبح کی تصویر اسطرح کھینچتے - کہ جو بُرائیان بسبب الفت و عادت کے دلون مین کھپ گئی ہون - انکی بُرائی - اور جو خوبیان سوسائٹی کے اثر سے نظرون سے چھپ گئی ہون - انکی خوبی فوراً دلون پر نقش ہوجاے +

مولنا حالی اپنی کتاب **حیات جاوید** مین لکھتے ہین - کہ **سرسید** نے اُردو زبان اور اُردو لٹریچر کو طرح طرح کی مدد پہونچائی ہے - مگر جو بے بہا مدد خاصکر اُنکے لٹریری ورکس سے اُردو لٹریچر کو پہونچی ہے - اُسکے لحاظ سے اُنکو **فادر آف اُردو** کہنا کچھ مبالغہ نہین + **سید** کے طرز تحریر مین یہ خصوصیت تھی - کہ اُس کی لطافت اور خوبی کے سبب لوگ عموماً اُسکو شوق اور توجہ سے پڑھتے تھے - اور اُسکی سادگی اور بے تکلفی دیکھکر ہرایک کے دل مین ویسا ہی لکھنے کا حوصلہ پیدا ہوتا تھا - اسلئے جو صفائی اور سلاست اور تہذیب اور شائستگی اور گھلاوٹ عام تحریرون مین دیکھی جاتی ہے - اور مضمون نگاری کا جو سلیقہ اخباری دُنیا مین پھیلا ہے - یہ سب اِسی ایک قلم کی آوازِ بازگشت ہے + سب سے زیادہ زوردار اور باآثر آپکی اسپیچین ہوتی تھین - مگر وہ اکثر پولیٹکل یا مذہبی معاملات پر ہین - اسلئے اس انتخاب مین لانے کے لائق نہین + آپ کی علمی تصانیف سے **سلسلۃ الملوک - آثار الصنادید - اسباب بغاوت ہند** وغیرہ اور **لکچرون** کا مجموعہ - اور صدہا مفید مضامین یادگار ہین - جو **تہذیب اخلاق** اور **علی گڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ** مین چھپے ہین +

تعلیم وتربیت

تعلیم وتربیت کو ہم معنی سمجھنا بڑی غلطی ہے - بلکہ وہ جدا جدا دو چیزین ہین - جو کچھ کہ انسان مین ہے اُسکو باہر نکالنا انسان کو تعلیم دینا ہے - اور اُسکو کسی کام کے لائق کرنا اُسکا تربیت کرنا ہے + مثلاً جو قوتین کہ خدا ے تعالے نے انسان مین رکھی ہین اُنکو تحریک دینا اور شگفتہ وشاداب کرنا

انسان کی تعلیم ہے۔ اور اُسکو کسی بات کا مخزن اور مجمع بنانا اُسکی تربیت ہے +

انسان کو تعلیم دینا درحقیقت کسی چیز کا باہر سے اُسمین ڈالنا نہین۔ بلکہ اُسکے دل کے سوتون کا کھولنا۔ اور اندر کے سرچی چشمہ کے پانی کو باہر نکالتا ہے۔ جو صرف اندرونی قویٰ کو حرکت مین لانے اور شگفتہ و شاداب کرنے سے نکلتا ہے + اور انسان کو تربیت کرنا۔ اُسکے لئے سامان کا مہیا کرنا۔ اور اُس سے کام لینا ہے + جیسے جہاز تیار ہونے کے بعد اُسپر بوجھ لادنا۔ اور حوض بنا نیکے بعد اُسمین پانی کا بھرنا + پس تربیت پانے سے تعلیم کا بھی پانا ضرور نہین ہے + تربیت جتنی چاہو کرو۔ اور اُسکے دل کو تربیت کرتے کرتے مُنہ تک بھر دو۔ مگر اُس سے دل کی سرچی سوتین نہین کھُلتین بلکہ بند ہو جاتی ہین + اندرونی قویٰ کو حرکت دیئے بغیر تربیت تو ہو جاتی ہے۔ مگر تعلیم کبھی نہین ہوتی + اسلئے ممکن ہے کہ ایک شخص کی تربیت تو بہت اچھی ہو اور تعلیم بہت بُری ہو +

اس تقریر سے ہمارا مطلب یہ ہے۔ کہ تمام خرابیان جو ہم پر نازل ہوتی ہین۔ اُسکی جڑ یہی ہے۔ کہ ہمنے اپنے دل کو۔ اپنے اندرونی قویٰ کو۔ بالکل خراب کر دیا ہے + علم جو حاصل کرتے ہین۔ وہ بھی بعوض اسکے کہ روحانی قویٰ کو شگفتہ و شاداب کرے۔ اُنکو پژمردہ بلکہ مردہ کر دیتا ہے۔ اور ہمارے قویٰ کو جو درحقیقت سرچی سرچشمے تمام نیکیون کے ہین۔ بالکل کمزور اور ناکارہ کر دیتا ہے۔ اور ہماری حالت تمام معاملات مین۔ کیا دین کے اور کیا دُنیا کے۔ خراب ہوتی چلی جاتی ہے + پس ہم کو اپنے پر رحم کرنا چاہیئے۔ اور ایسی تعلیم اختیار کرنی چاہیئے۔ جو اندرونی قویٰ کو شگفتہ و شاداب کرے۔ اور دل کے سوتون کو کھول کر سرچی چشمہ سے پانی باہر نکالے۔ جس سے ہماری زندگی سرسبز و شاداب ہو +

تعلیم

تعلیم سے ہماری مراد موافق عرف عام کے لکھنا پڑھنا سیکھنے سے ہے + ہر زمانے مین لاکھون کروڑون آدمی مختلف مقاصد سے لکھنا پڑھنا سیکھتے رہے ہین + عام مقصد جس کے سبب سے تعلیم پر توجہ ہوتی ہے۔ خواہ تعلیم پانے والے خود اُسپر متوجہ ہون۔ یا اطفال کے مربی

نے اطفال کی تعلیم پر توجہ کی ہو۔ یہ ہے کہ اُنکے ذہن مین یہ بات سمائی ہوئی ہوتی ہے۔ کہ ایک جاہل کندۂ ناتراش سے لکھا پڑھا آدمی زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ اور وہ تعلیم جس درجہ کی ہوئی ہو۔ زندگی کے کاروبار مین اُسکے لئے نہایت مفید اور کارآمد ہوتی ہے +

اُن تعلیم پانے والون مین لاکھون آدمی تو ایسے ہوتے ہین۔ کہ ادنیٰ درجہ تعلیم تک پہونچکر۔ اور کچھ متوسط درجے کی تعلیم تک پہونچکر رہ جاتے ہین۔ اور چند ایسے ہوتے ہین۔ کہ متوسط درجہ کی تعلیم سے آگے بڑھتے ہین۔ اور اپنے مذاق کے موافق علم کی شاخون مین سے کسی شاخ کی تکمیل پر مائل ہوتے ہین + کوئی شاعر بننا چاہتا ہے۔ کوئی ادیب۔ کوئی فلسفے مین ترقی کرتا ہے۔ اور کوئی ریاضیات مین۔ اور کوئی دینیات مین۔ علیٰ ہذالقیاس۔ مگر ہر ایک کے ساتھ حصولِ معاش کا خیال لگا رہتا ہے۔ اور جو کچھ وہ حاصل کرتا ہے۔ یا کرنا چاہتا ہے۔ اُسکو ذریعہ حصول معاش ضرور سمجھتا ہے +

تعلیم بغیر اِسکے۔ کہ اُسکے حاصل کرنے کے لئے کوئی زبان اختیار کی جاوے۔ غیر ممکن ہے + جس زمانے مین جس زبان کا عروج ہوتا ہے۔ وہی زبان اُسکے لئے اختیار کی جاتی ہے + یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے۔ کہ جس ملک مین جو زبان حکومت کرتی ہے۔ اُسی زبان کا عروج ہوتا ہے + خلفائے بنی اُمیہ اور بنی عباس کے زمانے مین عربی زبان کا عروج تھا + ہر شخص اسی زبان مین علوم کو سیکھنا چاہتا تھا + ہندؤن کے زمانے مین ہندوستان مین سنسکرت زبان کا عروج تھا + اُسی کو لوگ اختیار کرتے تھے + جب مسلمانون کی عملداری ہندوستان مین ہوئی۔ تو فارسی زبان کا عروج ہوا۔ اور سب نے فارسی زبان مین تعلیم پانا اختیار کیا + اب ہندوستان مین انگریزی حکومت ہے۔ جسکی زبان انگریزی ہے۔ اور اُسی زبان کو عروج ہے + اسلئے ہر شخص اسی زبان کے اختیار کرنے پر مائل ہے +

اکثر حکام کا اور نیز بہت سے لوگون کا یہ خیال ہے۔ کہ لوگ صرف سرکاری نوکری حاصل کرنے کو انگریزی پڑھتے ہین + مگر غور کرنے کی بات ہے۔ کہ ہر سال ہندوستان کی یونیورسٹیون سے سیکڑون۔ بی۔ اے۔ اور ایم۔ اے۔ ڈگری پاتے ہین۔ اور انکو یقین کامل ہوتا ہے۔ کہ گورمنٹ کے پاس اسقدر نوکریان نہین ہین۔ کہ وہ اس جم غفیر بی۔ اے اور ایم۔ اے۔ ڈگری یافتون کو دے سکے۔ پس یقینی

ڈگری یافتہ طالبعلموں کو اسکا یقین ہے۔ کہ سب کو سرکاری نوکری نہین ملسکتی۔ باوصف اس یقین کے جو وہ انگریزی پڑھنے پر مشغول ہین۔ تو ضرور ہے۔ کہ سوائے ملازمت سرکاری کے اور کسی ذریعہ سے بھی اُنکو معاش حاصل کرنے کا خیال ہے۔ یا اس بات کا یقین ہے۔ کہ انگریزی پڑھا ہوا بن انگریزی پڑھے ہوئے سے دنیوی کاروبار کے لئے زیادہ مفید اور کارآمد ہے۔ بہرحال یہ بات غلط ہے۔ کہ ہر ایک۔ بی۔ اے۔ اور ایم۔ اے۔ سرکاری ملازمت حاصل کرنے کے لئے پڑھتا ہے۔ اور نہ ملنے کے سبب سرکار سے ناراض ہوتا ہے۔ کیونکہ اسکو پہلے سے یقین ہے۔ کہ سرکار سب کو نوکری نہین دیسکتی + ہان جب موقع ہاتھ آتا ہے۔ تو ہر ایک سرکاری ملازمت ملنے کی کوشش کرتا ہے۔ جو اُسکو ضروری کرنی چاہئے +

اس زمانے کی تعلیم مین جو بذریعہ انگریزی زبان کے ہوتی ہے۔ اور اگلے زمانے کی تعلیم مین جو بذریعہ عربی کے ہوتی تھی۔ یہ فرق ہے۔ کہ اگلے زمانے مین تعلیم کا سامان ایسا موجود اور مہیا تھا۔ کہ ہر شخص جو علم کی کسی شاخ مین یا شاخون مین اس زمانے کے موافق اعلیٰ درجہ کی تعلیم پانا اور اس فن کا ماسٹر ہونا چاہے۔ تو ہو سکتا تھا۔ اور سوسائٹی جو اُس زمانے مین موجود تھی۔ اس تعلیم کی مدد کرتی تھی۔ اور اسپر عمدہ اخلاقی اثر ڈال کر اُسکو اس سوسائٹی کے لائق کر دیتی تھی + اگلے زمانے کی سوسائٹی بلحاظ اخلاق اور حُسن معاشرت کے ایسی عمدہ تھی۔ کہ اُس مین کوئی نقص اس زمانے مین بھی نہین نکالا جا سکتا۔ مگر افسوس ہے کہ زمانے کے انقلاب کے ساتھ وہ خود قائم نہ رہی +

اس زمانے کی تعلیم جو انگریزی زبان کے ذریعہ سے ہندوستان مین ہوتی ہے۔ اُسکے لئے کوئی ایسا سامان نہین ہے۔ کہ جو شخص کسی علم کی کسی شاخ مین اعلیٰ درجہ کی تعلیم پانا چاہے۔ تو اعلیٰ درجے کی تعلیم پا کر اس فن کا ماسٹر ہو سکے + ہندوستان مین اعلیٰ تعلیم دینے والی وہ یونیورسٹیان ہین۔ جو ہندوستان مین موجود ہین + وہ بلاشبہہ۔ بی۔ اے۔ اور ایم۔ اے۔ کی ڈگریان دیتی ہین۔ مگر اس تعلیم کو اعلیٰ تعلیم کہنا ہمارے نزدیک محض ناواجب ہے۔ بلکہ وہ علم کی بعض شاخون مین اوسط درجے کی تعلیم ہے۔ اور بعض شاخون مین ادنیٰ درجے کی تعلیم کا رتبہ رکھتی ہے +

بالفعل جو باتباع احکام یونیورسٹیون کے اسکے ماتحت کالجون مین تعلیم دیجاتی ہے۔ وہ زیادہ تر کتابی اور دماغی تعلیم سے متعلق ہے اس قسم کی تعلیم کا نتیجہ ضرور وہی ہونا چاہئے۔ جو مسٹر کردل نے اپنے لکچر مین بیان کیا ہے۔ اور جسکو اودھ اخبار نے اُردو زبان مین لکھا ہے + اُنھون نے فرمایا کہ تعلیم کا منشا یہ نہین ہے۔ کہ چند آدمیون کی دولت بڑھ جاے۔ یا آنکہ غربا کی بمقابلہ باقی ماندہ اشخاص کے زیادہ رعایت کی جاے۔ اور نہ تعلیم کا منشا یہ ہے۔ کہ اسکے ذریعہ سے لوگ صرف اپنی باہمی محافظت کرین۔ یا سوداگری اور تجارت ہی کو ترقی دین۔ بلکہ تعلیم کی خاص غایت اور اصل منشا یہ ہے۔ کہ لوگ نیک محضر اور عمدہ قسم کے باشندے ہو جائین۔ اور وہ خاموشی حاصل کرین۔ جو زندگی کے بے داغ رہنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور لوگون کے سوشل اور اخلاقی خصائل کی تکمیل کرین۔ اور اُن بھاری اور عمدہ کامون کا حوصلہ دلائین۔ جن سے ملک کی عزت اور زینت ہوتی ہے۔

سر ولیم میکورتھ ینگ نے جو ڈگری یافتہ طالب علمون کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اُسکا اصل بھی وہی ہے۔ جو مسٹر کردل نے اپنے لکچر مین کہا تھا + سر ولیم میکورتھ ینگ نے ڈگری یافتہ طالب علمون کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ "اُن کی ڈگریان اس بات کے لئے ہین۔ کہ وہ اپنے یومیہ معاملات اور گفتگو مین معزز برتاؤ اختیار کرین + اخلاق اور عمدہ تعلیم کی ترقی مین مدد دین۔ سوشل انتظام اور اپنے ہم جنسون کی بہبودی کے قائم رکھنے مین کوشان رہین + الغرض ایک بھاری سلطنت کے سربرآوردہ شہریون کے فرائض ادا کرتے رہین" +

مگر ہماری راے مین اخلاقی تعلیم صرف کتابون کی تعلیم سے حاصل نہین ہوتی۔ بلکہ عمدہ سوسائٹی اس کی تعلیم دیتی ہے + ہندوستان مین جو قدیم سوسائٹی علما اور نیک۔ خداپرست۔ رحم دل نیک خصلت لوگون سے مرکب تھی۔ وہ مدت ہوئی کہ مردہ ہو گئی ہے۔ اور نئی سوسائٹی جو زمانہ حال کے موافق ہو۔ ابتک قائم نہین ہوئی۔ یا مکمل نہین ہوئی + اسلئے وہ نتائج جسکا ذکر مسٹر کردل نے اپنے لکچر مین کیا۔ یا سر ولیم میکورتھ ینگ نے ڈگری یافتہ طالب علمون سے خواہش کی۔ حاصل نہین ہوتی +

ہم اس بات کو جیسا کہ اودھ اخبار نے لکھا ہے۔ نہایت مفید اور ضروری سمجھتے ہین کہ اسکول

ماسٹرون کو چاہئے - کہ اپنے شاگردون کے نقش ذہن کرتے رہین - کہ وہ اعلیٰ درجہ کا چلن اور شریفانہ اُلوالعزمیان اختیار کرین - اور اسی طرح ہمارے کالجون کے پروفیسرون کو بھی منجملہ ایسے لوگون کے ہونا چاہئے جن مین خیالات عالیہ پائے جاتے ہون + مگر ہماری رائے مین جب تک کہ خود اسی قوم کے چند لوگ اس قوم کی سوسائٹی کے مہذب کرنے پر آمادہ نہ ہون - اور دلی سعی اور کوشش نہ کرین - سوسائٹی کی حالت درست نہین ہوسکتی - اور یہی سبب ہے کہ باوجودیکہ کئی قرن گورنمنٹ کو ہندوستانیون کو تعلیم دیتے ہوئے گزرے - مگر اُنکی سوسائٹی کی حالت اب تک درست نہین ہوئی +

نہایت مشکل یہ ہے - کہ دُنیا مین کسی قوم کی سوسائٹی اور سوشل حالت ایسی نہین ہے - کہ جسمین ایسے امور بھی شامل ہون - جنکی بنا، غلط یا صحیح طور پر مذہبی امور پر مبنی ہونی نہ کی جاتی ہو + پس اگر وہ امور ترقی سوسائٹی کے مانع ہین - اور غلطی سے اُنکی بنا مذہبی امور پر کی جاتی ہے - تو جب تک اُسی قوم کا کوئی شخص غلطی کو ظاہر نہ کرے - اور اس مانع کے رفع کرنے مین کوشش نہ کرے - تو وہ رفع نہین ہوسکتی + غیر قوم کے شخص کا اُس امر مانع پر متنبہ کرنا گو وہ کیسا ہی سچ کہتا ہو - مخالف اثر پیدا کرتا ہے - اور یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ شخص بسبب اختلاف قومی یا مخالفت مذہب کے ایسا کہتا ہے - اگرچہ ہم قوم اور مذہب والے پر بھی ہزارون شخص طرح طرح کے اتہام لگاتے ہین - اور اسکی بات کی سماعت نہ ہونے پر کوشش کرتے ہین - اور گورنمنٹ تو ایسی کوئی بات جس سے مذہب مین مداخلت کرنیکا شبہہ بھی ہو - اختیار نہین کرسکتی + غرض کہ اخلاقی اور شریف النفسی کی تعلیم عمدہ سوسائٹی پر منحصر ہے - اور انگریزی گورنمنٹ سوائے تعلیم دینے کے اور کوئی طریقہ اختیار نہین کرسکتی جس سے ہندوستانیون مین سوسائٹی کی حالت اچھی ہو - اور عمدہ سوسائٹی اُنکی بتجائے

گذرا ہوا زمانہ

برس کی اخیر رات کو ایک بڈھا اپنے اندھیرے گھر مین اکیلا بیٹھا ہے + رات بھی ڈراونی اور اندھیری ہے + گھٹا چھا رہی ہے + بجلی تڑپ تڑپ کر کڑکتی ہے + آندھی بڑے زور سے چلتی ہے + دل کانپتا ہے - اور دم گھبراتا ہے + بڈھا نہایت غمگین ہے - مگر اُسکا غم نہ اندھیرا

گھیر رہے ہے۔ نہ اکیلے پن پر۔ اور نہ اندھیری رات اور بجلی کی کڑک اور آندھی کی گونج پر۔ اور نہ برس کی اخیر رات پر + وہ اپنے پچھلے زمانہ کو یاد کرتا ہے۔ اور جتنا زیادہ یاد آتا ہے۔ اتنا ہی غم بڑھتا ہے + ہاتھوں سے ڈھکے ہوئے موںہہ پر آنکھوں سے آنسو بہے چلے جاتے ہین +

پچھلا زمانہ اُسکی آنکھون کے سامنے پھرتا ہے + اپنا لڑکپن اُسکو یاد آتا ہے۔ جبکہ اُسکو کسی چیز کا غم اور کسی بات کی فکر دل مین نہ تھی + روپیہ اشرفی کے بدلے ریوڑی اور مٹھائی اچھی لگتی تھی + سارا گھر ماں باپ۔ بھائی بہن اُسکو پیار کرتے تھے + پڑھنے کے لئے چھٹی کا وقت جلد آنے کی خوشی مین کتابین بغل مین لے مکتب مین چلا جاتا تھا + مکتب کا خیال آتے ہی اُسکو اپنے ہم مکتب یاد آتے تھے + وہ اور زیادہ غمگین ہوتا تھا۔ اور بے اختیار چلا اُٹھتا تھا۔ "ہاے وقت! ۔ہاے وقت!۔ ہاے گذرے ہوئے زمانے!۔ افسوس!۔ کہ مین نے تجھے بہت دیر مین یاد کیا!"

پھر وہ اپنی جوانی کا زمانہ یاد کرتا تھا۔ اپنا سُرخ سفید چہرہ۔ سڈول ڈیل۔ بھرا بھرا بدن۔ رسیلی آنکھین۔ موتی کی لڑی سے دانت۔ اُمنگ مین بھرا ہوا دل۔ جذباتِ انسانی کے جوشوں کی خوشی۔ اُسے یاد آتی تھی۔ اُس آنکھون مین اندھیرا چھائے ہوئے زمانہ مین ماں باپ جو نصیحت کرتے تھے۔ اور نیکی اور خداپرستی کی بات بتاتے تھے۔ اور یہ کہتا تھا کہ "آہ ابھی بہت وقت ہے"۔ اور بڑھاپے آنیکا کبھی خیال بھی نہ کرتا تھا۔ اُسکو یاد آتا تھا اور افسوس کرتا تھا کہ کیا اچھا ہوتا اگر جبھی اِس وقت کا خیال کرتا اور خداپرستی اور نیکی سے اپنے دل کو سنوارتا۔ اور موت کے لئے طیار رہتا! آہ وقت گذر گیا! آہ وقت گذر گیا!۔ اب پچھتائے کیا ہوتا ہے؟ افسوس!۔ میٹنے اپنے تئین ہمیشہ یہ کہکر برباد کیا۔ کہ "ابھی وقت بہت ہے" +

یہ کہکر وہ اپنی جگہ سے اُٹھا۔ اور ٹٹول ٹٹول کر کھڑکی تک آیا + کھڑکی کھولی + دیکھا کہ رات ویسی ہی ڈراونی ہے + اندھیری گھٹا چھا رہی ہے + بجلی کی کڑک سے دل پھٹا جاتا ہے + ہولناک آندھی چل رہی ہے + درختون کے پتے اُڑتے ہین۔ اور ٹہنے ٹوٹتے ہین + تب وہ چلا کر بولا۔ "ہاے!۔ ہاے!۔ میری گذری ہوئی زندگی بھی ایسی ہی ڈراونی ہے جیسی یہ رات" + یہ کہکر پھر اپنی جگہ آ بیٹھا +

اتنے مین اُسکو اپنے ماں۔ باپ۔ بھائی۔ بہن۔ دوست۔ آشنا یاد آئے۔ جنکی ہڈیان قبرون مین

گل کر خاک ہو چکی تھیں، ماں گویا محبت سے اُسکو چھاتی سے لگائے آنکھوں مین آنسو بھرے کھڑی ہے + یہ کہتی ہوئی۔ کہ ہائے بیٹا! ۔ وقت گذر گیا" + باپ کا نورانی چہرہ اُسکے سامنے ہے۔ اور اُس مین یہ آواز آتی ہے کہ "کیون بیٹا! ۔ ہم تمہارے ہی بھلے کے لئے نہ کہتے تھے؟" + بھائی بہن دانتون مین انگلی دبائے ہوئے خاموش ہین۔ اور اُنکی آنکھون سے آنسوؤن کی لڑی جاری ہے + دوست آشنا سب غمگین کھڑے ہین۔ اور کہتے ہین کہ "اب ہم کیا کر سکتے ہین؟" +

ایسی حالت مین اُسکو اپنی وہ باتین یاد آتی تھین۔ جو اُسنے نہایت بے پروائی اور بیمروتی اور کج خلقی سے اپنے ماں۔ باپ۔ بھائی۔ بہن۔ دوست۔ آشنا کے ساتھ برتی تھین + ماں کو رنجیدہ رکھنا باپ کو ناراض کرنا۔ بھائی بہن سے بے مروت رہنا۔ دوست آشنا کے ساتھ ہمدردی نہ کرنا۔ یاد آتا تھا۔ اور اُسپر اُن گلی ہڈیون مین سے ایسی محبت کا دیکھنا اُسکے دل کو پاش پاش کرتا تھا + اُسکا دم چھاتی مین گھٹ جاتا تھا۔ اور یہ کہکر چلاّ اُٹھتا تھا کہ "ہائے وقت نکل گیا! ۔ ہائے وقت نکل گیا! ۔ اب کیونکر اسکا بدلہ ہو؟" +

وہ گھبرا کر پھر کھڑکی کی طرف دوڑا۔ اور ٹکراتا۔ لڑکھڑاتا کھڑکی تک پہونچا۔ اُسکو کھولا۔ اور دیکھا کہ ہوا کچھ ٹھہری ہے۔ اور بجلی کی کڑک کچھ تھمی ہے۔ پر رات ویسی ہی اندھیری ہے + اُسکی گھبراہٹ کچھ کم ہوئی۔ اور پھر اپنی جگہ آ بیٹھا +

اتنے مین اُسکو اپنا ادھیڑ پن یاد آیا۔ جس مین نہ وہ جوانی رہی تھی۔ اور نہ وہ جوانی کا جوبن + نہ وہ دل رہا تھا۔ نہ دل کے ولولون کا جوش + اُسنے اپنی اس نیکی کے زمانہ کو یاد کیا۔ جس مین وہ بہ نسبت بدی کے نیکی کی طرف زیادہ مائل تھا + وہ اپنا روزہ رکھنا۔ نمازین پڑھنی۔ حج کرنا۔ زکوٰۃ دینی۔ بھوکون کو کھلانا۔ مسجدین اور کوئین بنوانا۔ یاد کر کر اپنے دل کو تسلّی دیتا تھا + فقیرون اور درویشون کو جس کی خدمت کی تھی۔ اپنے پیرون کو۔ جن سے بیعت کی تھی۔ اپنی مدد کو پکارتا تھا۔ مگر دل کی بیقراری نہین جاتی تھی + وہ دیکھتا تھا۔ کہ اُسکی ذاتی اعمال کا اُسی تک خاتمہ ہے۔ بھوکے پھر ویسے ہی بھوکے ہین + مسجدین ٹوٹ کر یا تو کھنڈر ہین۔ یا پھر ویسے ہی جنگل ہین + کوئین اندھے پڑے ہین + نہ پیر اور نہ فقیر + کوئی اُسکی آواز نہین سنتا۔ اور نہ مدد کرتا ہے + اُسکا دل بہت گھبراتا ہے۔ اور

اور سوچتا ہے۔ کہ مین نے کیا کیا؟ جو تمام فانی چیزون پر دل لگایا + یہ پچھلی سمجھ پہلے ہی کیون نہ سوجھی؟ اب کچھ بس نہین چلتا۔ اور پھر یہ کہکر چلا اُٹھا "ہائے وقت! ہائے وقت! مین نے تجھکو کیون کھو دیا؟" +

وہ گھبرا کر پھر کھڑکی کی طرف دوڑا + اُسکے پٹ کھولے۔ تو دیکھا۔ کہ آسمان صاف ہے + آندھی تھم گئی ہے + گھٹا کھل گئی ہے + تارے نکل آئے ہین + اُنکی چمک سے اندھیرا بھی کچھ کم ہو گیا ہے + وہ دل بہلانے کے لئے تارون بھری رات کو دیکھ رہا تھا۔ کہ یکایک اُسکو آسمان کے بیچ میں ایک روشنی دکھائی دی۔ اور اُس مین ایک خوبصورت دُلہن نظر آئی + اُسنے ٹکٹکی باندھ کر اُسے دیکھنا شروع کیا + جون جون وہ اُسے دیکھتا تھا وہ قریب ہوتی جاتی تھی + یہانتک کہ وہ اُسکے بہت پاس آگئی + وہ اُسکے حسن و جمال کو دیکھ کر حیران ہو گیا۔ اور نہایت پاک دل اور محبّت کے لہجے سے اُس سے پوچھا۔ کہ "تم کون ہو؟" + وہ بولی۔ کہ "مین ہمیشہ زندہ رہنے والی نیکی ہون" + اُسنے پوچھا۔ کہ "تمہاری تسخیر کا بھی کوئی عمل ہے؟" + وہ بولی۔ "ہان ہے"۔ نہایت آسان پر بہت مشکل + جو کوئی خدا کا فرض ادا کرکے۔ انسان کی بھلائی اور اُسکی بہتری مین سعی کرے۔ اُسکی مین مسخر ہوتی ہون + دُنیا مین کوئی چیز ہمیشہ رہنے والی نہین ہے۔ انسان ہی ایسی چیز ہے۔ جو اخیر تک رہیگا۔ پس جو بھلائی کہ انسان کی بہتری کے لئے کی جاتی ہے۔ وہی نسل در نسل اخیر تک چلی آتی ہے۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوۃ۔ اُسی تک ختم ہو جاتا ہے۔ اُسکی موت ان سب چیزون کو ختم کر دیتی ہے + مادّی چیزین بھی چند روز مین فنا ہو جاتی ہین۔ مگر انسان کی بھلائی اخیر تک جاری رہتی ہے۔ مین تمام انسانون کی روح ہون + جو مجکو تسخیر کرنا چاہے۔ انسان کی بھلائی مین کوشش کرے"۔ یہ کہکر وہ دُلہن غائب ہو گئی۔ اور بڈھا پھر اپنی جگہ آبیٹھا +

اب پھر اُسنے اپنا پچھلا زمانہ یاد کیا۔ اور دیکھا۔ کہ اُسنے اپنی پچپن برس کی عمر مین کوئی کام بھی انسان کی بھلائی کا نہین کیا تھا۔ اُسکے تمام کام ذاتی غرض پر مبنی تھے۔ نیک کام جو کئے تھے۔ ثواب کے لالچ۔ اور گویا خدا کو رشوت دینے کی نظر سے کئے تھے + خاص انسانی بھلائی کی خالص نیت سے کچھ بھی نہین کیا تھا +

اپنا حال سوچکر وہ اُس دلفریب دُلہن کے ملنے سے مایوس ہوا + اپنا اخیر زمانہ دیکھکر آیندہ کرنیکی بھی

کچھ امید نہ پائی + تب تو نہایت مایوسی کی حالت مین بیقرار ہو کر چلّا اٹھا" ہاے وقت! - ہاے وقت! - کیا پھر تجھے مین بلا سکتا ہون ؟ + ہاے! - مین دس ہزار دینار دیتا - اگر وقت پھر آتا - اور مین جوان ہو سکتا! یہ کہکر اُسنے ایک آہ سرد بھری - اور بیہوش ہو گیا +

تھوڑی دیر نہ گذری تھی - کہ اُسکے کانون مین میٹھی میٹھی باتون کی آواز آنے لگی + اُسکی پیاری مان اُسکے پاس آکھڑی ہوئی + اُسکو گلے لگا کر اُسکی بلائین لین + اسکا باپ اسکو دکھائی دیا + چھوٹے چھوٹے بھائی بہن اُسکے گرد آکھڑے ہوئے + مان نے کہا - کہ "بیٹا کیون برس برس کے دن روتا ہے ؟ + کیون تو بیقرار ہے ؟ + کس لئے تیری ہچکی بندھ گئی ہے ؟ + اُٹھ + مونھ ہاتھ دھو + کپڑے پہن + نوروز کی خوشی منا + تیرے بھائی بہن تیرے منتظر کھڑے ہین" + تب وہ لڑکا جاگا - اور سمجھا - کہ مین نے خواب دیکھا - اور خواب مین بڈھا ہو گیا تھا + اُسنے اپنا سارا خواب اپنی مان سے کہا + اُسنے سُنکر اُسکو جواب دیا - کہ "بیٹا! - پس تو ایسا مت کر - جیسا اُس پشیمان بڈھے نے کیا - بلکہ ایسا کر - جیسا تیری دُلہن نے تجھ سے کہا" +

یہ سُنکر وہ لڑکا پلنگ پر سے کود پڑا - اور نہایت خوشی سے پکارا - کہ "او والہی میری زندگی کا پہلا دن ہے - مین کبھی اُس بڈھے کی طرح نہ پچھتاؤن گا - اور ضرور اُس دُلہن کو بیاہون گا - جس نے خوبصورت اپنا چہرہ مجھکو دکھلایا - اور ہمیشہ زندہ رہنے والی نیکی اپنا نام بتلایا + او خدا! - او خدا! - تو میری مدد کر" +

پس - اے میرے پیارے نوجوان ہموطنو! اور اے میرے بچو! - انسانی بھلائی پر کوشش کرو - تاکہ اخیر وقت مین اُس بڈھے کی طرح نہ پچھتاؤ + ہمارا زمانہ تو اخیر ہے + اب خدا سے یہ دعا ہے - کہ کوئی نوجوان اُٹھے - اور انسانی ہمدردی اور اپنی قوم کی بھلائی مین کوشش کرے +

خان بہادر منشی غلام غوث بیخبر

ان کے مورث اعلیٰ سلطان زین العابدین شاہ کشمیر کے رہنے والے تھے - اور حکومت سلاطین مغلیہ مین ان کے بعض بزرگ عہدہاے قضاے کشمیر پر مامور ہوئے + ان کے والد خواجہ حضور اللہ ترک وطن کر کے تبت چلے گئے + وہان سے ریاست نیپال مین آئے اور وہین اقامت اختیار کر لی + چنانچہ بیخبر ۱۲۳۰ھ مین وہین پیدا ہوئے + ان کی چار برس کی عمر تھی - کہ والد اور نانا کو گردش

زمانہ نے پھر ترک وطن پر مجبور کیا۔ اور اس مرتبہ **بنارس** مین طرح اقامت ڈالی + یہین سن شعور کو پہونچے۔ اور تعلیم کا سلسلہ تکمیل کو پہونچا سنہ ۱۸۴۰ء مین ملازمت کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور اپنے خالو **خان بہادر مولوی سید محمد خان** میرمنشی لفٹننٹ گورنر شمال ومغرب کے نائب مقرر ہوئے + انھین ایام مین جب **لارڈ والن برا** نے **گوالیار** پر چڑھائی کی۔ تو یہ **گورنر جنرل** کے منشی خانے مین منسلک ہوکر شریک ہم ہوئے۔ اور جنگ کے خاتمہ پر بہ صلہ کارگذاری خلعت پایا۔ پھر کئی سال بعد اپنے خالو کے بجائے میرمنشی مقرر ہوئے۔ اور سنہ ۱۸۵۰ء تک برابر اس عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے۔ اور حکام مین اعلی درجہ کا اعتبار اور وقار حاصل کیا + غدر سنہ ۱۸۵۷ء مین خیرخواہی کے صلہ مین سند وخلعت ہفت پارچہ مرحمت ہوا + **ملکہ معظمہ** کے خطاب شاہی اختیار کرنے کے موقع پر آپ کو **تمغہ قیصری** ملا۔ سنہ ۱۸۸۵ء مین ۴۵ سال ملازمت کے بعد آپنے پنشن لی۔ اور **خان بہادر ذوالقدر** کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔

شاعری اور انشا پردازی مین آپ کو ایک امتیازی درجہ حاصل تھا + **غالب مرحوم** سے دوستانہ تعلقات تھے۔ اکثر خط وکتابت رہتی تھی + خطوط کا طرز تحریر نہایت دلکش تھا۔ آپ کی دو تصنیفین۔ **خونابۂ جگر۔ فغان بیخبر** یادگار ہین + آپ نے پیرانہ سالی مین سنہ ۱۹۰۵ء مین انتقال فرمایا +

صبح اور دوپہر اور شام ہونے کاسماں

صبح

رات آخر ہوئی + صبح صادق کا جلوہ نظر آنے لگا + ستارے جو رات کی تاریکی مین چمک دمک دکھا رہے تھے۔ اپنی روشنی کو پھیکی دیکھکر شرمائے۔ اور آہستہ آہستہ غائب ہوئے۔ جیسے چور تڑکا ہوتے ہی اپنے اپنے ٹھکانے کو بھاگتے ہین + شب کی سیاہی کا رنگ اُڑا۔ مشرقی اُفق پر سفیدی نمودار ہوئی + گویا محبوب صبح نے رات کے سیاہ بکھرے ہوئے بالون کو چہرے سے سمیٹ لیا۔ اور اُسکی نورانی پیشانی نظر آنے لگی + نسیم سحری معشوقون کی طرح خوش خرامی کرتی ہوئی چلی + نرم نرم شاخین درختون کی مستون کے مانند جھومنے لگین۔ جانورون نے چہچہانا شروع کیا + باغ مین غنچے کھلنے لگے۔ جیسے نیند سے کوئی آنکھ کھولے + دریا مین تپلی تپلی لہرین پڑین کاتب قدرت نے قلم شعاع سے زرنگار کرنے کے لیے صفحۂ آب پر مسطر کیا + شاہی نوبتخانہ کے کوس ودہل کی آواز بلند ہوئی + اُسکی سریلی آواز سے لوگ نیند سے چونکے۔ اور اپنے اپنے کام سے

لگے + میکدہ کا دروازہ کھلا + مغبچون نے صحن میخانہ کی رُفت وروب کی + پیر مغ نے صراحی اور ساغر سنبھالا میکشون نے شب کے خمار کی سرگرانی دفع کرنے کی غرض سے صبوحی کی فکر مین اُس طرف کی راہ لی + ادھر مُرغ نے اذان دی۔ اُدھر مؤذن بھی اپنے دربے سے نکل صحن مسجد مین کھڑا ہوا اُس کے گلے سے گلا ملانے لگا +

یہ سُنکر رات بھر کے جاگے ہوئے عابد انگڑائیان لیکر سجادہ پر سے اُٹھے جُبّہ اور عمامہ سنبھال عصا ہاتھ مین لے مسجد کی راہ ناپتے چلے + بتکدہ مین گھنٹے اور ناقوس بجے۔ برہمنون نے پھول اور سیندور بتون پر چڑھا کر بھیر دی بھجن گانا شروع کیا + صنم پرستون نے سجدہ بت کے لئے آمادہ ہوکر بیت الصنم کا ارادہ کیا +

دوپہر

دوپہر کا وقت ہوا + آفتاب سمت الراس پر آیا + زمین تپنے لگی۔ پاؤن رکھتے ہوئے خوف آتا تھا۔ کہ چھالے نہ پڑین + بیٹھے ہوئے جی ڈرتا تھا۔ کہ سانس کی گرمی سے لب پر چھالے نہ پڑین + آسمان سے وہ آتش باری ہونے لگی۔ کہ ہوا نے شعلہ جوالہ کی صورت پیدا کی + خاک کے ذرّون نے چنگاریون سے ہئیت بدلی + جانورون نے ڈر سے اُڑنا موقوف کیا۔ کہ جسم ملکر کباب نہ ہو + زمین کی دہشت سے سکتہ کی حالت ہوگئی۔ کہ دھوپ کی گرمی سے پگھل کر آب نہ ہو + دوکاندارون نے دوکانون کے تختے لگا دیئے۔ اور اُسکی آڑ مین پڑ رہے + لوگون کا گھرون سے نکلنا۔ چلنا۔ پھرنا بند ہوا + بازارین سنسان ہوگئین + دن رات کا سناٹا پیدا کیا + شہر شہر خموشان کا نقشہ بن گیا + چوپائے سایہ مین کھڑے ہوکر ہانپنے لگے + ہر درخت شکل چنار ہوگیا + دھوپ کی تابش سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ کھڑا جل رہا ہے + گھاس مرجھا کر زمین سے ایسی لپٹ گئی۔ جیسے کسی نے کاٹ کے ڈال دی ہو + حوضون کا پانی ایسا گرم ہوگیا۔ کہ مسجدون پر حمامون کا گمان ہونے لگا + موذنون نے چپکی سادھی + عابد بھی عبادت چھوڑ کر قیلولہ کی سنت ادا کرنے کے بہانے سے لیٹ رہے +

برہمن بتخانے کے کونے مین یون خاموش ہوکر بیٹھا۔ کہ بت بن گیا + میکدہ مین مغ زانو پر سر رکھ کے اس شکل سے ہو بیٹھا۔ کہ معلوم ہوتا تھا۔ مٹکے پر پیالہ اوندھا دیا + غریبون نے اپنے گھرون مین گھاس کی ٹٹیان لگالین + مٹی کی صراحیون پر کپڑا بھگو کے لپیٹ دیا + امیرون نے تہ خانون مین آرام فرمایا + خس کی ٹٹیان چھڑکی جانے لگین۔ فراشی پنکھے کھنچنے لگے + خس کی خوشبو سے ہوا کے جھوکون پر لخلخہ کا یقین آنے لگا + صراحیان برف مین لگائی گئین + شربت کی قفلیان جمائی گئین +

شام

دن تمام ہوا + جھٹ پٹے وقت نے رات کے آمد کی خبر دی + مغربی گوشہ سے تاریکی کا جوش ہوا۔ جیسے پہاڑ کے غار سے سیاہ ابر اُمنڈے + آفتاب دن کے تماشا ختم ہونے سے ایسا اوداس ہوا۔ کہ مُنہ پر زردی چھاگئی۔ بادلِ ناخواستہ مغرب کو چلا + لیلاے لیل نے شرم سے۔ کہ آفتاب جلتے ہوئے اُسے دیکھ نہ لے۔ سیاہ نقاب مُنہ پر ڈالا + ہوا جو دن بھر زور سے چل رہی تھی۔ دھیمی ہوئی۔ اور تھکے ہوئے مسافر کیطرح آہستہ آہستہ چلنے لگی + درختون کے پتون نے کھڑکھڑانا۔ دریا کے پانی نے لہرانا موقوف کیا + پالے ہوے جانور جو دن کو چرائی کے صحرا مین کلیل کر رہے تھے۔ اُنکو زندان خانہ نصیب ہوا + جنگلی چوپایون نے درختون کے سایہ اور پہاڑ کے غارون مین پناہ لی + طیور نے فضاے آسمان سے مُنہ موڑ کر کسی نے اپنے آشیانے کو رُخ کیا۔ کسی نے درخت پر بسیرا لیا + مسجدون مین قندیلین روشن ہوئین۔ بتکدون مین سانجھی دی گئی + میخانون مین خم نے ثبات اور ساغر نے گردش سے ثوابت و سیار کے نقشے دکھائے + قدح نے ماہ تمام کا کام کیا + وہ روشنی پھیلائی۔ کہ وہان اندھیرا ہونے نہ دیا + آسمان پرستارون نے چراغان کر دیا + چراغون نے اپنی روشنی سے زمین کو آسمان بنادیا + مسافرون بھر کے تھکے سرایون مین آپڑے + اُنکی دن بھر کی تھکائی۔ آخر روز کا اضطراب۔ کہ راہ مین رات نہو جاے۔ منزل پر پہونچنے کی جلدی۔ سرا ے مین ناجنسون کی ہمسائیگی۔ بھٹیارون کی نانبردئی گھر کا دھیان۔ اہل وعیال کا خیال۔ وطن کی یاد۔ یارانِ وطن کا تصور۔ دل کی شکستگی۔ ایک

قیامت تھی، اس مزے کو وہی جانتا ہے۔ جس نے کبھی اپنے صبح وطن کو شام غربت سے بدلا ہے۔

شہید کے انشائے بہار بیخزان کی تقریظ

مردم دیدہ آج گھر بیٹھے بہشت کی سیر کرتے ہین، اللہ اللہ! صفحۂ قرطاس پر کیا جوش بہار معانی ہے! تار نگاہ مین بے تکلف موتی پروئے جاتے ہین، واہ وا! کلک گہربار کی کیا درفشانی ہے! سبحان اللہ! یہ کیسی انشا ہے؟ جسکے دیکھنے سے یہ لطف اُٹھتا ہے، کتاب ہے؟ یا گلزار بیخزان، جس صفحہ کو دیکھیے۔ حاشیۂ فردوس کے روشون پر حاشیہ لکھتا ہے، جدول کے خطون پر سلسبیل اور کوثر کا جی پانی پانی ہوتا ہے، سطرین سنبلستان ہین۔ الفاظ گلستان ہین؟ حرف کی کششون پر سرو اور شمشاد کا یقین ہوتا ہے، دائرون سے نرگستان آنکھون کے تلے پھر جاتا ہے، حرفون کی سیاہی سے کاغذ کی سفیدی وہ کیفیت دکھاتی ہے، گویا درختون سے چاندنی نے کھیت کیا ہے، کاغذ کی سفیدی پر حرفون کی سیاہی کی وہ بہار نظر آتی ہے۔ جیسے صحن باغ پر بادل چھا رہا ہے، وہان قوت نامیہ سے درخت ہر سال پھولتے پھلتے ہین۔ یہان فکر دراکہ سے جب دیکھیے فقرات برجستہ سے معانی تازہ نکلتے ہین، مجموعہ ہے۔ یا گنج شایگان، ہر باب مین ایسے ایسے بے بہا جواہر حکمت کے بھرے ہین۔ کہ جسے دیکھ کے جوہری عقل کی عقل چکراتی ہے، ہر فصل مین اتنے نقد کامل عیار دانش کے انبار دھرے ہین۔ کہ مقدار اُسکی صیرفی ذہن کے ذہن مین نہین آتی، یہ وہ جوہر ہے۔ جسکے رکھنے کو حلقۂ چشم درج ہو تو بجا ہے، اور یہ وہ نقد ہے۔ جسکے پرکھنے کو سویدائے دل محک ہو۔ تو زیبا ہے، شہر علم کے مفلسون کو صلائے عام ہے۔ کہ اسکی سیر کو آنکھین کھولین۔ دامن نگاہ مین موتی رولین، دیار دانش کے نادارون کو اجازت تام ہے۔ کہ اس گنجینہ کے دیکھنے کو آئین۔ جتنا حوصلہ ہو۔ اُٹھائین۔ خالی ہاتھ نہ جائین، کتاب ایسی کیون نہ ہو۔ جب مصنف اسکا وہ ہے۔ جسکی فصاحت نے سحبان کے مُنہ مین قبر کی مٹی سے خاک بھری۔ اور جسکی جادو بیانی نے سحر بابل کی قدر مٹی کی، یعنی فاضل بے بدل۔ عالم عدیم المثل۔

منشی اعجاز نگار۔ شاعر سحر گفتار۔ مولنا غلام امام شہید۔ جنکا ثانی فضل و کمال مین نہ دیدہے نہ شنیدہ+ تحریر عربی سے انکی اعشی اور جریر کی پیٹھ قبر مین نہ لگی تھی+ نثر فارسی سے ظہوری اور طغرا خواب عدم مین چین سے نہ سوئے تھے+ شعر سے انوری کو بے نور۔ خاقانی کو ٹکڑ گدا کر دیا تھا+ اب انکی اردو سے سودا کی روح کو سودا ہوگا+ میر اپنا مرنا غنیمت جانیگا+ ہوس کو پہلے ہی خوب سوجھی۔ جو یہ تخلص اختیار کیا+ یعنی در پردہ معذرت چاہی۔ کہ مین تو ہوس کرتا ہون۔ کمال حق اور کسی کا ہے+ سوز کو بھی کچھ انکی خبر پہونچگئی تھی۔ کہ آتش رشک سے جلکر یہ تخلص اپنے حسب حال رکھا+ ناسخ اب ہوتا۔ تو مصحفی سے تخلص اپنا منسوخ مشہور کرتا+ آتش نہ مرتا۔ تو کیسا کیسا جلتا؟ انکی اس نثر نے رتبہ نظم کا کھو دیا+ استادون کا سفینہ دریا مین ڈبو دیا+ سچ تو یون ہے۔ کہ انکی حیثیت اور اردو نویسی۔ زمین و آسمان کا فرق ہے+ اسپر بھی اگر تفنن طبیعت کے لئے ادھر کچھ میل کرتے۔ تو ایسی لکھتے۔ کہ انکی اردو انشا کے سامنے علامی اپنی انشا سے خط غلامی لکھتا+ بہار دانش کی بہار پر خزان کا وقت آجاتا۔ سہ نثر ظہوری کو لوگ چھپا ڈالتے+ طغرا کی تحریر کو خط باطل کی طرح مٹا ڈالتے+ پر اس سے مجبور رہوئے۔ کہ فرمائش نثر عاری کی تھی+ گو انھین اس سے عار تھا۔ پر حکم ماننا ناچار تھا+ لیکن لوٹ جانے کی جا ہے۔ کہ اس سادگی مین سیکڑون طرحداری کا مزا بھرا ہے+ اپنے نزدیک گو کچھ نہ لکھا ہو۔ پر کیسا کچھ لکھا ہے+ اگر انصاف کیجیے۔ تو ایسی کتاب اردو مین آجتک کوئی نہین ہوئی+ اردو کو رتبہ فارسی کا بخشا ہے+ اردو نویسون کو سامان انشا پردازی کا عطا کیا ہے+ اسکی بدولت ہر ایک اردو نویس اب ایسا نثر لکھتا ہے+ کہ فارسی استادون کو انکے آگے سکتا ہے+ ان مین سے کب کوئی ویسا لکھ سکتا ہے+ بلکہ یہ کتاب اردو نویسون ہی کے حق مین مفید مطلب نہین ہے۔ ہر ایک قاعدہ اسکا فارسی والون کے حق مین بھی اکسیر کا نسخہ ہے+ مصنف نے جو اس کتاب کی تصنیف عاجز کی تکلیف دینے سے اختیار فرمائی۔ میری زبان مین کیا تاب و توان ہے کہ اسکا شکر ادا کرون+ یہ تقریظ تو کیا اگر دفتر کے دفتر لکھون۔ ایک حرف نہ ادا نہ ہو+ اسلئے دعا پر ختم کرتا ہون+ الہی! جب تک معنی سخن مین۔ اور سخن حرف مین۔ حرف خط مین۔ اور خط جہان قالب کتاب مین ہو۔ دانشمندون کا تعویذ جان اس کتاب کا ہر ایک باب ہوا۔ یہ دعا بیخبر کی مستجاب ہو+

خط مولنا غلام امام شہید کے نام

قبلہ !- میری شوخی دیکھئے !- یوسف کو آئینہ دکھاتا ہون + خورشید کو روشنی کی حکایت سُناتا ہون + گلزار مین پھول لے جاتا ہون + ختن مین مشک تحفہ بھیجتا ہون + دریا کے سامنے روانی کے معنی بیان کر رہا ہون + چاند کے روبرو لوزافشانی کا معاحل کرتا ہون + لعل کے حضور مین رنگ کی دوکان کھولتا ہون + قند کے مواجہ مین شیرینی تولتا ہون + مسیحا سے کہتا ہون جان بخشی کی روایت سُنئے + موسیٰ سے تمنا کرتا ہون - کہ ید بیضا کی چمک دیکھئے + یعنی حضرت کا دیوان مرتب کرکے آپ کے حضور مین پیش کرتا ہون + میرے لئے اسکے دیباچہ لکھنے کا ارادہ کرنا ایسا تھا - جیسے ایک فقیر شاہی خزانون کے اہتمام کا قصد کرے + ایک شیشہ گر ہیرا تراشنے کی آرزو مین مرے !- اندھا چاہے - کہ قدرت کے نظارہ سے حظ اُٹھائے !- گونگا چاہے - کہ فصاحت کا سکّہ بٹھائے ! + مگر چونکہ غلبۂ شوق مین تمیز باقی نہین رہتی - یہ خیال نہین ہوتا - کہ مین کیا ہون - اور کیا کرتا ہون - دیباچہ بھی لکھ ڈالا + وہ اُسکے قابل ہو نہ ہو - آپکے دیوان پر میرا دیباچہ ایسا ہے - جیسے موتی کی لڑی مین سنگریزے کا آویزہ لگا ہو + یا زربفت کے قبا مین چھینٹ کا حاشیہ ٹکا ہو - مانی کی تصویر کے گرد ایک نومشق لکیرین بنادے - سحبان کے کلام کی ایک ابجد خوان شرح لکھادے + مگر اس نظر سے کہ ہر چیز اپنے ضد سے پہچانی جاتی ہے - بدصورت کے مقابلہ مین حسین کے حسن کو اور رونق ہوتی ہے - شبِ تار مین شمع کی روشنی زیادہ ضیا دیتی ہے - کھاری پانی پینے کے بعد قند کے شربت مین اور ہی مزا آتا ہے - صحرانوردی کے بعد باغ کی سیر کا لطف کہا نہین جاتا ہے - خاطرِ مشکل پسند پسند کرلے - تو ہو سکتا ہے - بیشک دیکھنے والون کو اسکی بُرائی اُسکی خوبی زیادہ دکھاویگی ستارہ دیکھ کے جو چاند دیکھے - اُسے روشنی زیادہ نظر آئیگی + میری خوش طالعی ہے - اگر یہ قبول ہو + اُسکے لئے شرف ہے - اگر دیوان مین داخل ہونے کی عزت اُسے حصول ہو +

شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد

پیدائش دلی سنہ ۱۸۳۱ء　　　　　وفات لاہور سنہ ۱۹۱۰ء

آزاد مولوی **محمد باقر** کے بیٹے تھے۔ جو شیعون کے مجتہد اور شرفائے دہلی مین ایک نامور شخص تھے۔ اور اُردو اخبار نویسی کے موجد تھے + سنہ ۱۸۳۶ء مین اُردو زبان کا پہلا اخبار مولوی محمد باقر ہی نے دلی مین نکالا تھا + آزاد نے عربی فارسی کی تعلیم دلی کالج کے **اورینٹل ڈپارٹمنٹ** مین پائی + کالج کے امتحانون مین جواب مضمون کے لکھنے مین سب طلبا سے اوّل رہتے تھے + اُردو نظم و نثر لکھنے کی استعداد اُن کو کالج ہی مین حاصل ہو گئی تھی + نظم مین **شیخ محمد ابراہیم ذوق** کے شاگرد رشید تھے + جب غدر کے بعد **مسٹر ٹیلر** پرنسپل دہلی کالج کے قتل کے الزام مین مولوی محمد باقر مارے گئے۔ تو **آزاد** وطن چھوڑ کر **حیدرآباد** بھاگ گئے + ایک عرصہ تک ممالک دکن مین آوارہ گردی کے بعد انکو **لاہور** آنا نصیب ہوا + مولوی **رجب علی** صاحب سابق میر منشی نے **پنڈت من پھول** صاحب میر منشی حال سے سفارش کر کے **میجر فلر** ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم کے دفتر مین عه ماہوار مشاہرہ کی جگہ دلوائی + میجر فلر کے بعد **کرنل ہالرائڈ** صاحب ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم مقرر ہوئے + انھون نے سرکاری اخبار کا عه ماہوار پر انکو اسسٹنٹ اڈیٹر مقرر کیا + اسکے اڈیٹر رائے **پیارے لال آشوب** تھے جو آزاد کے بڑے خیر اندیش اور قدردان تھے + سنہ ۱۸۶۵ء مین **پنڈت من پھول** صاحب کے ساتھ کابل اور بدخشان گئے + وہان سے لوٹ کر **لاہور** کے سرکاری کالج مین ماصه ماہوار پر عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے + سنہ ۱۸۸۶ء مین آپنے ایران کا سفر کیا + سنہ ۱۸۸۷ء مین **ملکہ وکٹوریہ** کی پنجاہ سالہ جوبلی پر آپ کو سرکار انگریزی کی طرف سے **شمس العلماء** کا خطاب عطا ہوا +

آزاد خاندان مغل سے تھے۔ اور آپکی مان ایرانی تھین۔ اسلئے ان کے گھر مین فارسی بولی جاتی تھی + آپ فارسی عربی کے عالم متبحر تھے۔ اور اُن تمام علوم پر عبور رکھتے تھے + جو ان زبانون مین پڑھائے جاتے ہین + بھاشا اور ہندی کے نکات سے پورے آگاہ۔ **انگریزی** علم ادب کے خصوصیات سے واقف تھے + سنہ ۱۸۸۹ء مین آپ کو جنون کے آثار پیدا ہوئے + ۲۲۔ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء مطابق ۹۔ محرم سنہ ۱۳۲۸ھ مین آپنے انتقال فرمایا + لاہور مین دفن ہوئے +

نثر مین آزاد کی کتابین دو قسم کی ہین + ایک وہ جو اُنھون نے پنجاب کے سررشتہ تعلیم کے لئے

لکھین، وہ حسب ذیل ہین۔ اُردو کا قاعدہ۔ اُردو کی پہلی۔ دوسری۔ تیسری۔ چوتھی۔ قصص ہند۔ قواعد اُردو۔ فارسی کی پہلی۔ دوسری۔ جامع القواعد۔ ان مین قصص ہند اور جامع القواعد لاجواب کتابین ہین۔ دوسری وہ جو اُنھون نے اپنے شوق سے لکھین۔ وہ حسب ذیل ہین۔ آب حیات۔ نیرنگ خیال۔ دربار اکبری۔ سخندان فارس۔ قند فارسی۔ نصیحت کا کرن پھول۔ نیرنگ خیال مین انگریزی روش کا پرتو ہے جسمین مضمون نویسی کے جدید طرز کا چربہ اُتارا ہے۔ آبحیات کا طرز بیان۔ سلاست زبان۔ شستگی الفاظ۔ برجستگی۔ بیساختگی۔ روشن خیالی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

آزاد کی طرز تحریر ثنا و صفت سے مستغنی ہے۔ بیان کی فصاحت۔ زبان کی سلاست۔ بندش کی چستی۔ محاورہ کی دل آویزی۔ خیالات کی بلند پردازی۔ الفاظ کی شوکت۔ اسلوب کی دل فریبی۔ جسقدر آزاد کے یہان ہے۔ دوسرے نثار کے یہان نہین پائی جاتی۔ اور ظرافت کی چاشنی۔ مزید بران مناظر قدرت کی تصویر کھینچنے اور جذبات محسوسات انسانی کا چربہ اُتارنے مین آپ کو وہ ید طولےٰ تھا۔ کہ شاید اتبک کسی کو نصیب نہین ہوا۔ اُردو زبان کی نظم کی ترقی کے لئے جس شخص نے کہنہ طرز سخن کو بدل کر فن شاعری کو سہل کیا۔ اور ایشیائی تعشقانہ خیالات کو قدرتی مضامین کی طرف سب سے پہلے ڈھالا۔ وہ حضرت آزاد کی آزادانہ طبیعت کا ظہور ہے۔ اس طرز کے رواج دینے کو پہلے بطور نمونہ چند چھوٹی چھوٹی مثنویان لکھین جو مجموعہ نظم آزاد مین چھپ چکی ہین۔ مثلاً شب قدر۔ موسم زمستان۔ صبح اُمید۔ حب وطن وغیرہ۔ یہ طرز ایسی مقبول خلائق ہوئی۔ کہ وہ پُرانے اور نامی ایشیائی شاعر۔ جنکے دلون پر پُرانی روش اپنا سکہ جما چکی تھی یک قلم بھول گئے۔ اور سب نے یہی جدید طرز اختیار کر لی۔ مولنٰنا حالی کی جدید شاعری کا رہنما حضرت آزاد ہی کا روشن خیال تھا۔

آزاد جس قلم سے اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی بات لکھ سکتے تھے۔ اُسی سے ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کی بھی لکھ سکتے تھے۔ ان کا وہی قلم آب حیات اور نیرنگ خیال لکھ کر اُردو کے فضلا کو حیرت مین ڈال سکتا تھا۔ اور وہی قلم اُردو کی پہلی اور میٹھی لوری لکھ کر چھوٹے بچون کو ہنسا اور چپ کر سکتا تھا۔ وہ سمجھ دار اور بوڑھون کو باغ اُمید دکھا کر لبھا سکتا تھا۔ اور ننھے ننھے بچون کو مالی کے پود لگانے اور کیاریون مین پانی بہنے کی بات سُنا کر بہلا سکتا تھا۔ اور یہ وصف ایسا ہے۔ جو شاید دُنیا کے بہت کم مصنفون کے حصہ مین آیا ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اُردو کی ترقی کا اس سے بہتر وسیلہ نہین ہو سکتا۔ کہ آزاد کے اصول فن اور طرز تحریر کی پیروی کی جاسے۔

انتخاب از آب حیات

برج بھاشا پر عربی اور فارسی زبانون نے کیا کیا اثر کئے

جب دو صاحب زبان قومین باہم ملتی ہین۔ تو ایک کے رنگ روپ کا دوسرے پر ضرور سا۔ پڑتا ہے۔ اگرچہ اُسکے اثر۔ گفتگو۔ لباس۔ خوراک نشست برخاست مختلف رسوم مین بھی ہوتے ہین۔ لیکن چونکہ مجھے اس مقام پر زبان سے غرض ہے۔ اسلئے اسی مین گفتگو کرتا ہون + ظاہر ہے۔ کہ جب ایک قوم دوسری قوم مین آتی ہے۔ تو اپنے ملک کی صدہا چیزین ایسی لاتی ہے۔ کہ جو یہان نہین تھین + اشیاء مذکورہ کبھی ضروری اور کبھی ایسی باعث آرام ہوتی ہین۔ کہ اُنھین استعمال مین لینا ضروریات زندگی سے نظر آتا ہے + اسلئے یہ لوگ انھین غنیمت سمجھ کر لیتے ہین۔ اور بخوشی کام مین لاتے ہین + ان اشیاء مین سے بہتیری چیزین تو اپنے نام اپنے ساتھ لاتی ہین۔ اور بہتیری نئی ترکیب سے یا ادل بدلکر یہان نیا نام پاتی ہین۔ اور یہ پہلا اثر دوسری زبان کا ہے + اسکے علاوہ جب یہ دونون ایک جگہ رہ سہکر شیر و شکر ہوتی ہین۔ تو ایک زبان مین دوسری زبان کے لفظ بھی گھل مل جاتے ہین +

جب مہمان و میزبان ایک دوسرے کی زبان سمجھنے لگتے ہین۔ تو ایک خوشنما اور مفید تبدیلی کے لئے رستہ پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ طبع انسانی کے اتحاد سے سب کے خیالات متفق یا قریب قریب ہون۔ مگر انداز بیان سب کا جُدا جُدا ہے۔ اور طبیعت ہمیشہ نئے انداز کو پسند کرتی ہے + اسلئے اداے مطلب مین ایک دوسرے کے انداز بیان سے بھی فائدہ اُٹھاتے ہین + پھر نئی نئی تشبیہین لطیف استعارے لیکر اپنی پُرانی تشبیہون اور مستعمل استعارون کا رنگ بدلتے ہین۔ اور جسقدر زبان مین طاقت ہے۔ ایک دوسرے کے خیالات اور نئی طرز کو لے کر اپنی زبان مین نیا مزا پیدا کرتے ہین +

یہ انقلاب حقیقت مین وقت بوقت ہر ایک زبان پر گذرتا ہے + چنانچہ قوم عرب نے

جوایک زمانہ مین۔روم۔یونان اورہسپانیہ وغیرہ سے خلط ملط ہوئی تھی۔ ہزارون لفظ علمی اورغیرعلمی وہان سے گئے + اسی طرح فارسی زبان عربی و ترکی وغیرہ الفاظ سے مالامال نظر آتی ہے + انگریزی کے باب مین مجھے کچھ کہنا زیبا نہین۔کیونکہ اب روشن ضمیر انگریزی خوان بہت ہین۔اور وہ مجھ سے زیادہ جانتے ہین۔ مگر اتنا کہنا کافی ہے۔کہ جسطرح ایک مہذب سلطنت کو تمام ضروریات سلطنت کے کارخانے اور ملکی سامان موجود ہونے چاہئین۔اسی طرح سب قسم کے الفاظ اور تمام ادائے خیالات کے انداز انگریزی زبان مین موجود ہین + اب مجھے اپنی زبان مین گفتگو کرنی چاہئے۔لیکن اتنا پھر یاد دلانا واجب ہے۔کہ اُردو کہان سے نکلی ہے۔اور کیونکر نکلی ہے +

اُردو زبان اوّل لین دین نشست برخاست کی ضرورتون کے لئے پیدا ہوگئی۔ہندوؤن کے ساتھ ہندی مسلمان۔جو اکثر ایرانیون یا ترکستانیون کی اولاد تھے۔ہندوستان کو وطن اور اس زبان کو اپنی زبان سمجھنے لگے + یہ بھی ظاہر ہے کہ جسطرح زمین بے روئیدگی کے نہین رہ سکتی۔ اسی طرح کوئی زبان بے شاعری کے نہین رہ سکتی + محمد شاہی دَور تھا۔اور عیش وعشرت کی بہار تھی۔ ان شرفا کو خیال آیا ہوگا کہ جسطرح ہمارے بزرگ اپنی فارس کی انشاپردازی مین گلزار کہلاتے تھے + اب ہماری یہی زبان ہے۔ہم بھی اس مین کچھ رنگ دکھائین + چنانچہ وہی فارسی کے خاکے اُردو مین اُتار کر غزلخوانیان شروع کر دین۔اور قصیدے کہنے لگے۔اور اسمین کچھ شک نہین کہ جو کچھ قوت بیان یا لفظون کی تراش یا ترکیبون کی خوبصورتی یا تشبیہ اور استعارون کی رنگینی۔غرض اول جو کچھ نصیب ہوا۔شعرائے اُردو کی بدولت ہوا۔اور یہی سبب ہے۔کہ جو کچھ سامان ایک ملکی اور ٹکسالی زبان کے لئے درکار ہوتے ہین۔اس سے یہ زبان مفلس رہی۔کیونکہ اس عہد مین علوم وفنون۔تاریخ فلسفہ۔ریاضی وغیرہ کا چرچا عام ہوتا۔تو اُسکے لئے بھی الفاظ ہو جاتے + جن جن باتون کا چرچا تھا۔ انھین سامانون کے الفاظ اور خیالات پیدا ہوئے + ہان یہ کہنا ضرور چاہئے۔کہ جو کچھ ہوا تھا۔ اپنے رنگ پر خوب ہوا تھا +

اب ہمین پھر مطلب پر آنا چاہئے کہ بھاشا نے اُردو کے کپڑے پہننے کے لئے فارسی سے کیا کیا لیا۔

۱۔ اُن چیزون کے نام لئے۔ جو عرب اور فارس سے آئین۔ اور اپنے نام اپنے ساتھ لائین۔
مثلاً لباس مین فرغل۔ لبادہ۔ کرتہ۔ قبا۔ چوغا۔ آستین۔ گریبان۔ پائجامہ۔ ازار۔ عمامہ۔ رومال۔
شال۔ دوشالہ۔ تکیہ۔ گاؤتکیہ۔ برقع۔ پوستین وغیرہ +
کھانے کے ذیل مین۔ دسترخوان۔ چپاتی۔ شیرمال۔ باقرخانی۔ پلاؤ۔ زردہ۔ مزعفر۔ قلیہ۔
قورمہ۔ متنجن۔ فرنی۔ یاقوتی۔ حریرہ۔ ہریسہ۔ لوز۔ مربّے۔ اچار۔ فالودہ۔ گلاب۔ بیدمشک۔
خوان۔ طبق۔ رکابی۔ تشتری۔ کفگیر۔ چمچہ۔ سینی۔ کشتی۔ چاے جوش وغیرہ +
متفرقات مین۔ حمام۔ کیسہ۔ صابون۔ شیشہ۔ شمع۔ شمعدان۔ فانوس۔ گلگیر۔ تنور۔ رفیدہ۔
مشک۔ نماز۔ روزہ۔ عید۔ شب برات۔ قاضی۔ ساقی۔ حقہ۔ نیچہ۔ چلم۔ تفنگ۔ بندوق۔ تختہ نرد۔
گنجفہ۔ اور انکی اصطلاحین + یہ سب چیزین اپنے نام ساتھ لے کر آئین + بہت سی چیزین آئین۔ کہ
بھاشا مین انکے لئے نام نہین + سنسکرت کی کتابون مین ہون گے + پستہ۔ بادام۔ منقّے۔ شہتوت۔
بیدانہ۔ خوبانی۔ انجیر۔ سیب۔ بہی۔ ناشپاتی۔ انار۔ وغیرہ +

۲۔ بہت سے عربی فارسی کے لفظ کثرت استعمال سے اس طرح جگہ پکڑ بیٹھے ہین۔ کہ اب
انکی جگہ کوئی سنسکرت یا قدیمی بھاشا کا لفظ ڈھونڈکر لانا پڑتا ہے + مگر اُس مین یا تو مطلب اصلی
فوت ہو جاتا ہے۔ یا زبان ایسی مشکل ہو جاتی ہے۔ کہ عوام تو کیا؟ خواص ہنود کی سمجھ مین بھی
نہین آتی + مثلاً دلاّل۔ فرّاش۔ مزدور۔ وکیل۔ جلاّد۔ صراف۔ مسخرا۔ نصیحت۔ لحاف۔ توشک۔
چادر۔ صورت۔ شکل۔ چہرہ۔ طبیعت۔ مزاج۔ برف۔ فاختہ۔ قمری۔ کبوتر۔ بلبل۔ طوطا۔ پر۔
دوات۔ قلم۔ سیاہی۔ جلاّب۔ رقعہ۔ عینک۔ صندوق۔ کرسی۔ تخت۔ لگام۔ رکاب۔ زین۔ تنگ۔ پوزی۔
نعل۔ کوتل۔ عقیدہ۔ وفا۔ جہاز۔ مستول۔ بادبان۔ تہمت۔ درّہ۔ پردہ۔ دالان۔ تہ خانہ۔ تنخواہ۔ ملاّح۔
تازہ۔ غلط۔ صحیح۔ رسد۔ سرباری۔ کاریگر۔ ترازو۔ شطرنج کے باب مین تعجب ہے کہ خاص ہند کا ایجاد ہے۔
مگر عرب اور فارس سے جو پھر کر آئی۔ تو سب اجزا کے نام اور اپنی اصطلاحین بدل آئی +
سیکڑون لفظ عربی فارسی کے یہان آئے۔ مگر ہوا موافق نہ آئی۔ اسلئے مزاج اور صورت

بگڑ گئی + مثلاً مُرغا وغیرہ +

صرف۔ فارسی سے کچھ نہین لیا + خود اتنا کیا۔ کہ ۔ آنؔ علامت جمع ہندی کو عربی فارسی لفظون پر بھی لگا لیا۔ مثلاً آدمیون۔ انسانون۔ درختون۔ میوون +

اسم فاعل۔ فارسی عربی کے بے شمار لئے۔ اور اُن مین شطرنج باز کے قیاس پر چوپڑباز۔ اور وفادار کے قیاس پر طرف دار۔ سمجھ دار۔ (سمجھ ناک بھی بول دیتے تھے) + باغبان کے قیاس پر گاڑی وان۔ ہاتھی وان۔ بہل وان + مگر بانؔ اور وان حقیقت مین ایک ہین۔ کیونکہ اصل مین دونون زبانین ایک دادا کی اولاد ہین + اسکی تحقیق جیسی کہ چاہئے۔ مین نے فارسی لکچرون مین لکھی ہے +

اسم ظرف۔ قلمدان وغیرہ کے قیاس پر۔ خاصدان۔ پاندان۔ ناگردان۔ پیکدان۔ بہوی خانہ پاخانہ +

باب حروف کا بھی یہی حال ہے + مثلاً حرف تشبیہ کوئی نہین لیا۔ مگر۔ چنانچہ اور چونکہ موجود ہین۔ اور اسطرح آتے ہین۔ کہ ترجمہ کے لئے ہندی حروف معلوم ہی نہین ہوتا +

حرف شرط مین۔ اگر۔ اور اس سے اگرچہ بھی لیا +

واو عاطفہ۔ سمیت معطوف اور معطوف علیہ اُردو عبارت مین ملے لئے + مثلاً آب وہوا۔ شب وروز۔ صبح وشام۔ زور وشور +

حرف استثنا۔ مین سے مگر اور عربی کے لفظ سوا۔ ماسوا۔ الّا۔ والّا نہ۔ لیکن۔ ولیکن لے لئے + اپنے حرفون کو گم کر دیا +

حروف نفی۔ نا اور بنا کی جگہ نہ اور نے آگئے +

حروف ایجاب۔ ہے۔ مگر اوب کی جگہ مین۔ ست بچن وغیرہ کی جگہ بجا۔ درست۔ واقعی۔ سچ۔ بیشک۔ برحق۔ بسر وچشم آگئے + اصل زبان کے لفظ نہ رہے +

حروف تاکید کی جگہ۔ ہرگز۔ زنہار۔ ضرور۔ البتہ آگئے + اصل لفظ گم ہو گئے +

حروف تردید کی جگہ۔ یا۔ خواہ ہین + اصل گم +

حروف تمنّا۔ مین سے کوئی حرف نہین + کاش فارسی کا حرف ہے +

حروف ترقی۔ مین۔ بل تو نہین بولتے۔ مگر بلکہ اپنے موقع پر آتا ہے +

اسم کی بحث مین۔ اسمارِ اشارہ مین سے کچھ نہین لیا۔ مگر ازانجا کہ۔ با آنکہ۔ با اینکہ مرکب ہوکر بہت آتے ہین +

موصولات مین سے کچھ نہین لیا۔ مگر **کاف بیانیہ** اسطرح آنے لگا۔ کہ بے اُسکے کلام ہی بے مزہ ہوجاتا ہے + کیسا۔ ایسا۔ جیسا۔ کی جگہ کسطرح وغیرہ کس وضع وغیرہ کتنا۔ اتنا۔ جتنا کی جگہ کس قدر وغیرہ بھی بولنے لگے +

یاے نسبت کی ترکیبون مین فارسی عربی کے بموجب۔ نسبتی الفاظ بولنے لگے + چنانچہ دلّی وال کی جگہ دہلوی بولتے ہین + اسی طرح اور الفاظ ہین + اور عورتون مین شیخانی۔ سیدانی۔ اُستانی۔ وغیرہ وغیرہ + باوجودیکہ ہندی کے مصدر موجود تھے۔ مگر صدہا مصادر مرکبہ بنا لئے + مثلاً **ماننا** + اب کہتے ہین۔ ہرچند سمجھایا۔ اُسنے منظور نہ کیا + کسی عنوان قبول نہ کیا۔ یعنی نہ مانا + مُکرنا۔ اب کہتے ہین۔ پہلے تو قبول دیا تھا۔ پھر انکار کر گیا۔ یعنی مُکر گیا + سوچنا۔ اب کہتے ہین۔ ہرچند فکر کرتا ہون عقل کام نہین کرتی + پچھتانا۔ اپنے کئے پر بہت پشیمان رہا۔ مگر اب کیا ہوسکتا ہے یعنی پچھتایا +

اسی طرح خوش ہونا۔ غصّے ہونا۔ خفا ہونا۔ تنگ ہونا۔ دق ہونا۔ غمگین ہونا۔ تماشا دیکھنا سیر کرنی۔ انتظار کرنا۔ راہ دیکھنا۔ یہانتک کہ بہتیرے مصدرون کی اصل ہندی گم ہوگئی + اس سے بڑھکر یہ کہ عربی فارسی کے مصدر یا مشتقات سے کر ہندی کا اشتقاق کرلیا +

گذشتن سے گذرنا۔ اور اسکے افعال۔ محاورہ ہے کہ گئی گذری بات کا اب کیا کہنا +

فرمودن سے فرمانا اور اُس کے بہت سے افعال +

قبول سے قبولنا۔ محاورہ ہے۔ بڑا بادی چور تھا ہرگز نہ قبولا +

بدل سے بدلنا اور اس کے بہت سے افعال۔ محاورہ ہے۔ کہ ادلے کا بدلا ہے صاحب! +

بخشیدن سے بخشنا + لرزیدن سے لرزنا +

نواختن یا نوازش سے نوازنا + شرم سے شرمانا +
کاہلی سے کہلانا + میان مجبور ایک قدیمی شاعر تھے + اُستاد مرحوم انکی باتین کیا کرتے تھے - کہ بڈھے دیرینہ سال تھے + مکتب پڑھایا کرتے تھے + ایک دفعہ مشاعرے مین غزل پڑھی + دیکھنا کس خوبصورتی سے فعل مشتق کو بٹھایا ہے + ه

باتین دیکھ زمانہ کی جی بات سے بھی کہلاتا ہے
خاطر سے سب یارون کی مجبور غزل کہلاتا ہے

نحو مین ترکیب اضافی - ترکیب توصیفی کہین مبتدا - کہین خبر ہو کر تمام ہندی پر چھا گئی +

اس مین پہلا فائدہ یہ ہوا - کہ اختصار کے لحاظ سے لفظون کا پھیلاو کم ہو گیا +

دوسرے جمع موصوف ہو - تو اسم صفت موصوف کو بھی اسکے لئے جمع لاتے تھے + اب واحد لاتے ہین + ه

ملائم ہو گئین دلپر گرہ کی ساعتین کڑیان
پھر کٹنے لگے اُن بن نہ کٹتین جن بنا گھڑیان

اب گھڑی ساعتین بولتے ہین +

تیسرے - صیغہ - مضارع معنی حال + سودا

نالہ سینہ سے کرے عزم سفر آخر شب
راہرو چلنے پہ باندھے ہے کمر آخر شب

چوتھے - یہ کہ - اقسام اضافہ مین تشبیہ اور استعارہ کے رنگ سے سیدھی سادی زبان رنگین ہو گئی + چنانچہ بھاشا مین کہنا ہو - تو کہین گے - راج کنور کے دل کے کنول کی کملاہٹ - دربار کے لوگون سے نہ دیکھی گئی + اُردو مین کہینگے - شہزادہ کے غنچہ دل کی کملاہٹ - اہل دربار سے نہ دیکھی گئی +

ولی وغیرہ متقدمین کے کلامون مین ایسی ترکیبین بہت ہین - بلکہ آدھے آدھے اور سارے سارے مصرعہ فارسی کے ہین + مگر کچھ اور طرح سے + علی ہذا القیاس بھاشا کے الفاظ اور اُسکی ترکیبین بھی زیادہ ہین - اور اسطرح ہین - کہ آج لوگون کو فصیح نہین معلوم ہوتین + اسکی مثال ایسی ہے - کہ گویا دودھ مین مٹھاس ملائی - مگر وہ ابھی اچھی طرح گھلی نہین + ایک گھونٹ خاصہ میٹھا - ایک بالکل پھیکا ہے - پھر ایک مین مصری کی ڈلی دانت تلے آگئی + ہان اب گھل مل کر وہ مرتبہ حاصل ہوا - جسے شیر و شکر کہتے ہین + بعض اشخاص یہ بھی کہتے ہین - کہ خالی بھاشا مین کچھ مزہ نہین +

اُردو خواہ مخواہ طبیعت کو بھلی معلوم ہوتی ہے + مگر میری عقل دونون باتون مین حیران ہے کیونکہ جب کوئی کہے۔ آج ایک شخص آیا تھا۔ یا یہ کہین۔ کہ ایک منش آیا تھا۔ تو دونون یکسان ہین۔ کیونکر کہون کہ منش مخالف طبع ہے ؟ + یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ کہ ہم بچپن سے شخص سنتے ہین۔ اسلئے ہمین منش یا مانس نامانوس معلوم ہوتا ہے + اسی طرح اور الفاظ۔ جنکی تعداد شمار سے باہر ہوگئی ہے + اس سے زیادہ تعجب یہ ہے۔ کہ بہت سے لفظ متروک ہین۔ مگر دوسرے لفظ سے ترکیب پاکر ایسے ہو جاتے ہین۔ کہ فصحا کے محاورہ مین جان ڈالتے ہین + مثلاً یہی مانس۔ کہ اکیلا محاورہ مین نہین۔ مگر سب بولتے ہین۔ کہ احمد ظاہر مین تو بھلا مانس معلوم ہوتا ہے۔ باطن کی خبر نہین +

بند ہو۔ بھاشا مین بھائی یا دوست کو کہتے ہین + اب بھائی بند محاورہ مین کہتے ہین + نہ فقط بند ہو۔ نہ بھائی بند ہو۔ اور ان استعمالون کی ترجیح کے لئے دلیل کسی کے پاس نہین + جو کچھ زمانہ مین رواج ہوگیا۔ وہی فصیح ہوگیا + ایک زمانہ آئیگا۔ کہ ہمارے محاورہ کو لوگ بے محاورہ کہکر ہنسینگے +

اگرچہ یہ بات بغیر تمثیل دیکھنے کے بھی ہر شخص کے خیال مین نقش ہے۔ کہ سنسکرت اور برج بھاشا کی مٹی سے اُردو کا پتلا بنا ہے۔ باقی اور زبانون کے الفاظ نے خط و خال کا کام کیا ہے۔ مگر مین چند لفظ مثالاً لکھتا ہون + دیکھو سنسکرت الفاظ جب اُردو مین آئے۔ تو ان کی اصلیت نے انقلاب زمانہ کے ساتھ کیونکر صورت بدلی ہے ؟ +

ا۔ چورن۔ سنسکرت ہے۔ یعنی آٹا + بھاشا مین چون کہتے ہین + اُردو مین چورن پسی ہوئی دوا کو کہتے ہین۔ اور کٹی ہوئی چیز کے نیچے جو باریک اجزا رہ جائین۔ وہ چورا ہے +

۲۔ پسٹ۔ سنسکرت ہے۔ برج بھاشا مین پسان اسی سے ہے + پسنہاری اُردو مین پیٹھی پسی ہوئی دال کے لئے خاص ہوگئی اور پیسنا مصدر ہوگیا +

۳۔ اٹ۔ جیسے برج بھاشا اور اُردو دونون مین آٹا کہتے ہین +

۴۔ وارتا یا ورت۔ اُردو مین بات ہوگئی +

۵۔ چتر دھر۔ اُردو مین چودھری ہوگیا +

۶- چندر- چاندی- سنسکرت ہے اردو مین چاندا ور چاندنی ہوگئین +
۷- (گرڈھ) گرڈھ- گھر یا خانہ- اور کیا عجب ہے- کہ فارسی مین کدّ یا کدہ بھی یہی ہو +

۸- ہست- ہاتھ ہے +
۹- ہستی- کا ہاتھی ہوگیا +
۱۰- بارد- سنسکرت ہے + بھاشا بادر- اُردو بادل یعنی ابر ہوگیا +
۱۱- دُل- ایک چیز کے دو ٹکڑے کرنے کو کہتے ہین + بھاشا اور اُردو مین دال خاص غلّہ کے لئے- اور دلنا مصدر نکل آیا +
۱۲- کشیر- دودھ- بھاشا کھیر یا چھیر اُردو مین دودھ چاول سے طیّار ہوتی ہے +
۱۳- دُگدھ- سنسکرت ہے- بھاشا دُدّہ ہوا + اب اُردو مین دودھ کہتے ہین +
۱۴- ماش- یا ماگھ- ماس + اُردو مین مہینا ہوگیا +
۱۵- گانڈا- اُردو مین گنّا ہوگیا- مگر گنڈیری مین ڈال باقی رہی +

بہت سے الفاظ ہین- کہ عربی فارسی نے اُردو کو دئے + اُردو نے کہین تو لفظون مین کچھ تصرف کیا- معنی وہی رکھے ہین- کہین لفظون کو سلامت رکھا- معنی کچھ سے کچھ کرلئے + مثلاً +

فیلسوف- یونانی لفظ ہے- بمعنی محب الحکمت- جیسے عربی مین حکیم- اور انگریزی مین ڈاکٹر یا فلوزفر کہتے ہین- مگر اُردو والے دغا باز اور مکّار کو کہتے ہین- اور فیلسوفی مکّاری) +

ابّا- امّا اب اور اُم سے نکلے ہین +

خصم- عربی مین بمعنی مقابل یا دشمن ہے- مگر اُردو مین خاوند بمقابل جورو کے ہے- جس سے زیادہ دُنیا مین کوئی عزیز نہین +

تماشا- سیر- عربی مین فقط بمعنی رفتار ہے + اُردو مین کہتے ہین- چلو باغ کی سیر دیکھ آئین عجب تماشا ہے +

اخلاص- عربی مین خالص کرنے کو کہتے ہین + اُردو والے پیار- اخلاص- محبّت ایک

معنوں میں بولتے ہیں +

خیرات - عربی لفظ ہے - یعنی نیکیاں + اُردو میں خیرات دو - صدقہ اُتارو +

تکرار - عربی میں دوبارہ کہنے یا کام کرنے کو کہتے ہیں + اُردو میں نزاع یا جھگڑے کو کہتے ہیں

× × × ×

روزگار - فارسی میں زمانہ کو کہتے ہیں + ہندی میں روزگار نوکری ہے +

رومال - جن معنوں میں یہاں بولتے ہیں - یہ یہیں کا ایجاد ہے + فارسی میں روپاک - یا دست پاک ہے +

خیر و صلاح - عوام الناس خیر سلا کہتے ہیں - یعنی صحت و سلامت +

رَسَد - اگرچہ فارسی لفظ معلوم ہوتا ہے - مگر اہل فارس ان معنوں میں نہیں بولتے + بہت الفاظ اسطرح لئے - کہ معنوں کے ساتھ اُنکی صورت بھی بدل دی + اگرچہ اکثر ان میں سے عوام الناس بولتے ہیں - مگر بعض الفاظ خواص کی زبانوں تک بھی پہونچ گئے + مثلاً +

اردَاوہ - کہ اصل میں اروابہ تھا +	تانے تشنے - طعن و تشنیع +
شروا - شوربہ یا شورابہ +	بک بک جھک جھک - زق زق بق بق +
کھیسا - کیسہ +	قبور - قربوس +
کہگل - کاہ گل +	دسپنا - دست پناہ - یہیں کی فارسی ہے +
ہمام دستہ - ہاون دستہ +	مردار سنگ - مردہ سنگ +
بجاز - بزاز +	گدڑی گذری - بازار وقت شام +
پجاوہ - پزاوہ - پزیدن سے +	توبہ تلنسوہا - توبۂ نصوحا +
ٹاٹ بافی - تار بافی +	تاشہ - تاسہ اور تاسک فارسی لفظ ہے +
زری کوتا - زری کہنہ +	سہ بندی - سپہ بندی - نگہداشت فوج +
تار تلا - تار طلا - یعنی زری کہنہ +	غُرفش - غُرّش +

افراتفری - یعنی افراط و تفریط + اصل مین نہایت بہتات اور نہایت کمی کے معنی ہین + اب کہتے ہین عجب افراتفری پڑ رہی ہے - یعنی ہل چل پڑ رہی ہے +

قلانچ - قلاش یا قلاچ + ترکی مین دونون ہاتھون کے درمیان کی وسعت کو کہتے ہین + اس لئے کپڑا ناپنے کا پیمانہ ہے + یہان خرگوش یا ہرن وغیرہ جانور دوڑتے ہین - تو کہین گے قلانچین بھرتے پھرتے ہین +

آکا - ترکی مین بڑے بھائی کو کہتے ہین - یہان آکا یار دوست کو بولتے ہین - اور اُس مین کچھ بانکپن کو بھی دخل ہے +

قیورق - ترکی مین شے محفوظ کو کہتے ہین + یہان جو شے حاکم کی ضبطی مین آوے - اُسے قرق کہتے ہین +

مشاطہ - مشط عربی مین کنگھی کو کہتے ہین + فارسی مین مشّاطہ اُس عورت کو کہتے ہین - جو عورتون کو بناؤ سنگار کرائے + جیسے ہندوستان مین نائن + اُردو مین مشاطہ بضم اوّل اور بتخفیف ثانی اُس عورت کو کہتے ہین - جو زن و مرد کی نسبت تلاش کرے - اور شادی کروا دے +

مُرغا - فارسی مین مُرغ فقط پرندہ ہے + اُردو مین مرغا - خروس - مرغی - ماکیان کو کہتے ہین + اُن کے ہان ہر جمعہ کو مرغون کی پالی بندھتی ہے +

چیغ یا چق - ترکی مین باریک پردہ کو کہتے ہین + یہان چلمن کو چک کہتے ہین +

کتّا - ترکی مین بڑے کو کہتے ہین - یہان کتّا موٹے کو کہتے ہین + ہٹّا کٹّا محاورہ ہے +

نظر - بالتحریک ہے - مگر جمع اسکی لکھون اوسط ہی بولتے ہین + **وزیر**

ترچھی نظرون سے نہ دیکھو عاشقِ دلگیر کو کیسے تیر انداز ہو سیدھا تو کرلو تیر کو

خط - مشدد ہے - مگر اب کہتے ہین - آج کل خطون مین آداب و القاب کا دستور ہی نہین رہا +

غم - بھی عربی مین مشدد ہے + فارسی اور اُردو مین بالتخفیف بولتے ہین +

طرح - عربی مین بالتسکین ہے + اُردو کے اہلِ محاورہ اور شاعر بھی بالتحریک باندھتے ہین +

محل - بالتشدید ہے - مگر کہتے ہین - کل بولی بھٹیاری کے محلون مین نسبت ہے +

انگریزی زبان بھی اپنی عملداری بڑھاتی چلی آتی ہے + ہندو مسلمان بھائیون کو اُس دن کا انتظار چاہیئے - کہ وہ عربی فارسی کے لفظ - جو اب تک ہمارے تمہارے باپ دادا بولتے رہے - آیندہ اُنکی جگہ اس کثرت سے انگریزی لفظ نظر آئین گے - کہ عربی فارسی کے لفظ خود جگہ چھوڑکر بھاگ جائین گے + چند لفظ ایسے بھی دکھانے چاہیئین جو کہ مختلف ممالک یورپ کے ہین - اور اب ہماری زبان مین اسطرح پیوند پا گئے ہین - کہ جوڑ تک نہین معلوم ہوتا +

کمرہ - اطالی ہے +

نیلام - پرتگالی ہے + وہ نیلام کہتے ہین +

پادری - زبان لاطینی سے آیا ہے +

لالٹین - لین ٹرن انگریزی ہے +

اسٹام - سٹمپ انگریزی ہے +

بسکٹ - بسکٹ انگریزی ہے +

پنشن - انگریزی ہے +

بوتام - بوتان فرنچ ہے +

پستول - پسٹل انگریزی ہے +

فلالین - یا فلالین فلینل انگریزی ہے +

بابلٹ - بابی نٹ ایک جالی کی قسم کا کپڑا +

بوتل - باٹل انگریزی ہے +

درجن - ڈزن انگریزی ہے +

بٹن - بٹن انگریزی ہے +

بگی - انگریزی ہے +

گلاس - انگریزی مین عام شیشہ ہے +

میم - میڈم - انگریزی لفظ ہے

اردلی آ ڈرلی ہے +

اسی طرح اسٹیشن - ٹکٹ - ریل - پولس وغیرہ صدہا لفظ ہین - خاص و عام سے بڑھکر عورتون کی زبان تک پہونچ گئے ہین - اور جو الفاظ دفترون اور کچہریون مین صاحب لوگون کے ملازم بولتے ہین - اگر سب لکھے جائین تو ایک ڈکشنری بنجائے +

ہر زبان کے فصحا کا قاعدہ ہے - کہ اپنی زبان مین تصرف لطیف سے کچھ ایجاد کرکے نئے لفظ اور اصطلاحین پیدا کرتے ہین + ہماری اُردو بھی اس میدان مین کسی سے پیچھے نہین ہے + ان اصطلاحون کی بنیاد اگرچہ اتفاقی پڑتی ہے - مگر ان لوگون کی طبیعت سے ہوتی ہے - جو نئے

ساتھ فکر عالی۔ طبیعت براق۔ ذہن پر ایجاد اور ایجاد دلپذیر رکھتے ہین + انھین کے کلام کو خاص و عام کے دلون مین بھی اثر ہوتا ہے۔ کہ اُنکی بات سب کے دلون کو بھلی لگتی ہے۔ اور اُسے اختیار کر لیتے ہین + مثلاً +

گھوڑے کا رنگ جسے ہندوستان مین سرنگ اور پنجابی مین چینا۔ یا کلکا کہتے ہین۔ فارسی مین اُسے کرنگ کہتے ہین۔ اور چونکہ بھاشا مین گ علامت بدی اور س علامت خوبی ہے۔ اسلئے اکبر نے اسکا نام سرنگ رکھا + گھوڑے کی اندھیری کا نام اُجیالی رکھا۔ کہ نیک شگون ہے +

خاکروب کو حلال خور کا خطاب بھی اُسی ذرہ نواز بادشاہ کا بخشا ہوا ہے +

جہانگیر کی رنگیلی طبیعت نے شراب کا نام رام رنگی رکھا۔ اور اسکو فارسی کے شعرا نے اشعار مین بھی باندھا + طالب آملی ؎

"نہ ایم منکر صہبا ولیک میگوئیم   کہ رام رنگی ما نشئہ دگر دارد"

سنگترہ۔ کو اُس کی خوبی و خوش رنگی کے سبب سے محمد شاہ نے رنگترہ کہا +

بلبل ہندوستان کا گلدم نام رکھا +

ہار کے لفظ کو بد شگون سمجھ کر پھلمال کہوایا +

شاہ عالم نے سرخاب کو بھی گلسرہ کہا مگر اُس نے رواج نہ پایا +

نواب سعادت علی خان مرحوم نے ملائی کا نام بالائی رکھا۔ کہ لکھنؤ مین عام اور دلی وغیرہ مین کم رائج ہے + مذاق سلیم دونون کے لطف مین امتیاز کر سکتا ہے +

بھاشا کی ساخت کو دیکھو۔ کہ ہر ایک زبان کی ملاپ کے لئے کیسی ملنسار طبیعت رکھتی ہے۔ نظم و نثر پر غور سے نظر کرو + اُس نے اپنے مہمان کے لئے فقط لفظون ہی مین جگہ خالی نہین کی۔ بلکہ بہت سے الفاظ و خیالات۔ جو کہ ملکی خصوصیت عربی فارسی سے رکھتے تھے۔ وہ بھی لیلئے۔ چنانچہ بہادری کا میدان رستم و سام کو دیا۔ حالانکہ یہان وہ بھیم اور ارجن کا حق تھا + سودا کہتے ہین

"رستم رہا زمین پہ نہ سام رہ گیا   مردون کا آسمان کے تلے نام رہ گیا"

رستم سے بھلا کہ تو سمر تیغ تلے دھر دے — پیارے یہ ہمین سے ہو ہر کارے وہم مردے"

حُسن و جمال کے شبستان مین لیلیٰ و شیرین آگئین۔ اور جب وہ آئین تو رانجھے کی جگہ مجنون و فرہاد کیونکر نہ آتے۔ مجنون و فرہاد کی آنکھون سے گنگا و جمنا تو بہ نہین سکین۔ مجبور جیحون۔ سیحون ہندوستان مین آگئے۔ ہمالیہ اور بندھیاچل کو چھوڑکر کوہ بیستون و قصر شیرین کوہ الوند سے سر پھوڑتے ہین۔ مگر جب کوئی خوش طبع چاہتا ہے۔ تو یہین کے پھولون سے بھی یہان کے مکان سجا دیتا ہے۔ اور وہ عجب بہار دیتے ہین ❊

ایک زبان کے محاورہ کو دوسری زبان مین ترجمہ کرنا جائز نہین۔ مگر ان دونون زبانون مین ایسا اتحاد ہوگیا۔ کہ یہ فرق بھی اُٹھ گیا۔ اور اپنے کارآمد خیالون کے ادا کرنے کے لئے دلپذیر اور دلکش اور پسندیدہ محاورات جو فارسی مین دیکھے۔ انھین کبھی بجنسہ اور کبھی ترجمہ کرکے لیا۔ مثلاً برآمدن اور بسرآمدن ہندی مین اسکا ترجمہ لفظی ڈھونڈین تو نہین ہے۔ مگر اہل زبان نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ تضمین کرلیا۔ اور سودا نے کہا۔

"اُس دل کی تفِ آہ سے کب شعلہ بر آئے — بجلی کو دم سرد سے جس کے حذر آئے
افعی کو یہ طاقت ہے کہ اُس سے بسر آئے — وہ زلفِ سیہ اپنے اگر لہر پہ آئے"

درآمدن۔ یعنی گھس آنا۔ سودا

"یان تک نہ دل آزار خلایق ہو کہ کوئی — نکل کر لہو منہ سے صفِ محشر مین در آئے"

عرق عرق شدن اور آب شدن۔ ذوق

"آگ دوزخ کی بھی ہو جائے گی پانی پانی — جب یہ عاصی عرقِ شرم سے تر جائین گے"

حرف آمدن اور دل خون شدن۔

"حرف آئے مجھ پہ دیکھئے کس کس کے نام سے — اس درد سے عقیق کا دل خون یمن مین ہے"

سید انشا۔ ع۔ "لب وہ کہ لعل کے بھی نگینہ پہ حرف ہے" ❊

چشمک زدن۔ ذوق۔

لب پر ترے پسینہ کی بوندا ے عقیق لب چشمک زنی کرے ہے سہیل یمن کے ساتھ"

پیمانہ پر کردن- مار ڈالنا + سودا۔

ساقی چمن مین چھوڑکے مجکو کدھر چلا پیمانہ میری عمر کا ظالم تو بھر چلا"

دامن افشاندہ برخاستن- بیزار ہوکر اُٹھ کھڑے ہونا + سودا۔

گیا اس چمن مین آن کے لے جائے گا کوئی دامن تو میرے سامنے گل جھاڑکر چلا"

از جامہ بیرون شدن +

نکلا پڑے ہے جامہ سے کچھ ان دنون رقیب تھوڑے ہی دم دلاسے مین اتنا اپھر چلا

کب صبا آئی ترے کوچہ سے اے یار کہ مین جون حباب لب جو جامہ سے باہر نہ ہوا"

اگرچہ ان باتون پر فصاحت کے اصول عامہ کے بموجب- بہت اعتراض ہوئے- مگر احتراز نہ ہوئے- کیونکہ بولنے والون کی نسلین اور اصلین اور گھر اور گھرانے فارسی سے شیر وشکر ہورہے تھے + جتنا اسکا دخل زیادہ ہوتا تھا- اُتنا ہی مزہ زیادہ ہوتا تھا- اور آج دیکھتے ہین- تو اور ہی رنگ ہے + ہمارے قادر الکلام انشا پرداز ترجمے کر کے انگریزی کے خیالون کے چربے اُتارتے ہین- اور ایسا ہی چاہئے + جہان اچھا پھول دیکھا- چُن لیا- اور دستار نہین تو کوٹ مین زیب گریبان کرلیا + ہمارے انشا پردازون نے جب دیکھا- کہ فارسی والون نے اپنی قادر سخنی کے زور- یا ظرافت طبع کے شور سے عربی ترکیبون کا استعمال کیا ہے- تو اُنھون نے بھی اپنے پیارے ملک کی زبان کو اس نمک سے بے لطف نہ چھوڑا + سودا فرماتے ہین- ع "جیسے کہتا ہے کوئی ہو تراصفاً صفاً" +

سید رضی خان رضی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے +

ع - "تری وہ مثل ہے- کہ اے رضی نہ اِلّے الّذی نہ اُلّے الّذی" +

دونون زبانون کی باب تشبیہات مین ایک نکتہ کہے بغیر مجھ سے آگے بڑھا نہین جاتا- یعنی مختلف افراد انسان کے طبائع پر غور کرو- کہ ہزارون کوس پر پڑے ہون- اور مختلف طبیعت کے ملکون مین ہون- لیکن چونکہ طبیعت انسانی متحد ہے- اسلئے دیکھو انکے خیالات کسقدر ملتے جلتے

ہوتے ہین۔ چنانچہ یہان بالون کی تعریف مین ناگون کے لہرانے اور بھونرون کے اڑنے سے تشبیہ دیتے ہین۔ فارسی مین بھی زلف کی تشبیہ سانپ کے ساتھ آئی ہے۔ اسلئے اُردو مین سانپ رہے۔ مگر بھونرے اُڑ گئے۔ اور اسکی جگہ مشک۔ بنفشہ۔ سنبل۔ ریحان آگئے۔ جو کبھی یہان دیکھے بھی نہین۔ مگر عرب کا سادہ مزاج فصیح اپنے نیچر کا حق ادا کرتا ہے۔ اور زلف کو کوئلے سے تشبیہ دیتا ہے۔ سانولی رنگت کی تعریف مین شام برن اور میگھ برن کہتے تھے۔ اُس سے کھلتا رنگ ہوتا تو چنپک برنی کہتے تھے۔ اب سمن رنگ اور سیم رنگ کے الفاظ حسن کو بہار دیتے ہین۔ مگر چندر مکھ اور ماہ رخ مشترک ہے۔ آنکھ کی تعریف مین یہان مرگ کی آنکھ۔ اور کنول کے پھول۔ اور ممولے کی اچپلاہٹ سے تشبیہ دیتے تھے۔ اُردو مین آہو چشم رہے۔ مگر ممولے ہوا ہو گئے۔ اور کنول کی جگہ ساغر لبریز اور نرگس شہلا آگئی جو کسی نے یہان دیکھی بھی نہ تھی۔ بلکہ ترک چشم۔ شمشیر نگاہ قتل کرنے لگے۔

رفتار کے لئے بھاشا مین ہتھنی اور ہنس کی چال ضرب المثل ہے۔ اب ہنس کے ساتھ ہاتھی بھی اُڑ گیا۔ فقط کبک دری۔ شور محشر اور فتنہ قیامت نے آفت برپا کر رکھی ہے۔ بھاشا مین ناک کی تشبیہ طوطے کی ناک سے تھی۔ اب زنبق کی کلی سے تشبیہ دیتے ہین۔ آتش کا شعر ہے۔

توڑنے والے گُل زنبق کے ہین　　　کاٹنے والے چمن کی ناک کے"

فارسی والون نے کمر کی نزاکت مین بڑی باریکیان نکالی ہین۔ مگر سنسکرت نے بھی اپنی جگہ مبالغہ مین کچھ کمی نہین کی۔ چنانچہ آنکھون کی تعریف مین ایک شاعر نے کہا۔ گوشے اُنکے کانون سے جا ملے تھے"۔

پہلے یہان ہوا یا ابر یا ہنس کو قاصد کہتے تھے۔ انھون نے نسیم اور صبا کو قاصد رکھا۔ بلکہ نالہ اور آہ اور اشک سے بھی پیغام رسانی کا کام لیا۔ اُستاد مرحوم کا شعر ہے۔

نالہ ہے اُن سے بیان درد جدائی کرتا　　　کام قاصد کا ہے یہ تیر ہوائی کرتا"

ظفر

"ظفر گر نہین ہے کوئی نامہ بر تم آنسو ہی اپنا روانہ کرو"

سودا

"قاصدِ اشک آ کے خبر کر گیا قتل کوئی دل کا نگر کر گیا"

فارسی والے **طفل اشک** باندھتے تھے + انھون نے بھی اُسے لڑکا بنایا۔ اور دیکھو اُستاد مرحوم نے اُس کے لئے دامن کیا خوب تیّار کیا ہے۔ع

"طفلِ اشک ایسا گرا دامانِ مژگان چھوڑ کر"

اور **معروف** نے بھی کہا ہے۔ ہ

"ابھی سے نام خدا کرنے قاصدی نکلا یہ طفلِ اشک پڑا پایا تو کابلی نکلا

بیان کیا کرون اشک کی ابتری کا یہ لڑکا بد اطوار پیدا ہوا ہے"

یہ نہ سمجھنا کہ فارسی زبان ہندی مین تصرف حاکمانہ کرتی رہی + نہین اُسے بھی یہان کے الفاظ لئے بغیر چارہ نہین ہوا + چنانچہ جو الفاظ فارسی اور سنسکرت کی اصلیت مین متفق ہین۔ اُنسے قطع نظر کرکے کہتا ہون۔ کہ سلاطین چغتائیہ کے دفترون مین صدہا لفظ ہندی کے تھے۔ جو کہ فارسی عبارتون مین بے تکلف مستعمل ہوتے تھے۔ اور اب بھی عہد مذکور کی تواریخون مین موجود ہین + مثلاً **جھروکہ درشن** اور **پھول کٹارہ** اور **کھپوہ مرصع**۔ جہانگیر بادشاہ اپنی **توزک** مین لکھتا ہے۔ کہ میرا بھائی **شاہ مراد** کوہستان فتح پور سیکری مین پیدا ہوا تھا + اسی واسطے میرے والد اُسے **پہاڑی راجہ** کہا کرتے تھے۔ اور آرام بانو بیگم میری چھوٹی بہن کو بہت پیار کرتے تھے۔ اور اکثر مجھ سے کہتے تھے۔ کہ بابا بجہت خاطر من باین خواہر خود۔ کہ **لاڈلہ** من است۔ بعد از من بایدبہ وشے سلوک کنی۔ کہ من بہ او میکنم + ناز او بر داشتہ۔ بے ادبی و شوخی ہاے او را نگذرانی + اسی کتاب سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاہجہان بچپن مین اکبر کو **شاہ بابا** اور جہانگیر کو **شاہ بھائی** کہا کرتا تھا +

اسی طرح شعرا نے اپنے تصرفات رنگین کے ساتھ اشعار فارسی کو رونق دی ہے + امیر خسرو ۵سو برس پہلے کہتے ہین ع "بنشستہ چون در پالکی نہ چرخ کہار آمدہ" + اور دہلی کی یاد مین ایک جگہ کہتے ہین +

"اے دہلی وائے بتان سادہ پگ بستہ و چیرہ کج نہادہ"

اور نثر مین بادشاہ کے لئے کیا خوب کہا ہے "بار جگت گر دی عالم بر خود گرفتہ +

بیان مذکورہ بالا سے تمھین اجمالاً معلوم ہوگیا۔ کہ اُردو کا درخت اگرچہ سنسکرت اور بھاشا کی زمین مین اُگا۔ مگر فارسی کی ہوا مین سرسبز ہوا ہے + البتہ مشکل یہ ہوئی۔ کہ بیدل اور ناصر علی کا زمانہ قریب گذر چکا تھا۔ اور اُن کے معتقد باقی تھے۔ وہ استعارہ اور تشبیہ کے لطف سے مست تھے + اسواسطے گویا اُردو بھاشا مین استعارہ اور تشبیہ کا رنگ بھی آیا۔ اور بہت تیزی سے آیا + یہ رنگ اگر اسی طرح آتا۔ جتنا چہرہ پر اُبٹنے کا رنگ۔ یا آنکھون مین سُرمہ۔ تو خوشنمائی اور بینائی دونون کو مفید تھا۔ مگر افسوس۔ کہ اس کی شدت نے ہمارے قوت بیان کی آنکھون کو سخت نقصان پہنچایا۔ اور زبان کو خیالی باتون سے فقط تو ہمات کا سوانگ بنا دیا + نتیجہ یہ ہوا کہ بھاشا اور اُردو مین زمین و آسمان کا فرق ہوگیا + چاہتا ہون کہ دونون کے نمونے سامنے رکھ کر اُن کے فرق دکھاؤن۔ مگر اُس سے پہلے دو تین باتین خیال مین رکھنی چاہیئے + اوّل تو شاعرانہ اُردو کا نوجوان۔ جس نے فارسی کے دودھ سے پرورش پائی + اسکی طبیعت مین بہت سے بلند خیالات اور مبالغہ مضامین کے ساتھ۔ وہ حالات اور ملکی رسمین اور تاریخی اشارے آگئے۔ جو فارس اور ترکستان سے خالص تعلق رکھتے تھے۔ اور بھاشا کے طبعی مخالف تھے + ساتھ اسکے فارسی کی نزاکت اور لطافت طبعی کے سبب سے اُردو کے خیالات اکثر ایسے پیچیدہ ہو گئے۔ کہ بچپن سے ہمارے کانون مین پڑتے۔ اور ذہنون مین جمتے چلے آتے ہین + اس لئے ہمین مشکل نہین معلوم ہوتے + ان پڑھ۔ انجان۔ یا غیر زبان والا انسان سنتا ہے۔ تو مُنہ دیکھتا رہ جاتا ہے۔ کہ یہ کیا کہا ؟ اس لئے اُردو پڑھنے والے کو واجب ہے کہ فارسی کی انشا پردازی سے ضرور آگہی رکھتا ہو + فارسی اور اُردو کی انشا پردازی مین جو دشواری ہے۔ اور ہندی کی انشا مین آسانی ہے + اُس مین ایک باریک نکتہ غور کے لایق ہے + وہ یہ ہے۔ کہ بھاشا زبان جس شے کا بیان کرتی ہے۔ اس کی کیفیت ہمین اُن خط و خال سے سمجھاتی ہے۔ جو خاص اُسی شے کے دیکھنے۔ سونگھنے۔ چکھنے یا چھونے سے حاصل ہوتی ہے + اُس بیان مین

اگرچہ مبالغہ کے زور یا جوش و خروش کی دھوم دھام نہین ہوئی۔ مگر سُننے والے کو جو اصل شے کے دیکھنے سے مزہ آتا ہے۔ وہ سُننے سے آجاتا ہے + برخلاف شعرائے فارس کے۔ کہ یہ جس شے کا ذکر کرتے ہین۔ صاف اُس کی بُرائی بھلائی نہین دکھلاتے۔ بلکہ اُسکے مشابہ ایک اور شے جسے ہم نے اپنی جگہ اچھا یا بُرا سمجھا ہوا ہے۔ اُسکے لوازمات کو شے اول پر لگاکر اُنکا بیان کرتے ہین، مثلاً پھول کہ نزاکت۔ رنگ اور خوشبو مین معشوق سے مشابہ ہے + جب گرمی کی شدت مین معشوق کے حُسن کا انداز دکھانا ہو۔ تو کہین گے کہ مارے گرمی کے پھول کے رخساروں سے شبنم کا پسینہ ٹپکنے لگا۔ اور اسی رنگ مین شاعر کہتا ہے + خواجہ وزیر۔ وزیر۔

"ہون وہ بلبل جو کرے ذبح خفا تو ہوکر روح میری گلِ عارض مین ہے بو ہوکر"

یہ تشبیہین اور استعارے اگر پاس پاس کے ہون۔ اور آنکھون کے سامنے ہون۔ تو کلام مین نہایت لطافت اور نزاکت پیدا ہوتی ہے۔ لیکن جب وہ دور جا پڑین۔ اور بہت باریک پڑجائین تو دقت ہوجاتی ہے + چنانچہ ہمارے نازک خیال کسی بادشاہ کے اقبال اور عقل کے لئے اس قدر تعریف پر قناعت نہین کرتے۔ کہ وہ اقبال مین سکندر یونانی اور عقل مین ارسطو ثانی ہے۔ بلکہ بجائے اسکے کہتے ہین۔ "کہ اگر اُسکا ہمائے عقل۔ اوج اقبال سے سایہ ڈالے۔ تو ہر شخص کشور دانش و دولت کا سکندر اور ارسطو ہوجائے۔ بلکہ اگر اسکے سینہ مین دلائل عقلی کا دریا جوش مارے۔ تو طبقۂ یونان کو غرق کردے" + اوّل تو ہما کی یہ صفت خود ایک بے بنیاد فرض ہے۔ اور وہ بھی اُسی ملک کے ساتھ خاص ہے + اُسپر ایک اقبال کا فلک الافلاک تیار کرنا اور اسپر نقطۂ اوج کا دریافت کرنا دیکھئے + وہان اُنکے فرضی ہما کا جانا دیکھئے + پھر زمین پر اُس خیالی آسمان کے نیچے ایک تدبیر کا یونان بسانا دیکھئے + پھر اس فرضی ہما کی برکت کا اس قدر عام کرنا دیکھئے۔ جس سے دُنیا کے جاہل اس خیالی یونان مین جاکر ارسطو ہوجائین + دوسرے فقرے مین اول علمائے ہند نے تنور سے طوفان کا نکلنا مانا ہی نہین ہے۔ اُسپر طبقہ یونان کا اپنے فلسفہ کی تہمت مین تباہ ہونا وغیرہ وغیرہ ایسی باتین اور روایات ہین۔ کہ اگرچہ ہمارے معمولی خیالات ہون۔ مگر غیر قوم بلکہ ہمارے بھی علم لوگ

اُس سے سب بے خبر ہین + اسلئے بے سمجھائے نہ سمجھین گے - اور جب بات کو زبان سے کہکر سمجھانے کی نوبت آئی - تو لطف زبانِ کجا ؟ اور یہ نہین تو تاثیر کجا ؟ مزہ وہی ہے - کہ آدھی بات کہی آدھی مُنہ مین ہے - اور سُننے والا پھڑک اُٹھا + تار باجا اور راگ بوجھا + خیالی رنگینیون اور فرضی لطافتون کا نتیجہ یہ ہوا - کہ جو باتین بدیہی ہین - اور محسوسات مین عیان ہین - ہماری تشبیہون اور استعارون کے پیچ در پیچ خیالون مین آکر وہ بھی عالمِ تصوّر مین جا پڑتی ہین - کیونکہ خیالات کے ادا کرنے مین ہم اول اشیاء بے جان کو جان دار - بلکہ اکثر انسان فرض کرتے ہین - بعد اسکے جان دارون اور عاقلون کے لئے جو باتین مناسب حال ہین - ان بیجالون پر لگا کر ایسے ایسے خیالات پیدا کرتے ہین - جو اکثر ملک عرب یا فارس یا ترکستان کے ساتھ قومی یا مذہبی خصوصیت رکھتے ہین + مثلاً رات کو اہل محبّت کے جلسہ مین اوّل تو ساقی کا آنا واجب ہے - پھر معشوق بجاے ایک نازنین عورت کے پریزادلڑکا ہو + اُسکی پیشانی اور رخسارہ سے نور صبح روشن ہے - مگر زلف کی شام بھی برابر مشک افشان ہے + صراحی کبھی سرکشی کرتی ہے - اس لئے جگر خون ہو کر ٹپکتا ہے + کبھی جھلکتی ہے - اور خندہ قلقل سے ہنستی ہے + کبھی وہی قلقل حق حق ہو کر یادِ الٰہی مین صرف ہوتی ہے + مگر پیالہ اپنے کھُلے مُنہ سے ہنستا ہے - اور اُسکے آگے دامن بھی پھیلاتا ہے + فلک تیر حوادث کا ترکش اور کمان کہکشان لگائے کھڑا ہے - مگر عاشق کا تیر آہ اُسکے سینہ کے پار جاتا ہے + پھر بھی زحل منحوس کی آنکھ نہین پھوٹتی - کہ عاشق کی صبح مراد روشن ہو +

یہان کی محفل مین شمع برقع فانوس مین تاج زر سر پر رکھے کھڑی ہے - اسلئے پروانہ کا آنا بھی واجب ہے + وہ عاشق زار آتے ہی جل کر خاک ہو جاتا ہے + چراغ کو ہنساتے ہین - اور شمع کو عاشق کے غم مین رُلاتے ہین + وہ باوفا عشق کی تپ مین سراپا جلتی ہے + اُسکی چربی گھُل گھُل کر بہتی ہے - مگر پاے استقامت اُسکا نہین ٹلتا - یہانتک کہ سفیدہ سحری کبھی اُسکا فرد دیتا ہے - اور کبھی طبا شیر شمع کا دل اسلئے بھی گداز ہے - کہ شب زندگی کا دامن بہت چھوٹا ہے - لیکن صبح دونون کے ماتم مین گریبان چاک کرتی ہے - عاشق بادہ خوار کے لئے مرغ سحر بڑا موذی

ہے + اُسکے ذبح کو ہمیشہ تیغ زبان تیز رہتی ہے + بادسحر قاصد خجستہ گام ہے۔ کہ پیغام یار کا بہت جلد لاتا اور لے جاتا ہے + اسی عالم مین آفتاب کبھی تو پنجہ شعاع سے آنکھ ملتا سر برہنہ حجرۂ مشرق سے نکلتا ہے۔ کبھی فلک کے سبزہ گھوڑے پر سوار کرن کا تاج زرنگار سر پہ چمکاتا۔ شفق کا پھریرا اُڑاتا آتا ہے۔ کیونکہ اپنے حریف شاہ انجم کی فوج کو پریشان کرکے فتحیاب آیا ہے + انھین بنیادون پر جب گلزار کی شگفتگی یا باغ کی بہار دکھائی ہو۔ تو ایسے خیالات مین دکھائینگے۔ کہ شاہد گل کے کان مین قاصد صبا کچھ ایسا افسون پھونک گیا۔ کہ وہ مارے ہنسی کے فرش سبزہ پر لوٹ گیا + طفل غنچہ مُسکرا کر اپنے عاشق بُلبُل شیدا کا دل لُبھاتا ہے + کبھی خزان کا غارت گر آتا ہے۔ گُل اپنا جام اور غنچہ اپنی صراحی لیکر روانہ ہو جاتے ہین + اسی طرح ہمارے باغ مین بہار خود ایک معشوق ہے + اسکا چہرہ چمن ہے + گُل رخسار ہین + سنبل بال ہین + بنفشہ زلف ہین + نرگس آنکھین ہین وغیرہ وغیرہ +

پھر بہار موسم جوانی ہے + درخت جوانان چمن ہین۔ کہ عروسان گلشن سے گلے مل کر خوش ہوتے ہین + شاخین انگڑائیان لیتی ہین۔ تاک سیہ مست پڑا اینڈتا ہے + اطفال نبات دایہ بہار کی گود مین پرورش پاتے ہین + خضر سبزہ کی برکت سے نسیم سحری مردۂ ہزار سالہ مین دم عیسوی کا کام دیتی ہے۔ مگر بُلبُل زار عشق شاہد گُل مین اُداس ہے + آب روان عمر گذران ہے اُسکی موج کی تلوار سے دل کٹے جاتے ہین + سرو کے عکس کا اژدہا نگلے جاتا ہے + شبنم کے آنسو جاری ہین + بُلبُل کبھی خوش ہے۔ کہ گُل اُسکا پیارا پاس ہنس رہا ہے۔ کبھی افسردہ۔ کہ خزان کا خون ریز اُن سب کو قتل کریگا۔ یا اُسکے دشمن یعنی گلچین و صیّاد اسے یہان سے نکالینگے + سرو یا شمشاد کے عشق مین قمری کا گیروا لباس ہے + اُسکے نالہ کا آرا دلون کو چیرتا ہے + کبھی عاشق زار بھی وہین آنکلتا ہے + وہ بجائے اپنے معشوق کے حسرت و غم سے ہم کنار ہے۔ روتا ہے اور قاصد صبا کو پیغام دیتا ہے۔ کہ میرے تغافل شعار کو ذرا میرے حال کی خبر کردینا +

بیان مذکورہ بالا سے معلوم ہوا ہوگا۔ کہ ان مین بہت سی باتین ایسی ہین۔ جو خاص فارس اور ترکستان کے ملکون سے طبعی اور ذاتی تعلق رکھتی ہین + اسکے علاوہ بعض خیالات مین اکثر اُن داستانون یا قصون کے اشارے بھی آگئے ہین۔ جو خاص ملک فارس سے علاقہ رکھتے تھے + مثلاً شمشاد۔ نرگس سُنبل۔ بنفشہ۔ موے کمر۔ قد سرو وغیرہ کی تشبیہین + لیلی۔ شیرین۔ شمع۔ گُل۔ سرو وغیرہ کا حُسن + مجنون۔ فرہاد۔ بلبل۔ قمری۔ پروانہ کا عشق + فانوس کا برقع + غازہ اور گلگونہ + مانی و بہزاد کی مصوری + رستم و اسفندیار کی بہادری + زحل کی نحوست + سہیل یمن کی رنگ افشانی + مشاہیر فارس و یونان اور عرب کے قصے + راہ ہفتخوان۔ کوہ الوند۔ کوہ بے ستون۔ جوے شیر۔ قصر شیرین۔ جیحون۔ سیحون وغیرہ وغیرہ ہر چند سب معاملات عرب اور فارس سے متعلق ہین۔ مگر اُردو مین بہت سے خیالات انھین کی بنیاد پر نظم و نثر مین پیدا ہوتے ہین + تعجب یہ ہے۔ کہ ان خیالات نے اور وہان کی تشبیہون نے اسقدر زور پکڑا۔ کہ اُنکے مشابہ جو یہان کی باتین تھین۔ اُنھین بالکل مٹا دیا + البتہ سودا۔ سید انشا کے کلام مین کہین کہین ہین۔ اور وہ اپنے موقع پر نہایت لُطف دیتی ہین + غرض کہ اب انشا پردازی ایک پرانی یادداشت اُن تشبیہون اور استعارون کی ہے۔ کہ صدہا سال سے ہمارے بزرگون کی دست مال ہوکر ہم تک میراث پہونچی ہے + ہمارے متاخرین کو نئی آفرین لینے کی آرزو ہوئی۔ تو بڑا کمال یہ ہے۔ کہ کبھی صفت بعد صفت۔ کبھی استعارہ در استعارہ سے اُسے اور تنگ و تاریک کیا۔ جس سے ہوا تو یہ ہوا۔ کہ بہت غور کے بعد۔ فقط ایک وہمی نزاکت اور ذہنی لطافت پیدا ہوگئی۔ کہ جسے محالات کا مجموعہ کہنا چاہئے + لیکن افسوس یہ ہے۔ کہ بجاے اسکے کہ کلام اُنکا خاص و عام کے دلون پر تاثیر کرے۔ وہ مستعد لوگون کی طبع آزمائی کے لئے ایک دقیق معمّا۔ اور عوام کے لئے ایک عجیب گورکھ دھندا تیار ہوگیا۔ اور جواب اُنکا یہ ہے کہ کوئی سمجھے تو سمجھے۔ جو نہ سمجھین۔ اپنی جہالت کے حوالے +

اب اسکے مقابلہ مین دیکھو! بھاشا کا انشا پرداز برسات مین اپنا باغ کیونکر لگاتا ہے +

درختون کے جھنڈ چھائے ہین + گمن کے پتّے ہین۔ اُنکی گھری گھری چھانو ہے + جامن کی
ٹہنیان۔ آم کے پتّون مین کچھڑی ہو رہی ہین + کھرنی کی ٹہنیان۔ فالسے کے درخت مین پھیلی
ہوئی ہین + چاندنی کی بیل۔ کمرک کے درخت پر لپٹی جاتی ہے + عشق پیچہ۔ کگروندہ پر چڑھا جاتا ہے۔
اسکی ٹہنیان لٹکتی ہین۔ جیسے سانپ لہرا رہے ہین + پھولون کے گچّھے پڑے جھوم رہے ہین + میوے
دانے زمین کو چوم رہے ہین + نیم کے پتّون کی سبزی اور پھولون کی سفیدی بہار پر ہے + آم کے
بور مین اُسکے پھولون کی مہک آتی ہے + بھینی بھینی بُو جی کو بھاتی ہے + جب درختون کی ٹہنیان ہلتی
ہین۔ مولسری کے پھولون کا مینہ برستا ہے۔ پھل پھلاڑی کی بوچھار ہو جاتی ہے + دھیمی دھیمی ہوا اُنکی
بو باس مین بسی ہوئی روشون پر چلتی ہے + ٹہنیان ایسی ہلتی ہین۔ جیسے کوئی جوبن کی متوالی اٹکھیلیان
کرتی چلی جاتی ہے + کسی ٹہنی مین بھونرے کی آواز۔ کسی مین مکھیون کی بھنبھناہٹ الگ ہی سما باندھ رہی
ہے + پرند درختون پر بول رہے ہین۔ اور کلول کر رہے ہین + حوض مین چادر اس زور سے گرتی ہے۔ کہ
کان پڑی آواز نہین سُنائی دیتی + اُس سے چھوٹی چھوٹی نالیون مین پانی لہراتا جاتا ہے۔ تو عجب
بہار دیتا ہے + درختون سے جانور اُترتے ہین۔ نہاتے جاتے ہین۔ آپسمین لڑتے جاتے ہین۔
پرون کو پھڑپھڑاتے ہین۔ اور اُڑ جاتے ہین + چرند زمین پر چوکڑیان بھرتے پھرتے ہین + ایک طرف
سے کوئل کی کوک۔ ایک طرف سے کوکلے کی آواز + اسی جگمگھٹ مین عاشق مصیبت زدہ بھی
کہین اکیلا بیٹھا جی بہلا رہا ہے۔ اور اپنی جُدائی کے دُکھ کو مزے سے لیکر اُٹھا تا ہے +
برسات کا سما باندھتے ہین۔ تو کہتے ہین۔ سامنے سے کالی گھٹا جھوم کر اُٹھی ہے۔ بر دھوان دھار
ہے بجلی کوندتی چلی آتی ہے + سیاہی مین سارس اور بگلون کی سفید سفید قطارین بہار دکھا رہی
ہین + جب بادل کڑکتا ہے۔ اور بجلی چمکتی ہے۔ تو پرندے کبھی دبک کر ٹہنیون مین چھپ جاتے ہین۔
کبھی دیوارون سے لگ جاتے ہین + مور جُدا جھنگارتے ہین + پپیہے الگ پکارتے ہین + محبت کا
متوالا چھیلی کی جھرمٹ مین آتا ہے۔ تو ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا لہک کر پھوار بھی پڑنے لگی ہے مست ہو کر
وہین بیٹھ جاتا ہے۔ اور شعر پڑھنے لگتا ہے +

جب ایک شہر کی خوبی بیان کرتے ہین۔ تو کہتے ہین شام ہوتے ایک مقام پر پہونچا + دیکھتا ہے۔ کہ پہاڑیان ہری بھری ہین + ارد گرد سرسبز میدانون مین بسے ہوئے گانؤن آباد ہین + پہاڑ کے نیچے ایک دریا مین نرمل جل بہ رہا ہے۔ جیسے موتی کی آب بیچون بیچ مین شہر آباد + جب اُسکے اونچے اونچے مکانون اور برجون کا عکس پڑتا ہے۔ تو پانی مین کلسیان جگگ جگگ کرتی ہین اور دوسرا شہر آباد نظر آتا ہے + لب دریا کے پیڑ بوٹون اور زمین کے سبزے کو برسات نے ہرا کیا ہے۔ کہ وہ دھیلی گایون اور بکریون کا چارہ ہو جاسے +

جب اُداسی اور پریشانی کا عالم دکھاتے ہین۔ تو کہتے ہین کہ آدھی رات اِدھر۔ آدھی رات اُدھر۔ جنگل سنسان۔ اندھیرا بیابان۔ مرگھٹ مین دور دور تک راکھ کے ڈھیر۔ جلے ہوئے لکڑ پڑے۔ کہین کہین چتا مین آگ چمکتی ہے۔ بھوتون پریتون کی ڈراؤنی صورتین اور بھیانک مورتین ہین + کوئی تاڑ سا قد۔ لال لال دیدے پھاڑے۔ لمبے لمبے دانت نکالے۔ گلے مین کھوپریون کا مالا ڈالے کھڑا ہنس رہا ہے + کوئی ایک ہاتھی کو مارے بغل مین لئے بھاگا جاتا ہے + کوئی ایک کالا ناگ لکڑی کی طرح کھڑا چبا رہا ہے + پیچھے غُل ہوتا چلا آتا ہے۔ کہ لیجیو لیجیو۔ ماریو ماریو۔ جانے نہ پائے + دم بھر مین یہ بھوت پریت غائب ہوتے ہین۔ غُل شور تھمتا ہے + پھر مرگھٹ کا میدان سنسان ہے + پتّے ہوا سے کھڑکتے ہین + ہوا کا سناٹا۔ پانی کا شور۔ اُلو کی ہوک۔ گیدڑون کا بولنا۔ اور کُتّون کا رونا۔ یہ ایسی وحشت ہے۔ کہ پہلے ڈر بھی بھول جاتے ہین +

دیکھو! یہ دونون باغ آمنے سامنے لگے ہین + تم نے مقابلہ کیا؟ دونون کے رنگ ڈھنگ مین کیا فرق ہے؟ بھاشا کا فصیح استعارہ کی طرف بھول کر بھی قدم نہین رکھتا + جو جو لُطف آنکھون سے دیکھتا ہے۔ اور جن جن خوش آوازیون کو سنتا ہے۔ یا جن خوشبویون کو سونگھتا ہے۔ اُنھین کو اپنی میٹھی زبان سے بے تکلف۔ بے مبالغہ صاف صاف کہہ دیتا ہے +

لیکن یہ نہ سمجھنا۔ کہ ہندوستان مین مبالغہ کا زور تھا ہی نہین + سنسکرت کا انشا پرداز ذرا بگڑ جائے تو زمین کے ماتھے پر پہاڑ تیوری کے بل ہو جائین۔ اور وہان غار پتھرون سے دانت

پہنے لگین، ان مضامین کو دیکھکر اوّل ہمین وہ عام قاعدہ یاد آتا ہے۔ کہ ہر ملک کی انشا پردازی اپنے جغرافیے اور سرزمین کی صورت حال کی تصویر۔ بلکہ رسم و رواج اور لوگون کی طبیعتون کا آئینہ ہے+ سبب اسکا یہ ہے کہ جو کچھ شاعر یا انشا پرداز کے پیش نظر ہوتا ہے۔ وہی اُسکی تشبیہون اور استعارون کا سامان ہوتا ہے+

معلوم ہوتا ہے۔ کہ جسطرح ایران۔ خراسان اور توران کی زمین مین بہار کا موسم دلون کو شگفتہ کرتا ہے۔ یہان برسات کا موسم دلون مین ذوق و شوق پیدا کرتا ہے۔ وہان بہار مین بلبل ہزار داستان ہے+ یہان کوئل اور پپیہا ہے۔ برج بھاشا کے انشا پرداز برسات کے لطف اور اُسکی کیفیتین بہت خوب دکھاتے ہین+ جہانگیر نے اپنے توزک مین سچ کہا ہے۔ کہ ہندوستان کی برسات ہماری فصل بہار ہے۔ اور کوئل یہان کی بُلبُل ہے۔ اس موسم مین عجب لُطف سے بولتی ہے۔ اور مستیان کرتی ہے+ بہار کے موسم کا کچھ لطف یہان ہے۔ تو لبسنت رت کا سمان ہے جسمین ہولی کے رنگ اڑتے ہین پچکاریان چھٹتی ہین۔ گلال کے قمقمے چلتے ہین+ یہ وہ باتین ہین جو فارس والے بہار کے سے پر کرتے ہین+

بہرحال ہمین اپنے بزرگون کی اس صنعت کا شکریہ ہی کرنا چاہئے۔ کہ ہندی بھاشا مین جو اضافت کی طوالت۔ کا۔ کے۔ کی۔ سے ادا ہوتی ہے وہ فارسی کی اضافت مین آکر مختصر ہوگئی+ اسکے علاوہ استعارہ و تشبیہ جو بھاشا مین شاید اس سبب سے کم لاتے تھے۔ کہ وہ کتاب یا انشا پردازی کی زبان نہ تھی۔ یا اس سبب سے کہ برابر کا اور کے کے آنے سے کلام بدمزہ ہوجاتا تھا۔ اسیطرح بہت تشبیہ مین بھی لفظون کے بڑھاوے سے کلام مرتبہ فصاحت سے گر جاتا تھا+ اب اُنھون نے فارسی کو اسمین داخل کرکے استعارہ و تشبیہ سے مرصع کر دیا جس سے وہ خیالون کی نزاکت اور ترکیب کی چستی اور زور کلام اور تیزی و طراری مین بھاشا سے آگے بڑھ گئی ہے۔ اور بہت سے نئے الفاظ اور نئی ترکیبون نے زبان مین وسعت بھی پیدا کی+ اس فخر کے ساتھ یہ افسوس پھر بھی دل سے نہین بھولتا۔ کہ انھون نے ایک قدرتی پھول کو جو اپنی خوشبو سے مہکتا اور رنگ سے لہکتا تھا۔ مفت ہاتھ سے پھینک دیا+ وہ کیا ہے؟ کلام کا اثر اور

اظہار اصلیت + ہمارے نازک خیال اور باریک بین لوگ استعاروں اور تشبیہوں کی رنگینی اور مناسبت لفظی کے ذوق و شوق مین خیال سے خیال پیدا کرنے لگے۔ اور اصلی مطلب کے ادا کرنے مین بے پروا ہو گئے + انجام اسکا یہ ہوا۔ کہ زبان کا ڈھنگ بدل گیا۔ اور نوبت یہ ہوئی۔ کہ اگر کوشش کرین تو فارسی کی طرح پنج رقعہ اور مینا بازار۔ یا فسانہ عجائب لکھ سکتے ہین۔ لیکن ایک ملکی معاملہ یا تاریخی انقلاب اسطرح نہین بیان کر سکتے۔ جس سے معلوم ہو جائے۔ کہ واقعہ مذکور کیونکر ہوا۔ اور کیونکر اختتام کو پہونچا۔ اور اس سے پڑھنے والے کو ثابت ہو جائے۔ کہ روئداد وقت کی اور صورت حال معاملہ کی ایسی ہو رہی تھی۔ کہ جو کچھ ہوا۔ اسی طرح ہو سکتا تھا + دوسری صورت ممکن نہ تھی۔ اور یہ تو ناممکن ہے۔ کہ ایک فلسفہ یا حکمت اخلاق کا خیال لکھین جسکی صفائی کلام لوگون کے دلون کو اپنی طرف لگائے۔ اور اُس کے دلائل جو حُسن بیان کے پردہ مین برابر جلوہ دیتے جاتے ہین۔ وہ دلون سے تصدیق کے اقرار لیتے جائین۔ اور جس بات سے روکنا یا جس کام پر جھوکنا منظور ہو۔ اُس مین پوری پوری اطاعت سُننے والون سے لے سکین + یہ قباحت فقط نازک خیالی نے پیدا کی۔ استعارہ و تشبیہ کے انداز اور مترادف فقرے تکیہ کلام کی طرح ہماری زبان قلم پر چڑھ گئے + بیشک ہمارے متقدمین اُسکی رنگینی اور نزاکت کو دیکھکر بھولے۔ مگر نہ سمجھے۔ کہ یہ خیالی رنگ ہمارے اصلی جوہر کو خاک مین ملانے والا ہے۔ یہی سبب ہے۔ کہ آج انگریزی ڈھنگ پر لکھنے مین یا انکے مضامین کے پورا پورا ترجمہ کرنے مین بہت قاصر ہین + نہین! ہماری اصلی انشا پردازی اس رستہ مین قاصر ہے +

انگریزی تحریر کے عام اصول یہ ہین۔ کہ جس شے کا حال یا دل کا خیال لکھئے۔ تو اُسے اسطرح ادا کیجیے۔ کہ خود وہ حالت گذرنے سے یا اُسکے مشاہدہ کرنے سے جو خوشی۔ یا غم۔ یا غصہ۔ یا رحم۔ یا خوف۔ یا جوش دل پر طاری ہوتا۔ یہ بیان وہی عالم اور وہی سما دل پر چھا دیوے +

بیشک ہماری طرز بیان اپنی چست بندش اور قافیون کے مسلسل کھٹکون سے کانون کو اچھی طرح خبر کرتی ہے + اپنے رنگین الفاظ اور نازک مضمون سے خیال مین شوخی کا لطف پیدا کرتی ہے + ساتھ اسکے مبالغہ کلام اور عبارت کی دھوم دھام سے زمین و آسمان کو تہ و بالا کر دیتی ہے۔

مگر اصل مقصود یعنی دلی اثر یا اظہار واقعیت ڈھونڈھو تو ذرا نہین + چند مضمون ہین۔ کہ ہماری زبانون پر بہت رواں ہین۔ مگر حقیقت مین ہم اُن مین بھی ناکام ہین + مثلاً ہم اگر کسی کے حسن کی تعریف کرتے ہین۔ تو رشک حور۔ غیرت پری پر قناعت نہ کرکے اُسے ایک پتلا ناممکنات و محالات کا بنا دیتے ہین۔ مگر کسی حسین کا حسن خداداد خود ایک عالم ہے۔ کہ جو کچھ آنکھون سے دیکھکر دلون پر گذر جاتی ہے۔ دل ہی جانتے ہین + بس اُسی کو اسطرح کیون نہین ادا کرتے کہ سُننے والے بھی کلیجہ پکڑ کے رہ جائین؟ +

ایک بلونت جوان کی تعریف کرینگے تو رستم۔ تہمتن۔ اسفندیار رؤین تن شیر بیشۂ وغا۔ نہنگ قلزم ہیجا وغیرہ وغیرہ لکھکر صفحے سیاہ کر دین گے۔ لیکن اُسکی بلند گردن۔ بھرے ہوئے ڈنٹر۔ چوڑا سینہ۔ بازؤن کی گلاوٹ۔ پتلی کمر۔ غرض خوشنما بدن اور موزون ڈیل ڈول بھی ایک انداز رکھتا ہے + اُسکی اپنی دلاوری اور ذاتی بہادری بھی آخر کچھ نہ کچھ ہے۔ جس کے کارنامون نے اُسے اپنے عہد مین ممتاز کر رکھا ہے + اُسی کو ایک وضع سے کیون نہین ادا کر دیتے۔ جسے سُن کر مُردار خیالون مین اکڑ تکڑ اور کمھلائے ہوئے دلون مین اُمنگ پیدا ہو جاے؟

ایک چمن کی تعریف سے کبھی فلک کے سبز باغ۔ اور گلشن انجم کے دل پر داغ دینگے۔ کبھی اُسے فردوس برین اور جنت روے زمین بنائین گے۔ بلکہ ایک ایک پھول اور ایک ایک پتے کی تعریف مین رنگ رنگ سے ورق سیاہ کر دینگے۔ مگر اُسکی ہریاول کا لہلہانا۔ چڑیون کا چہچہانا۔ میٹھی میٹھی خوشبوؤن کا آنا۔ آب رواں کا لہرانا۔ موزون درختون۔ گلزار کے تختون کی بہار۔ ہوا کی مہک۔ اور طوطی کی چہک۔ پپیہے کی کوک۔ کوئل کی ہوک۔ جو کہ روحانی تفریح کے ساتھ انسان کے دل پر اثر کرتی ہے۔ اسکا بیان اسطرح نہین کرتے۔ جسکے پڑھنے سے آنکھون مین سما چھا جائے + میدان جنگ ہو تو زمین کے طبقون کو اُڑا کر آسمان مین تلپٹ کر دیتے ہین۔ اور خون کے دریا ملکون سے ملکون مین بہا دیتے ہین۔ مگر اپنے موقعہ پر وہ تاثیر جس سے ایک بہادر کی بہادری دیکھکر دلون مین قوم کی ہمدردی اور رفیق پر جان نثار کرنے کا ولولہ پیدا ہو۔ وہ کہین؟

دوسرے کوچہ مین آکر علم کی تعریف پر اُترتے ہین۔ تو اُسکی برکت سے پیر۔ پیغمبر۔ ملائک۔ فرشتہ بنا دیتے ہین + کاش !۔ اُسکے عوض مین چند ظاہر کھُلے کھُلے فائدے بیان کر دین جس سے ہر شخص کے دل مین اُسکا شوق پیدا ہو۔ اور عالم جاہل سمجھ جاے۔ کہ اگر بے علم رہونگا تو ہماری دولت کی زندگی سے دین دُنیا دونون خراب ہون گے + ہماری تصنیفات مین اسکا ذکر ہی نہین ہین۔ اور افسوس کہ اب تک بھی ہم نے اُسپر توجہ نہین کی + انگریزی مین بہت خیالات و مضامین ایسے ہین۔ کہ ہماری زبان نہین ادا کر سکتی۔ یعنی جو لُطف اُنکا انگریزی زبان مین ہے وہ اُردو مین پورا ادا نہین ہو سکتا۔ جو کہ حقیقت مین زبان کی ناطاقتی کا نتیجہ ہے۔ اور یہ اہل زبان کے لئے نہایت شرم کا مقام ہے +

اگر شایستہ قومون کی انشا پردازی سوال کرے۔ کہ اُردو کی انشا کیون اس حالت مین مبتلا رہی ؟ تو حاضر جوابی فوراً بول اُٹھے گی۔ کہ قوم کی انشاپردازی بموجب اسکے خیالات کے ہوتی ہے۔ اور خیالات اُسکے بموجب حالات ملک اور ترتیب ملکی کے ہوتے ہین + جیسی ہندوستان کی تعلیم و شایستگی تھی۔ اور بادشاہون اور امیرون کی قدردانی تھی۔ ویسی ہی انشاپردازی رہی۔ اور خاتمہ کلام اس فقرے پر ہوگا۔ کہ کوئی پرندا اپنے بازؤن سے بڑھکر پر نہین مار سکتا + اُسکے بازو فارسی۔ سنسکرت۔ بھاشا وغیرہ تھے + پھر اُردو بیچاری انگلینڈ۔ یا روم۔ یا یونان کے محلون پر کیونکر جا بیٹھتی۔ مگر حقیقت مین عقدہ اس سوال کا ایک اور گرہ مین بند ہے + وہ یہ ہے۔ کہ ہر ایک شے کی ترقی کسی ملک مین اُسی قدر زیادہ ہوتی ہے۔ جس قدر شے مذکور کو سلطنت سے تعلق ہوتا ہے + یورپ کے ملکون مین قدیم سے دستور ہے۔ کہ سلطنت کے اندرونی اور بیرونی زور قوم کی ذاتی اور علمی لیاقتون پر منحصر ہوتے تھے۔ اور سلطنت کے کُل انتظام اور اُسکے سب قسم کے کاروبار اُنھین کے شمول اور اُنھین کی عرق ریز تدبیرون سے قرار پاتے تھے + یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ اُنکی تجویزون کی بنا علمی اور عقلی اور تاریخی تجربہ کے زورون پر قائم ہوتی تھی + پھر لیاقت مذکورہ بھی سیکڑون ہی مین منحصر نہین۔ بلکہ ہزارون مین پھیلی ہوئی تھی + اس مین جہان اور مہمات سلطنت ہین۔ وہان ایک

آزاد - سے تحریرون اور تقریرون مین

یہ بھی تھا۔ کہ ہر امر تنقیح طلب ۔ جلسہ عام کے اتفاق رائے سے

فیصل ہوتا تھا۔ موقع پر جب ایک شخص جلسۂ عام مین استادہ ہوکر کوئی مطلب ادا کرتا تھا۔ تو ادھر

کی دُنیا اُدھر ہو جاتی تھی۔ پھر جب طرف ثانی اسکے مقابل مین جواب ترکی بہ ترکی دیتا تھا۔ تو مشرق

کے آفتاب کو مغرب سے طلوع کر دیتا تھا۔ اور ابتک بھی فقط تقریرون کے زور سے ہزارون لاکھون

آدمیون کو متفق کر کے ایک رائے سے دوسری رائے پر پھیر لیتے ہین + خیال کرنا چاہئے۔ کہ اُن کے

بیان مین کیسی طاقت۔ اور زبان مین کیا کیا زور ہونگے + برخلاف ہندوستان کے + یہان کی زبان

مین اگر ہوئے۔ تو ایک بادشاہ کی خوش اقبالی مین چند شعرا کے دیوان ہوئے۔ جو فقط تفریح طبع اور دلگی

کا سامان ہے + مجاز مین کہا آسمان ؟۔ نہ وہ جوہر پیدا ہوا نہ کسی نے اُسکے پیدا کرنیکا ارادہ کیا +

باوجود اسکے اُردو کی خوش اقبالی اور خوش رواجی قابل رشک ہے۔ کیونکہ اسکی اصل تو

برج بھاشا ہے۔ جو اپنی بہار جوانی مین بھی فقط ایک ضلع مین لین دین کی زبان تھی + خود اردو دلی سے نکلی جسکا

چراغ دلی کی بادشاہت کے ساتھ گل ہونا چاہئے تھا + پھر بھی اگر بیچون بیچ ہندوستان مین کھڑے

ہوکر آواز دین۔ کہ اس ملک کی زبان کیا ہے ؟ تو جواب یہی سنین گے۔ کہ اُردو + اسکے ایک کنارے مثلاً پشاور

سے چلو + اوّل افغانی ہے + اٹک اُترے تو پوٹھواری کچھ اور ہی کہتے ہین + جہلم تک دامنے پر کشمیر پکار رہا ہے کہ

پُرولا یورولا" یعنی اِدھر آؤ + بائین پر ملتان کہتا ہے کہ "کتھے گھنیا !" یعنی کہان چلے ؟ آگے

بڑھے تو وہ بولی ہے۔ کہ پنجابی خاص اسیکو کہتے ہین + اسکے بائین پہ پہاڑی ایسی زبان ہے۔

کہ تحریر و تقریر سب سے الگ ہے + ستلج اُترین تو پنجابیت کی کمی ہے + لوگونکی وضع اور لباس مین

بھی فرق شروع ہوتا ہے + دلی پہونچے تو اور ہی سما بندھا ہوا ہے + میرٹھ سے بڑھے۔ تو علی گڈھ

مین بھاشا سے ملا جُلا پورب کا انداز شروع ہو گیا + کانپور۔ لکھنؤ۔ الہ آباد تک یہی عالم ہے +

جنوب کو ہٹین تو مارواڑی ہو کر گجراتی اور دکھنی ہو جاتی ہے + پھر ادھر آئے تو آگے بنگالہ

ہے۔ اور کلکتہ پہونچکر تو عالم گوناگون۔ خلق خدا اور ملک خدا ہے۔ جسکا امتیاز حد انداز سے

باہر ہے + میرے دوستو ! تم جانتے ہو۔ کہ ہر شے کی اصلیت اور حُسن و قبح کے واسطے ایک مقام

ایسا ہوتا ہے۔ جیسے سکّہ کے لئے ٹکسال کیا سبب ہے کہ ابتدا مین زبان کے لئے دلّی ٹکسال تھی؟ وجہ اسکی یہ ہے۔ کہ وہ دارالخلافہ تھی + دربار مین خاندانی اُمرا اور امیرزادے خود صاحب علم ہوتے تھے + اُنکی مجلسین اہل علم اور اہل کمال کا مجمع ہوتی تھین جنکی برکت سے طبیعتین گویا ہر شے کے سلیقے اور شایستگی اور لطافت وظرافت کا قالب ہوتی تھین + اسیواسطے۔ گفتگو۔ لباس۔ ادب آداب نشست برخاست۔ بلکہ بات بات ایسی سنجیدہ اور پسندیدہ ہوتی تھی۔ کہ خواہمخواہ سب کے دل قبول کرتے تھے + ہر شے کے لئے ہمیشہ نئی نئی تراش اور نئی نئی اصلاحین اور ایجاد و اختراع وہان سے ہوتے تھے۔ اور چونکہ دارالخلافت مین شہر شہر کا آدمی موجود تھا۔ اسلئے وہ دلپذیر ایجاد اور اصطلاحین ہر شہر مین جلد عام ہوجاتی تھین + چنانچہ بہادر شاہ سے پہلے تک دلّی ہر بات کے لئے سند رہی۔ اور انھین صفتون سے لکھنؤ نے بھی سند افتخار حاصل کی + لکھنؤ کو دیکھکر سمجھ لو۔ کہ دل پسند ایجادون اور رنگین باتون کا ایجاد ہونا کسی شہر کے اینٹ پتھر کی تاثیر نہین ہے + ہان شایستہ اور رنگین مزاج لوگ جہان جمع ہونگے۔ اور دلپذیر باتون کے سامان موجود ہون گے۔ وہین سے وہ پھول کھلنے لگین گے۔ چنانچہ وہی دلّی کے لوگ اور اُنکی اولاد تھی۔ کہ جب تباہی سلطنت اور آبادی لکھنؤ کے سبب سے وہان پہونچے۔ تو چند روز مین ویسی ہی تراشین وہان سے نکلنے لگین + لکھنؤ دارالسلطنت ہوگیا۔ اور اسکے ضمن مین زبان بھی دلّی کی اطاعت سے آزاد ہوگئی + اس آزادی کی۔ ناسخ۔ آتش۔ ضمیر۔ خلیق وغیرہ اہل کمال نے بنیاد ڈالی۔ اور انیس۔ دبیر۔ رند۔ خواجہ وزیر اور سرور نے خاتمہ کردیا + اُنھون نے زبان کو بڑی ترقی دی۔ مگر اکثر اُن مین ایسے ہوئے۔ کہ جنگل کے صاف کرنے کو اُٹھے تھے۔ مگر اس مین دریا کا دہانہ لاڈالا یعنی صفائی زبان کی جگہ لغات کی بوچھار کردی + یہانتک کہ لکھنؤ کا ورق بھی زمانہ نے اُلٹ دیا + اب آفتاب ہماری ملکہ آفاق کا نشان ہے۔ جسے حکم نہین کہ اُنکی قلمرو کے خط سے باہر حرکت کرسکے + ڈاکون اور ریل گاڑیون نے پورب سے پچھم تک دوڑکر بھانت بھانت کا جانور ایک پنجڑے مین بند کردیا + دلّی برباد۔ لکھنؤ ویران۔ دونون کے سندی اشخاص کچھ پیوند زمین ہوگئے۔ کچھ دربدر خاک بسر + اب جیسے اور شہر

آزاد.

ویسے ہی لکھنؤ۔ جیسے چھاؤنیون کے بازار ویسے ہی دلی۔ بلکہ اُس سے بھی بدتر + کوئی شہر ایسا
نہین رہا۔ جسکے لوگون کی زبان عموماً سند کے قابل ہو۔ کیونکہ شہر مین ایسے چیدہ اور برگزیدہ اشخاص۔
جنسے کہ وہ شہر قابل سند ہو۔ صرف گنتی کے لوگ ہوتے ہین۔ اور وہ زمانہ کی صدہا سالہ محنتون کا
نتیجہ ہوتے ہین + ان مین سے بہت مر گئے + کوئی بڈھا جیسے خزان کا مارا پتا کسی درخت پر باقی
ہے + اُس بڈھے کی آواز کمیٹیون کے غل اور اخبارون کے نقار خانون مین سُنائی بھی نہین
دیتی + پس اب اگر دلی کی زبان کو سندی سمجھین۔ تو وہان کے ہر شخص کی زبان کیونکر
سندی ہوسکتی ہے ؟ ہَوا کا رُخ اور دریا کا بہاؤ نہ کسی کے اختیار مین ہے۔ نہ کسی کو معلوم ہے۔
کہ کدھر پھریگا ؟ اسلئے نہین کہہ سکتے کہ اب زبان کیا رنگ بدلے گی + ہم جہاز بے ناخدا ہین +
توکل بخدا کر بیٹھے ہین + زمانہ کے انقلابون کو رنگ چمن کی تبدیلی سمجھکر دیکھتے ہین۔ اور کہتے ہین۔ آزاد۔

قسمت مین جو لکھا تھا سو دیکھا ہے اب تلک   اور آگے دیکھئے ابھی کیا کیا ہین دیکھتے

انتخاب از نیرنگ خیال

شہرت عام اور بقائے دوام کا دربار

اے ملک فنا کے رہنے والو!۔ دیکھو۔ اس دربار مین تمہارے مختلف فرقون کے عالی وقار
جلوہ گر ہین + بہت سے حب الوطن کے شہید ہین۔ جنھون نے اپنے ملک کے نام پر میدان جنگ مین
جاکر خونی خلعت پہنے + اکثر مصنّف اور شاعر ہین۔ جنھین اسی ہاتف غیبی کا خطاب زیبا ہے۔
جسکے الہام سے وہ مطالبِ غیبی ادا کرتے رہے۔ اور بے عیبی سے زندگی بسر کر گئے + ایسے زیرک
اور دانا بھی ہین جو بزم تحقیق کے صدر اور اپنے عہد کے باعث فخر ہے + بہت سے نیک بخت
نیکی کے رستے بتاتے رہے۔ جس سے ملکِ فنا مین بقا کی عمارت بناتے رہے +
بقائے دوام دو طرح کی ہے + ایک تو وہی جسطرح فی الحقیقت روح بعد مرنے کے رہ جائیگی

کہ اسکے لئے فنا نہین + دوسری وہ عالم یادگار کی بقا جسکی بدولت لوگ نام کی عمر سے جیتے ہین۔ اور شہرت دوام کی عمر پاتے ہین + حق یہ ہے۔ کہ اچھے سے اچھے اور بڑے سے بڑے کام جن جن سے ہوئے۔ یا تو ثواب آخرت کے لئے یا دُنیا کی ناموری اور شہرت کے لئے ہوے + لیکن مین اس دربار مین اُنھین لوگون کو لاؤنگا۔ جنھون نے اپنی محنت ہاے عرق فشان کا صلہ اور عزم ہاے عظیمہ کا ثواب فقط دُنیا کی شہرت اور ناموری کو سمجھا + اسیواسطے جو لوگ دین کے بانی اور مذہب کے رہنما تھے۔ اُنکے نام شہرت کی فہرست سے نکال ڈالتا ہون + مگر بڑا فکر یہ ہے۔ کہ جن لوگون کا ذکر کرتا ہون۔ اُنکی حق تلفی نہ ہوجائے۔ کیونکہ جن بیچارون نے ساری جان فشانی اور عمر بھر کی محنتون کا اجر فقط نام کو سمجھا۔ اُنکے حصّے مین کسی طرح کا نقص ڈالنا سخت ستم ہے + اسی لحاظ سے مجھے تمام مصنفین اور مورخین سے مدد مانگنی پڑی + چنانچہ اکثرون کا نہایت احسان مند ہون کہ اُنھون نے ایسے ایسے لوگون کی ایک فہرست بنا کر عنایت کی۔ اور مجھے بھی کل دوپہر سے شام تک اسی کے مقابلے مین گزری + ناموران موصوف کے حالات ایسے دل پر چھائے ہوئے تھے۔ کہ اُنھون نے مجھے سوتے سوتے چونکا دیا + مین اس عالم مین ایک خواب دیکھ رہا تھا + چونکہ بیان اُسکا لطف سے خالی نہین۔ اسلئے عرض کرتا ہون +

خواب مین دیکھتا ہون۔ کہ گویا مین ہوا کھانے چلا ہون۔ اور چلتے چلتے ایک میدان وسیع الفضا مین جا نکلا ہون۔ جسکی وسعت اور دلفزائی میدان خیال سے بھی زیادہ ہے + دیکھتا ہون۔ کہ میدان مذکور مین اسقدر کثرت سے لوگ جمع ہین۔ کہ نہ انھین محاسب فکر شمار کرسکتا ہے۔ نہ قلم تحریر فہرست تیار کرسکتا ہے۔ اور جو لوگ اسمین جمع ہین۔ وہ غرض مند لوگ ہین۔ کہ اپنی اپنی کامیابی کی تدبیرون مین لگے ہوئے ہین + وہان ایک پہاڑ ہے۔ جسکی چوٹی گوش سحاب سے سرگوشیان کر رہی ہے + پہلو اُسکے جس طرف سے دیکھو۔ ایسے سر پھوڑ اور سینہ توڑ ہین۔ کہ کسی مخلوق کے پاؤن نہین جمنے دیتے + ہان حضرتِ انسان کے ناخن تدبیر کچھ کام کر جائین۔ تو کر جائین + میرے دوستو! اس رستے کی دشواریون کو سر پھوڑ اور سینہ توڑ

پہاڑوں سے تشبیہ دیکر ہم خوش ہوتے ہیں۔ مگر نری نامنصفی ہے + پتھر کی چھاتی اور لوہے کا کلیجہ کرلے۔ تو اُن بلاؤں کو جھیلے + جن پر وہ مصیبتیں گزریں۔ وہی جانیں +

یکایک قلۂ کوہ سے ایک شہنائی کی آواز آنی شروع ہوئی + یہ دلکش آواز سب کو بے اختیار اپنی طرف کھینچتی تھی۔ اس طرح کہ دل میں جان اور جان میں زندہ دلی پیدا ہوتی تھی + بلکہ خیال کو وسعت کے ساتھ ایسی رفعت دیتی تھی۔ جس سے انسان مرتبۂ انسانیت سے بھی بڑھکر قدم مارنے لگتا تھا + عجب بات تھی۔ کہ اتنے انبوہ کثیر میں سے تھوڑے ہی اشخاص تھے۔ جنکے کان اُسکے سُننے کی قابلیت۔ یا اُسکے نغموں کا مذاق رکھتے تھے +

ایک بات کے دیکھنے سے مجھے نہایت تعجب ہوا۔ اور وہ تعجب فوراً جاتا بھی رہا۔ یعنی دوسری طرف جو نظر جا پڑی۔ تو دیکھتا ہوں۔ کہ کچھ خوبصورت خوبصورت عورتیں ہیں۔ اور بہت سے لوگ اُنکے تماشائے جمال میں محو ہو رہے ہیں + یہ عورتیں پریوں کا لباس پہنے ہیں۔ مگر یہ بھی وہیں چرچا سُنا۔ کہ درحقیقت نہ وہ پریاں ہیں نہ پری زاد عورتیں ہیں۔ کوئی ان میں غفلت۔ کوئی عیاشی ہے + کوئی خود پسندی۔ کوئی بے پروائی ہے + جب کوئی ہمت والا ترقی کے رستے میں سفر کرتا ہے۔ تو یہ ضرور ملتی ہیں + انہی میں پھنسکر اہل ترقی اپنے مقاصد سے محروم رہ جاتے ہیں + اُن پر درختوں کے جھُنڈ سایہ کئے تھے + رنگ برنگ کے پھول کھلے تھے + گوناگوں میوے جھوم رہے تھے + طرح طرح کے جانور بول رہے تھے + نیچے قدرتی نہریں۔ اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں + وہیں وہ دانش فریب پریاں پتھروں کی سلوں پر پانی میں پاؤں لٹکائے بیٹھی تھیں۔ اور آپس میں چھینٹے لڑ رہی تھیں۔ مگر ایسے ایسے اُلجھاوے بلندئ کوہ کے اُدھر ہی اُدھر تھے + یہ بھی صاف معلوم ہوتا تھا۔ کہ جو لوگ ان جعلی پریوں کی طرف مائل ہیں۔ وہ اگرچہ اقوام مختلفہ۔ عہدہاے متفرقہ۔ عمرہاے متفاوتہ رکھتے ہیں۔ مگر وہی ہیں جو حوصلے کے چھوٹے۔ ہمّت کے ہیٹے اور طبیعت کے پست ہیں +

دوسری طرف دیکھا۔ کہ جو بلند حوصلہ۔ صاحب ہمّت۔ عالی طبیعت تھے۔ وہ اُن سے الگ ہو گئے۔ اور غول کے غول شہنائی کی آواز کی طرف بلندئ کوہ پر متوجہ ہوئے + جسقدر یہ لوگ آگے

بڑھتے تھے - اُسی قدر وہ آواز کانون کو خوش آیند معلوم ہوتی تھی + مجھے ایسا معلوم ہوا - کہ
بہت سے چیدہ اور برگزیدہ اشخاص اس ارادے سے آگے بڑھے - کہ بلندیِ کوہ پر چڑھ جائین -
اور جسطرح ہو سکے - پاس جاکر اس نغمۂ آسمانی سے قوّتِ روحانی حاصل کرین + چنانچہ سب لوگ کچھ
کچھ چیزین اپنے اپنے ساتھ لینے لگے + معلوم ہوتا تھا - کہ گویا آگے کے راستے کا سامان لے رہے
ہین + سامان بھی ہر ایک کا الگ الگ تھا + کسی کے ہاتھ مین شمشیرِ برہنہ علم تھی + ایک ہاتھ مین نشان
تھا + کسی کے ہاتھ مین کاغذون کے اجزا تھے + کسی کی بغل مین ایک کمپاس تھی + کوئی پنسلین لئے تھا +
کوئی جہازی قطب نما اور دوربین سنبھالے تھا + بعضون کے سر پر تاج شاہی دھرا تھا + بعضون کے
تن پر لباس جنگی آراستہ تھا + غرض علم ریاضی اور جرِّ ثقیل کا کوئی آلہ نہ تھا - جو اسوقت کام مین نہ آرہا ہو +
اسی عالم مین دیکھتا ہون - کہ ایک فرشتۂ رحمت میرے داہنے ہاتھ کی طرف کھڑا ہے - اور مجھے
بھی اس بلندی کا شائق دیکھکر کہتا ہے - کہ "یہ سرگرمی اور گرمجوشی تمہاری ہمین نہایت پسند ہے" +
اسنے یہ بھی صلاح دی - کہ ایک نقاب مُنہ پر ڈال لو + مین نے بے تامل تعمیل کی + بعد اسکے گروہ مذکور
فرقے فرقے مین منقسم ہوگیا + کوہ مذکور پر راستون کا شمار نہ تھا - سب نے ایک ایک راہ پکڑ لی + چنانچہ
کچھ لوگون کو دیکھا - کہ چھوٹی چھوٹی کھائیون مین ہو لئے + وہ تھوڑی ہی دور چڑھے تھے -
کہ اُنکا رستہ ختم ہوا - اور وہ تھم گئے + مجھے معلوم ہوا - کہ ان پست ہمتون نے صنعتگری اور دستکاری
کی راہ لی تھی - کہ روپے کے بھوکے تھے - اور جلد محنت کا صلہ چاہتے تھے + مین ان لوگون کے
پیچھے تھا - جنھون نے دلاورون اور جانبازون کے گروہ کو پیچھے چھوڑا تھا - اور خیال کیا تھا -
کہ چڑھائی کے رستے ہم نے پائے - مگر وہ رستے ایسے پیچ در پیچ اور درہم برہم معلوم ہوئے -
کہ تھوڑا ہی آگے بڑھکر اسکے ہیر پھیر مین سرگردان ہو گئے + ہرچند برابر قدم مارے
جاتے تھے - مگر جب دیکھا تو بہت کم آگے بڑھتے تھے + میرے فرشتۂ رحمت نے ہدایت
کی - کہ "یہ وہی لوگ ہین" + جہان عقل صادق اور عزم کامل کام دیتا ہے - وہان چاہتے ہین
کہ فقط چالاکی سے کام کر جائین + بعضے ایسے بھی تھے - کہ بہت آگے بڑھ گئے تھے - مگر ایک ہی

قدم ایسا بے موقع پڑا۔ کہ جتنا گھنٹون مین بڑھے تھے۔ اُتنا دم بھر مین نیچے آن پڑے۔ بلکہ بعضے ایسے ہو گئے۔ کہ پھر چڑھنے کے قابل ہی نہ رہے + اُس سے وہ لوگ مراد ہین۔ جو مدد روزگار سے ترقیان حاصل کرتے چلے جاتے ہین۔ مگر کوئی ایسی حرکت ناشایستہ کرتے ہین۔ کہ دفعتہً گر پڑتے ہین۔ اور آیندہ کے لئے بالکل اس سے علاقہ ٹوٹ جاتا ہے +

ہم اتنے عرصے مین بہت اونچے چڑھ گئے۔ اور معلوم ہوا کہ جو چھوٹے بڑے رستے پہاڑ کے نیچے سے چلتے ہین۔ اوپر آکر دو شاہ راہون سے ملتے ہین + چنانچہ وہان آکر تمام صاحب ہمت دو گروہون مین منقسم ہو گئے + ان دونون شاہ راہون مین ذرا ذرا آگے بڑھکر ایک بھوت ڈراونی صورت۔ ہیبت ناک مورت کھڑا تھا۔ کہ آگے جانے سے روکتا تھا + ان مین سے ایک کے ہاتھ مین ایک درخت خار دار کا ٹہنا تھا + بھوت کا نام دیو ہلاک تھا۔ اور کانٹے وہی ترقی کے مانع اور موت کے بہانے تھے۔ جو اُولوالعزمون کو راہ ترقی مین پیش آتے ہین + چنانچہ جو سامنے آتا تھا۔ ٹہنے کی مار مُنہ پر کھاتا تھا + دیو کی شکل ایسی خونخوار تھی۔ گویا موت سامنے کھڑی ہے + ان کانٹون کی مار سے غول کے غول اہل ہمت بھاگ کر پیچھے ہٹتے تھے۔ اور ڈر ڈر کر چلاتے تھے۔ کہ ہے ہے موت!۔ ہے ہے موت!" +

دوسرے رستے پر جو بھوت تھا۔ اُسکا نام حسد تھا + پہلے بھوت کی طرح کچھ اسکے ہاتھ مین نہین تھا۔ لیکن ڈراونی آواز اور بھونڈی صورت۔ اور مکروہ و معیوب کلمے۔ جو اُسکی زبان سے نکلتے تھے۔ اسلئے اسکا مُنہ ایسا بُرا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اُسکی طرف دیکھا نہ جاتا تھا + اسکے سامنے ایک کیچڑ کا حوض بھرا تھا۔ کہ برابر چھینٹین اُڑائے جاتا تھا۔ اور ہر ایک سفید پوش کے کپڑے خراب کرتا تھا + جب یہ حال دیکھا۔ تو اکثر اشخاص ہم مین سے بیدل ہو کر رہ گئے۔ اور بعضے اپنے یہانتک آنے پر نادم ہوئے + میرا یہ حال تھا۔ کہ یہ خطرناک حالتین دیکھ دیکھ کر دل ہراسان ہوا جاتا تھا۔ اور قدم آگے نہ اُٹھتا تھا + اتنے مین اس شہنائی کی آواز اس تیزی کے ساتھ کان مین آئی۔ کہ بُجھے ہوئے ارادے پھر چمک اُٹھے + جسقدر کہ دل زندہ ہوئے۔ اسی قدر خوف و ہراس خاک ہو ہو کر

اُڑتے گئے + چنانچہ بہت سے جانباز جو شمشیرین علم کئے ہوئے تھے۔ اس کڑک دمک سے قدم مارتے آگے بڑھے۔ گویا حریف سے میدان جنگ مانگتے ہین۔ یہانتک کہ جہان دیو کھڑا تھا۔ یہ اُس دہانے سے نکل گئے۔ اور وہ موت کے دانت نکالے دیکھتا رہ گیا + جو لوگ سنجیدہ مزاج اور طبیعت کے دھیمے تھے۔ وہ اس رستے پر پڑے۔ جدھر حسد کا بھوت کھڑا تھا۔ مگر اس آواز کے ذوق و شوق نے انھین بھی ایسا مست کیا۔ کہ گالیان کھاتے کیچڑ مین نہاتے مرتیچ کر یہ بھی اسکی حد سے نکل گئے + چنانچہ جو کچھ رستے کی صعوبتین اور خرابیان تھین۔ وہ بھی ان بھوتون ہی تک تھین۔ آگے دیکھا تو اُن کی دسترس سے باہر ہین۔ اور راستہ بھی صاف اور ہموار۔ بلکہ ایسا خوشنما ہے۔ کہ مسافر جلد جلد آگے بڑھے۔ اور ایک سپاٹے مین پہاڑ کی چوٹی پر جا پہونچے + اس میدان روح افزا مین پہنچتے ہی ایسی جان بخش اور روحانی ہوا چلنے لگی۔ جس سے روح اور زندگانی کو قوت دوامی حاصل ہوتی تھی + تمام میدان جو نظر کے گرد و پیش دکھائی دیتا تھا۔ اسکا رنگ کبھی نور سحر تھا۔ اور کبھی شام و شفق جس سے قوس قزح کے رنگ مین کبھی شہرت عام۔ اور کبھی بقائے دوام کے حروف عیان تھے + یہ نور و سرور کا عالم دل کو اسطرح تسلی و تشفی دیتا تھا۔ کہ خود بخود پچھلی محنتون کے غبار دل سے دھوئے جاتے تھے۔ اور اس مجمع عام مین امن و امان اور دلی آرام پھیلتا تھا۔ جسکا سرور لوگون کے چہرون سے پھولون کی شادابی ہوکر عیان تھا + ناگہان ایک ایوان عالیشان دکھائی دیا۔ کہ اُسکے چارون طرف پھاٹک تھے۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر دیکھا کہ پھولون کے تختے مین ایک پری حور شمائل چاندی کی کرسی پہ بیٹھی ہے۔ اور وہی شہنائی بجا رہی ہے۔ جسکے میٹھے میٹھے سرون نے اُن مشتاقون کے انبوہ کو یہانتک کھینچا تھا + پری اُنکی طرف دیکھکر مُسکراتی تھی۔ اور سرون سے اب ایسی صدا آتی تھی۔ گویا آنے والون کو آفرین و شاباش دیتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ خیر مقدم! خیر مقدم! خوش آمدید! صفا آوردید! اس آواز سے یہ خدائی لشکر کئی فرقون مین منقسم ہوگیا + چنانچہ مورخون کا گروہ ایک دروازے پر استادہ ہوا۔ تاکہ صاحب مراتب اشخاص کو حسب مدارج ایوان جلوس مین داخل کرے + یکایک وہ شہنائی جس سے کبھی شوق انگیز و جوش خیز۔ اور کبھی جنگی باجون کے سُر نکلتے

تھے - اب اس سے ظفریابی اور مبارکبادی کی صدا آنے لگی + تمام مکان گونج اُٹھا - اور دروازے خود بخود کھل گئے +

جو شخص سب سے پہلے آگے بڑھا - معلوم ہوا کہ کوئی راجون کا راجہ مہاراجہ ہے + چاند کی روشنی چہرے کے گرد ہالہ کئے ہے + سر پر سورج کی کرن کا تاج ہے + اسکے استقلال کو دیکھکر لنکا کا کوٹ پانی پانی ہوا جاتا ہے + اسکی حق داری جنگل اور پہاڑون کے حیوانون کو جان نثاری مین حاضر کرتی ہے + تمام دیوی دیوتا دامنون کے سائے مین لئے آتے ہین + فرقے فرقے کے علما اور مؤرخ اُسے دیکھتے ہی شاہانہ طور سے لینے کو بڑھے - اور وہ بھی متانت اور انکسار کے ساتھ سب سے پیش آیا + مگر ایک شخص کہن سالہ رنگت کا کالا ایک پوتھی بغل مین لئے ہندوؤن کے غول سے نکلا - اور بہ آواز بلند چلایا کہ "آنکھون والو! - کچھ خبر ہے ؟ - دیکھو! - دیکھو! - ترتیب کے سلسلے کو برہم نہ کرو - اور نر لنکار کے نور کو اجسام خاک مین نہ ملاؤ" یہ کہکر آگے بڑھا - اور اپنی پوتھی نذر گزرانی + اُسنے نذر قبول کی - اور نہایت خوشی سے اسکے لینے کو ہاتھ بڑھایا - تو معلوم ہوا - کہ اسکا ہاتھ بھی فقط سورج کی کرن تھا + سب ایک دوسرے کا مُنہ دیکھنے لگے + کوئی کچھ سمجھا - کوئی کچھ سمجھا + اُسوقت ایک بمان یعنی تخت ہوادار آیا + وہ اُسپر سوار ہوکر آسمان کو اُڑ گیا + معلوم ہوا - کہ یہ راجچندر جی ہین - اور یہ والمیک ہے - جس نے رامائن نذر دی +

سب لوگ ابھی والمیک کی ہدایت کا شکریہ ادا کر رہے تھے - کہ اتنے مین ایک اور آمد آمد ہوئی + دیکھا کہ ایک تخت طلسمات کو بتیس پریان اُڑائے لئے آتی ہین + اُسپر ایک اور راجہ بیٹھا ہے - مگر نہایت دیرینہ سال + اُسے فرقے فرقے کے علما اور مؤرخ لینے کو نکلے - مگر پنڈت اور مہاجن لوگ بہت بیقراری سے دوڑے + معلوم ہوا - راجہ تو مہاراجہ بکرماجیت تھے - اور تخت - سنگھاسن بتیسی + پریان اتنی بات کہکر ہوا ہوگئین - کہ جب تک سورج کا سونا اور چاند کی چاندی چمکتی ہے - نہ آپ کا سنہ ہٹیگا نہ سکّہ مٹیگا + برہمنون اور پنڈتون نے تصدیق کی - اور انھین لے جاکر ایک مسند پر بٹھا دیا +

ایک راجہ کے آنے پر لوگون مین کچھ قیل وقال ہوئی۔ کیونکہ وہ چاہتا تھا۔ کہ اپنے دو مصاحبون کو بھی ساتھ لے جائے۔ اور اراکین دربار کہتے تھے۔ کہ یہان حکمت اور غرور کا گذارا نہین + اتنے مین وہی بتیس پریان پھر آئین + چنانچہ انکی سفارش سے اُسے بھی لے گئے + جس وقت راجہ نے مسند پر قدم رکھا۔ ایک پنڈت آیا + دونون ہاتھ اُٹھا کر اشیرباد کہی۔ اور بقاے دوام کا تاج سر پر رکھ دیا۔ جس مین ہیرے اور پنّے کے نو دانے ستارون پر آنکھ مار رہے تھے + معلوم ہوا۔ کہ وہ راجہ بھوج تھے۔ اور بتیس پریون کا جُھرمٹ وہی کتاب سنگھاسن بتیسی تھی۔ جو اُنکے عہد مین تصنیف ہوئی۔ اور جس نے تاج سر پر رکھا۔ وہ کالیداس شاعر تھا + جس نے اُنکے عہد مین نو کتابین لکھ کر فصاحت و بلاغت کو زندگیِ جاوید بخشی ہے + اسطرف تو برابر یہی کاروبار جاری تھے۔ اتنے مین معلوم ہوا۔ کہ دوسرے دروازے سے بھی داخلہ شروع ہوا + مین اسطرف متوجہ ہوا + دیکھتا ہون کہ وہ کمرہ بھی فرش و فروش جھاڑ و فانوس سے بقعۂ نور بنا ہوا ہے + ایک جوان پیل پیکر ہاتھ مین گرز گاؤ سر۔ نشاے شجاعت مین مست۔ جھومتا جھامتا چلا آتا ہے + جہان قدم رکھتا ہے۔ ٹخنون تک زمین مین ڈوب جاتا ہے + گرد اسکے شاہان کیانی اور پہلوانان ایرانی موجود ہین۔ کہ درفشِ کاویانی کے سایۂ بے زوال مین لئے آتے ہین + حُبِ قوم اور حُب وطن اُسکے دائین بائین پھول برساتے تھے + اسکی نگاہون سے شجاعت کا خون ٹپکتا تھا۔ اور سر پر کلۂ شیر کا خود فولادی دھرا تھا + مورّخ اور شعرا اسکے انتظار مین دروازے پر کھڑے تھے + سب نے اُسے بہ تعظیم دیکھا + انہی مین سے ایک پیرمرد دیرینہ سال۔ جسکے چہرے سے مایوسی اور ناکامی کے آثار آشکارا تھے۔ وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گیا۔ اور ایک کرسی پر بٹھایا۔ جسے بجاے پایون کے چار شیر کندھون پر اُٹھائے کھڑے تھے + پھر پیرمرد نے اہل مجلس کیطرف متوجہ ہو کر چند اشعار نہایت زور کے پڑھے + نہین۔ بلکہ اسکے کارنامون کی تصویر صفحۂ ہستی پر ایسے رنگ سے کھینچی۔ جو قیامت تک رہے گی + بہادر پہلوان نے اُٹھ کر اسکا شکریہ ادا کیا۔ اور گلِ فردوس کا ایک طرّہ اسکے سر پر آویزان کرکے دعا کی۔ کہ الٰہی!۔ یہ بھی قیامت تک

شگفتہ و شاداب رہے" + تمام اہل محفل نے آمین کہی +
معلوم ہوا - کہ وہ بہادر **ایران** کا حامی - **شیر سیستانی** - رستم پہلوان ہے - اور کہن سال مایوس **فردوسی** ہے - جو **شاہنامہ** لکھ کر اُسکے انعام سے محروم رہا +
بعد اسکے ایک نوجوان آگے بڑھا - جسکا حُسن شباب نوخیز اور دل بہادری اور شجاعت سے لبریز تھا + سر پر تاج شاہی تھا - مگر اس سے **ایرانی** پہلوانی پہلو چراتی تھی + ساتھ اسکے حکمت **یونانی** سر پر چتر لگائے تھی + مین نے لوگون سے پوچھا - مگر سب اُسے دیکھکر ایسے محو ہوئے - کہ کسی نے جواب نہ دیا + بہت سے مورّخ اور محقق اسکے لینے کو بڑھے - مگر سب ناواقف تھے + وہ اس تخت کی طرف سے چلے - جو کہانیون اور افسانون کے نامورون کے لئے تیار ہوا تھا + چنانچہ ایک شخص جسکی وضع اور لباس سب سے علیحدہ تھا - ایک انبوہ کو چیر کر نکلا + وہ کوئی **یونانی** مورّخ تھا + اس نے اُسکا ہاتھ پکڑا - اور اندر سے جاکر سب سے پہلی کرسی پر بٹھا دیا + فرشتۂ رحمت نے میرے کان مین کہا - کہ تم اس گوشے کی طرف آجاؤ - کہ تمہاری نظر سب پر پڑے اور تمھین کوئی نہ دیکھے" یہ **سکندر یونانی** ہے - جسکے کارنامے لوگون نے کہانی اور افسانے بنا دئے ہین" +
اس کے پیچھے پیچھے ایک بادشاہ آیا - کہ سر پر کلاہ **کیانی** اور اُسپر درفش **کاویانی** جھومتا تھا - مگر پھریرا علم کا پارہ پارہ ہو رہا تھا + وہ آہستہ آہستہ اسطرح آتا تھا - کہ گویا اپنے زخم کو بچائے ہوئے آتا ہے + رنگ زرد تھا - اور شرم سے سر جُھکائے تھا + جب وہ آیا - تو سکندر بڑی عظمت کے ساتھ استقبال کو اُٹھا - اور اپنے برابر بٹھایا + باوجود اسکے جسقدر سکندر زیادہ تعظیم کرتا تھا - اُسکی شرمندگی زیادہ ہوتی تھی + وہ **دارا بادشاہ ایران** تھا +
دفعتہً سکندر نے آواز دی "اُنھین لاؤ" + جو شخص داخل ہوا - وہ ایک پیرمرد بزرگ صورت تھا - کہ مقیشی ڈاڑھی کے ساتھ بڑھاپے کے نور نے اُسکے چہرے کو روشن کیا تھا + ہاتھ مین عصائے پیری تھا + جسوقت وہ آیا - سکندر خود اُٹھا + اُسکا ہاتھ پکڑ کر لایا + اپنے

برابر کرسی پر بٹھایا۔ اور پانچ لڑی کا سہرا اُسکے سر پر باندھا + معلوم ہوا کہ یہ نظامی گنجوی ہیں۔ اور اس سہرے مین خمسے کے مضامین سے پھول پروئے ہوئے ہین + سکندر پھر اُٹھا اور تھوڑا سا پانی اُسپر چھڑک کر کہا۔ "اب یہ کبھی نہ کُمھلائینگے" +

بعد اسکے جو شخص آیا۔ اگرچہ وہ سادہ وضع تھا۔ مگر قیافہ روشن اور چہرہ فرحت روحانی سے شگفتہ نظر آتا تھا + جو لوگ ابتک آچکے تھے۔ ان سب سے زیادہ عالی رتبے کے لوگ اسکے ساتھ تھے + اسکے داہنے ہاتھ پر افلاطون تھا۔ اور بائین پر جالینوس + اسکا نام سقراط تھا۔ چنانچہ وہ بھی ایک مسند پر بیٹھ گیا۔ لوگ ایسا خیال کرتے تھے۔ کہ ارسطو اپنے استاد یعنی افلاطون سے دوسرے درجے پر بیٹھے گا۔ مگر اس مقدمے پر کچھ اشخاص تکرار کرتے نظر آئے۔ کہ اُنکا سرگروہ خود ارسطو تھا + اس منطقی زبردست نے کچھ شوخی اور کچھ سینہ زوری سے۔ مگر دلائل زبردست اور براہین معقول کے ساتھ سب اہل محفل کو قائل کر لیا۔ کہ یہ مسند میرا ہی حق ہے۔ اور یہ کہکر اوّل سکندر کو آئینہ دکھایا۔ پھر نظامی کو سلام کر کے بیٹھ ہی گیا +

ایک گروہ کثیر بادشاہون کی ذیل مین آیا + سب جبّہ و عمامہ اور طبل و دمامہ رکھتے تھے + مگر باہر روکے گئے۔ کیونکہ ہرچند انکے جبّے دامن قیامت سے دامن باندھے تھے۔ اور عمامے گنبد فلک کا نمونہ تھے۔ مگر اکثر اُن مین طبل ہی کی طرح اندر سے خالی تھے + چنانچہ دو شخص اندر آنے کے لئے منتخب ہوئے + اُنکے ساتھ ایک انبوہ کثیر علما و فضلا کا ہو لیا + تعجب یہ ہے۔ کہ روم و یونان کے فلسفی ٹوپیان اُتارے اُنکے ساتھ تھے + بلکہ چند ہندو بھی تقویم کے پترے لئے اشیرباد کہتے آتے تھے + پہلا بادشاہ اُن مین ہارون رشید اور دوسرا مامون رشید تھا +

تھوڑی دیر نہ گزری تھی۔ کہ ایک اور تاجدار سامنے سے نمودار ہوا + ولایتی استخوان اور ولایتی لباس تھا۔ اور جامہ خون سے قلمکار تھا + ہندوستان کے بہت سے گران بہا زیور اُسکے پاس تھے + مگر چونکہ ناواقف تھا۔ اسلئے کچھ زیور ہاتھ مین لئے تھا۔ کچھ کندھے پر پڑے تھے + ہرچند یہ جواہرات اپنی آبداری سے پانی ٹپکاتے تھے۔ مگر جہان قدم رکھتا تھا۔

بجائے غبار کے آہون کے دھوئین اُٹھتے تھے۔ وہ محمود غزنوی تھا، بہت سے معنعت آسکے استقبال کو بڑھے۔ مگر وہ کسی اور کا منتظر اور مشتاق معلوم ہوتا تھا، چنانچہ ایک نوجوان خوش شمائل آیا۔ اور فردوسی کا ہاتھ پکڑ کر محمود کے سامنے لے گیا، محمود نے نہایت اشتیاق اور شکر گزاری سے اُسکا ہاتھ پکڑا، اگرچہ برابر بیٹھ گئے۔ مگر دونوکی آنکھین شرم سے جھک گئین، نوجوان ایک عجیب ناز و انداز سے مُسکرایا اور چلا گیا، وہ ایاز تھا،

اسی عرصے مین ایک اور شخص آیا۔ کہ لباس اہل اسلام کا رکھتا تھا۔ مگر چال ڈھال یونانیون سے ملاتا تھا، اسکے داخل ہونے پر شعرا تو الگ ہوگئے۔ مگر تمام علما اور فضلا مین تکرار اور قیل و قال کا غل ہوا، اس سینہ زور نے سب کو پیچھے چھوڑا۔ اور ارسطو کے مقابل مین ایک کرسی بچھی تھی۔ اس پر آکر بیٹھ گیا، وہ بوعلی سینا تھا،

ایک انبوہ کثیر ایرانی۔ تورانی لوگون کا دیکھا۔ کہ سب معقول اور خوش وضع لوگ تھے۔ مگر انداز ہر ایک کے جُدا جُدا تھے، بعض کے ہاتھون مین اجزا۔ اور بعض کی بغل مین کتاب تھی۔ کہ اوراق اُنکے نقش و نگار سے گلزار تھے، وہ دعویٰ کرتے تھے۔ کہ ہم معانی و مضامین کے مصور ہین، اُنکے باب مین بڑی تکرارین ہوئین۔ آخر یہ جواب ملا۔ کہ "تم مصور بیشک اچھے ہو۔ مگر بے اصل اور غیر حقیقی اشیا کے مصور ہو، تمھاری تصویرون مین اصلیت اور واقعیت کا رنگ نہین، البتہ انتخاب ہوسکتا ہے"، یہ لوگ فارسی زبان کے شاعر تھے، چنانچہ انوری۔ خاقانی۔ ظہیر فاریابی وغیرہ چند اشخاص منتخب ہوکر اندر آئے، باقی سب نکالے گئے، ایک شاعر کے کان پر قلم دھرا تھا، اُس مین سے آبِ حیات کی بوندین ٹپکتی تھین، مگر کبھی کبھی اُسمین سے سانپ کی زبانین لہراتی نظر آتی تھین، اسلئے اسپر پھر تکرار ہوئی، اُسنے کہا کہ بادشاہون کو خدا نے دفع اعدا کے لئے تلوار دی ہے۔ مگر ملک مضامین کے حاکم سوائے قلم کے کوئی حربہ نہین رکھتے۔ اگر چند بوندین زہر آب کی بھی نہ رکھین۔ تو اعدائے بدنہاد ہمارے خون عزت کے بہانے سے کب چوکین؟" چنانچہ یہ عذر اُسکا قبول ہوا، یہ انوری تھا جو باوجود گُل افشانی

فصاحت کے بعض موقع پر اس قدر ہجو کرتا تھا۔ کہ کان اُسکے سُننے کی تاب نہین رکھتے۔

خاقانی پر اس معاملے مین اُسکے اُستاد کی طرف سے دعوے پیش ہوتے، چونکہ اسکی بنیاد خانگی نزاع پر تھی۔ اسلئے وہ بھی اسکی کرسی نشینی مین خلل انداز نہ ہوسکا۔

اسی عرصے مین چنگیز خان آیا۔ اسکے لئے گو علما اور شعرا مین سے کوئی آگے نہ بڑھا۔ بلکہ جب اندر لائے۔ تو خاندانی بادشاہون نے اُسے چشم حقارت سے دیکھکر تبسم کیا۔ البتہ مورخون کے گروہ نے بڑی دھوم دھام کی۔ جب کسی کی زبان سے نسب نامہ کا لفظ نکلا۔ تو اُس نے فوراً شمشیر جو ہردار سند کے طور پر پیش کی۔ جس پر خونی حرفون سے رقم تھا۔ "سلطنت مین میراث نہین چلتی"۔ علمانے غُل مچایا۔ کہ "جسکے کپڑون سے لہو کی بو آئے وہ قصاب ہے" بادشاہون مین اسکا کام نہین"۔ شعرا نے کہا۔ کہ جس تصویر کے رنگ مین ہمارے قلم یا مصورّان تصانیف کی تحریر نے رنگ بقا نہ ڈالا ہو۔ اُسے اس دربار مین نہ آنے دینگے"۔ اس بات پر اُسنے بھی تامل کیا۔ اور متانت معلوم ہوتا تھا۔ اسوقت ہاتف نے آواز دی۔ کہ "اُسے چنگیز! جسطرح ملک و شمشیر کے جوش کو قوم کے خون مین حرکت دی۔ اگر علوم و فنون کا بھی خیال کرتا۔ تو آج قومی ہمدردی کی بدولت ایسی ناکامی نہ اُٹھاتا"۔ اتنے مین چند مورّخ آگے بڑھے۔ اُنھون نے کچھ ورق دکھائے۔ کہ ان مین طورۂ چنگیز خانی یعنی اسکے ملکی انتظام کے قواعد لکھے تھے۔ آخر قرار پایا۔ کہ اُسے دربار مین جگہ دو۔ مگر ان کاغذون پر کچھ لہو کے چھینٹے دیدو اور ایک سیاہی کا داغ لگا دو"۔

تھوڑی دیر نہ گزری تھی۔ کہ ایک جوان اسی شکوہ و شان کا اور آیا۔ اسکا نام ہلاکو خان تھا۔ اسکے لئے چند علما نے بھی مورّخون کا ساتھ دیا۔ جسوقت اندر لائے۔ تو اُسکے لئے بھی تکرارون کا غُل ہوا چاہتا تھا۔ مگر ایک مرد بزرگ نے اسکا ہاتھ پکڑکر آگے بڑھایا۔ جنکی وضع متشرع عالمون کی تھی۔ لیکن کمر مین ایک طرف اصطرلاب۔ دوسری طرف کچھ اقلیدس کی شکلین لٹکتی تھین۔ بغل مین فلسفہ اور حکمت کے چند اجزا تھے۔ اُنکا نام محقق طوسی تھا۔

چنانچہ انھین دیکھ کر کوئی بول نہ سکا۔ اُسے تو بادشاہون کی صف مین جگہ مل گئی۔ محقق کو شیخ بوعلی سینا نے یہ کہکر پاس بٹھالیا۔ کہ آپ نے میری کلاہ شہرت مین لقائے دوام کے آبدار موتی ٹانکے۔ شکریہ ادا کرتا ہون۔"

تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ امیر تیمور کی نوبت آئی۔ بہت سے مورخون نے اسکے لانے کی التجا کی۔ مگر وہ سب کو دروازے پر چھوڑ گیا۔ اور اپنا آپ رہبر ہوا۔ کیونکہ وہ خود مورخ تھا۔ رستہ جانتا تھا۔ اور اپنا مقام پہچانتا تھا۔ لنگڑاتا ہوا آگیا۔ اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ تیمور کرسی پہ بیٹھتے ہی تلوار ٹیک کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہا۔ "اے اہل تصنیف! مین تم سے سوال کرتا ہون۔ کہ ہماری شمشیر کے عوض جو خدا نے تمھین قلم تحریر دیا ہے۔ اُسے اظہار واقعیت اور خلائق کی عبرت اور نصیحت کیلئے کام مین لانا چاہئے۔ یا اغراض نفسانی اور بدزبانی مین؟" تمام مورخ ایک دوسرے کا مُنہ دیکھنے لگے۔ کہ یہ کس پر اشارہ ہے۔ تیمور نے ابن عرب شاہ کے بُلانے کو ایما فرمایا۔ معلوم ہوا۔ کہ وہ کہین پیچھے رہ گیا۔ چنانچہ اسکا نام مصنفون کی فہرست سے نکالا گیا۔

اسی حال مین دیکھتے ہین۔ کہ ایک بزرگ آزاد وضع۔ قطع تعلق کا لباس بر مین۔ خاکساری کا عمامہ سر پر۔ آہستہ آہستہ چلے آتے ہین۔ تمام علما و صلحا۔ مورخ و شاعر سر جھکائے اُنکے ساتھ ہین۔ وہ دروازے پر آکر ٹھیرے۔ سب نے آگے بڑھنے کی التجا کی۔ تو کہا۔ "معذور رکھو۔ میرا ایسے مقدمون مین کیا کام ہے۔" اور فی الحقیقت وہ معذور رکھے جاتے۔ اگر تمام اہل دربار کا شوق طلب اُنکے انکار پر غالب نہ آتا۔ وہ اندر آئے۔ ایک طلسمات کا شیشۂ مینائی اُن کے ہاتھ مین تھا۔ کہ اُس مین کسی کو دودھ۔ کسی کو شربت۔ کسی کو شراب شیرازی نظر آتی تھی۔ ہر ایک کرسی نشین انھین اپنے پاس بٹھانا چاہتا تھا۔ مگر وہ اپنی وضع کے خلاف سمجھ کر کہین نہ بیٹھے۔ فقط اس سرے سے اُس سرے تک ایک گردش کی اور چلے گئے۔ وہ حافظ شیراز تھے۔ اور شیشۂ مینائی اُنکا دیوان تھا۔ جو فلک مینائی کے دامن سے دامن باندھے ہے۔ لوگ اور کرسی نشین کے مشتاق تھے۔ کہ دور سے دیکھا بیشمار لڑکون کا غول غل مچاتا

چلا آتا ہے + بیچ مین انکے ایک پیر مرد نورانی صورت۔ جسکی سفید ڈاڑھی مین شگفتہ مزاجی نے کنگھی کی تھی۔ اور خندہ جبینی نے ایک طرّہ سر پر آویزان کیا تھا۔ اُسکے ایک ہاتھ مین گلدستہ۔ دوسرے مین ایک میوہ دار ٹہنی پھلون پھولون سے ہری بھری تھی۔ اگرچہ مختلف فرقون کے لوگ تھے۔ جو باہر استقبال کو کھڑے تھے۔ مگر انھین دیکھ کر سب نے قدم آگے بڑھائے کیونکہ ایسا کون تھا؟ جو شیخ سعدی اور اُنکی گلستان بوستان کو نہ جانتا تھا + انھون نے کمرے کے اندر قدم رکھتے ہی سعد زنگی کو پوچھا + اس بیچارے کو ایسے دربارون مین بار بھی نہتی لیکن اور کرسی نشین۔ کہ اکثر اُن سے واقف تھے۔ اور اکثر اشتیاق غائبانہ رکھتے تھے۔ وہ اُنکے مشتاق معلوم ہوئے + باوجود اسکے یہ ہنسے۔ اور اتنا کہ کر اپنے لڑکون کے لشکر مین چلے گئے "دنیا دیکھنے کے لئے ہے۔ برتنے کے لئے نہین" +

بعد اسکے دیر تک انتظار کرنا پڑا + چنانچہ ایک اولوالعزم شخص آیا۔ جسکے چہرے سے خودسری کا رنگ چمکتا تھا۔ اور سینہ زوری کا جوش بازوؤن مین بل مار رہا تھا + اسکے آنے پر تکرار ہوئی۔ اور مقدمہ یہ تھا کہ اگر علما کی نہین۔ تو مورخون کی کوئی خاص سند ضرور چاہیے + بلکہ چغتائی خاندان کے مورخ صاف اسکی مخالفت پر آمادہ ہوئے + اسنے باوجود اسکے ایک کرسی جس پر تیموری تمغا بھی لگا تھا۔ گھسیٹ لی۔ اور بیٹھ گیا + ہمایون اُسے دیکھ کر شرمایا۔ اور سر جھکا لیا۔ مگر تاج شاہی پر انداز کج کلاہی کو بڑھا کر بیٹھا۔ اور کہا۔ کہ "بے حق بے استقلال ہے" + اُسنے ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہا کہ "مجھے اتنا فخر کافی ہے کہ میرے دشمن کی اولاد میرے رستے پر قدم بقدم چلے گی اور فخر کریگی" +

تھوڑی دیر کے بعد ایک خورشید کلاہ آیا۔ جسکو انبوہ کثیر۔ ایرانی۔ تورانی۔ ہندوستانیون کے فرقہ ہائے مختلفہ کا بیچ مین لئے آتا تھا + وہ جسوقت آیا۔ تمام اہل دربار کی نگاہین اسکی طرف اُٹھین اور رضامندی عام کی ہوا چلی + تعجب یہ ہے۔ کہ اکثر مسلمان اسکو مسلمان سمجھتے تھے۔ ہندو اُسے ہندو جانتے تھے + آتش پرستون کو آتش پرست دکھائی دے رہا تھا +

نصاریٰ اُسکو نصاریٰ سمجھتے تھے۔ مگر اُسکے تاج پر تمام سنسکرت حروف لکھے تھے۔ اُسنے اپنے بعض ہم قومون اور ہم مذہبونکی شکایت کرکے بدایونی پر خون کا دعویٰ کیا۔ کہ اُسنے میری حیات جاودانی کو خاک مین ملانا چاہا تھا۔ اور وہ فتحیاب ہوتا۔ اگرچہ منصف مضمون کے ساتھ ابوالفضل اور فیضی کی تصنیف میری مسیحائی نہ کرتی۔ سب نے کہا۔ نیت کا پھل ہے"۔

اسکے بعد ایک اور بادشاہ آیا۔ جو اپنی وضع سے ہندوزادہ معلوم ہوتا تھا۔ وہ خود مخمور نشے مین چور تھا۔ ایک عورت صاحب جمال اسکا ہاتھ پکڑے آتی تھی۔ اور جدھر چاہتی تھی۔ پھراتی تھی۔ وہ جو کچھ دیکھتا تھا۔ اُسکے نور جمال سے دیکھتا تھا۔ اور جو کچھ کہتا تھا اُسکی زبان سے کہتا تھا اُسپر بھی ہاتھ مین ایک جزو کاغذ نکا تھا۔ اور کان پر قلم دھرا تھا۔ یہ سانگ دیکھکر سب کراے۔ مگر چونکہ دولت اسکے ساتھ ساتھ تھی۔ اور اقبال آگے آگے اہتمام کرتا آتا تھا۔ اسلئے بدمست بھی ہوتا تھا۔ جب نشے سے آنکھ کھلتی تھی۔ تو کچھ لکھ بھی لیتا تھا۔ وہ جہانگیر تھا۔ اور بیگم نورجہان تھی۔

شاہ جہان بڑے جاہ وجلال سے آیا۔ بہت سے مورخ اسکے ساتھ کتابین بغل مین لئے تھے۔ اور شاعر اسکے آگے آگے قصیدے پڑھتے آتے تھے۔ میر عمارت اُن عمارتون کے فوٹوگراف ہاتھ مین لئے تھے۔ جو اسکے نام کے کتابے دکھاتی تھین۔ اور سیکڑون برس کی راہ تک اسکا نام روشن دکھاتی تھین۔ اسکے آنے پر رضامندیِ عام کا غلغلہ بلند ہوا چاہتا تھا۔ مگر ایک نوجوان آنکھون سے اندھا چند بچون کو ساتھ لئے آیا۔ کہ اپنی آنکھون کا اور بچون کے خون کا دعویٰ کرتا تھا۔ یہ شہریار شاہجہان کا چھوٹا بھائی تھا۔ اور بچے اسکے بھتیجے تھے۔ اُسوقت وزیر اسکا آگے بڑھا۔ اور کہا کہ جو کیا گیا بدنیتی اور خودغرضی سے نہین کیا۔ بلکہ خلق خدا کی امنیت اور ملک کا انتظام قائم رکھنے کو کیا" بہرحال اُسے دربار مین جگہ ملی۔ اور سلاطین چغتائیہ کے معزز درجے پر ممتاز ہوا۔

ایک تاجدار آیا کہ جبے اور عمامے سے وضع زاہدانہ رکھتا تھا۔ ایک ہاتھ سے تسبیح پھیرتا جاتا تھا مگر دوسرے ہاتھ مین جو فرد حساب تھی۔ اسمین غرق تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ اُسکی میزان کو پرتالتا ہے۔ سب نے دیکھکر کہا۔ کہ انھین خانقاہ مین لیجانا چاہئے۔ اس دربار مین انکا کچھ کام نہین۔ لیکن ایک ولایتی۔ کہ متقطع اور معقول نظر آتا تھا۔ وہ دونو ہاتھ اُٹھاکر آگے بڑھا۔ اور کہا کہ اے ارکین دربار! ہمارے ظل سبحانی نے اس کمبخت سلطنت کے لئے بھائی سے لیکر باپ تک کا لحاظ نہ کیا۔ اسپر بھی تمہارے عرض

اسے اس دربار میں جگہ نہ دینگے۔ یہ لطیفہ اُسنے اس مسخراپن سے ادا کیا۔ کہ سب مسکرائے اور تجویز ہوئی۔ کہ تیموری خاندان کے سب سے اخیر میں انھیں بھی جگہ دیدو۔ معلوم ہوا۔ کہ وہ عالمگیر بادشاہ اور ساتھ اسکے نعمت خان عالی تھا +

اسکے ساتھ ہی ایک بیڈا جوان۔ دکھنی وضع۔ جنگ کے ہتیار لگائے راجگی کے سکّے تمغے سے سجا ہوا آیا۔ اسکی طرف لوگ متوجہ نہوئے۔ بلکہ عالمگیر کچھ کہنا بھی چاہتا تھا۔ مگر وہ کرسی کھینچ کر اُسکے سامنے ہی۔ بیٹھ گیا۔ اور بولا کہ صاحب ہمّت کو جگہ دو یا نہ دو۔ وہ آپ ہی جگہ پیدا کر لیتا ہے۔ یہ سیواجی تھا جس سے مرہٹہ خاندان کی بنیاد قائم ہوئی ہے +

تھوڑی دیر کے بعد دور سے گانے بجانے کی آواز آئی۔ اور بعد اُسکے ایک بادشاہ آیا + اُسکی وضع ہندوستانی تھی + مصنفوں اور مورخوں میں سے کوئی اُسکے ساتھ نہ تھا۔ البتہ چند اشخاص تھے۔ کہ کوئی اُنمیں گوّیا اور کوئی بھانڈ۔ کوئی مسخرا نظر آتا تھا + یہ سب گھبرائے ہوئے آتے تھے۔ کیونکہ ایک ولایتی دلاور اُنکے پیچھے پیچھے شمشیر برہنہ علم کئے تھا۔ اسکی اصفہانی تلوار سے لہو کی بوندیں ٹپکتی تھیں + مخمل رومی کی کلاہ تھی۔ جسپر ہندوستان کا تاج شاہی نصیب تھا۔ اور اسپ بخارائی زیران تھا + وہ ہندوستانی وضع بادشاہ محمد شاہ تھا + اُسے دیکھتے ہی سب نے کہا۔ کہ نکالو!۔ انکا یہاں کچھ کام نہیں" چنانچہ وہ فوراً دوسر دروازے سے نکالے گئے + ولایتی مذکور نادرشاہ جس نے سرحدّ روم سے بخارا تک فتح کر کے تاج ہندوستان سر پر رکھا تھا + اُسے جنگیز خان کے پاس جگہ مل گئی +

تھوڑی دیر ہوئی تھی۔ جو ایک غول ہندوستانیوں کا پیدا ہوا + ان لوگوں میں کوئی مرقع بغل میں دبائے تھا۔ کوئی گلدستہ ہاتھ میں لئے تھا + انھیں دیکھ دیکھ کر آپ ہی آپ + خوش ہوتے تھے اور وجد کر کے اپنے اشعار پڑھتے تھے + یہ ہندوستانی شاعر تھے + چنانچہ چند اشخاص انتخاب ہوئے انمیں ایک شخص دیکھا۔ کہ جب بات کرتا تھا۔ اُسکے مُنہ سے رنگارنگ کے پھول جھڑتے تھے۔ لوگ ساتھ ساتھ دامن پھیلاتے تھے۔ مگر بعض پھولوں میں کانٹے ایسے ہوتے تھے۔ کہ لوگوں کے کپڑے پھٹے جاتے تھے۔ پھر بھی مشتاق زمین پر گرنے نہ دیتے تھے۔ کوئی نہ کوئی اُٹھا ہی لیتا تھا۔ وہ میرزا رفیع سودا تھے +

میر بد دماغی اور بے پروائی سے آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے تھے۔ شعر پڑھتے تھے۔ اور منہ پھیر لیتے تھے۔ درد کی آواز دردناک دُنیا کی بے بقائی سے جی بیزار کئے دیتی تھی۔ میر حسن اپنی سحر بیانی سے پرستان کی تصویر کھینچتے تھے۔ میر انشاء اللہ خان قدم قدم پہ نیا بہروپ دکھاتے تھے۔ دم مین عالم ذی وقار متقی پرہیزگار۔ دم مین ڈاڑھی چٹ بھنگ کا سونٹا کندھے پر۔

جرأت کو اگرچہ کوئی خاطر مین نہ لاتا تھا۔ مگر جب وہ میٹھی آواز سے ایک تان لڑاتا تھا۔ تو سب کے سر ہل ہی جاتے تھے۔ ناسخ کی گلکاری چشم آشنا معلوم ہوتی تھی۔ اور اکثر جگہ قلمکاری اسکی عینک کی محتاج تھی۔ مگر آتش کی آتش زبانی اسے جلائے بغیر نہ چھوڑتی تھی۔ مومن کم سخن تھے۔ مگر جب کچھ کہتے تھے جرأت کیطرف دیکھتے جاتے تھے۔

ایک پیر مرد دیرینہ سال محمد شاہی دربار کا لباس۔ جامہ پہنے۔ کمڑکی دار پگڑی باندھے۔ جریب ٹیکتے آتے تھے۔ مگر ایک لکھنؤ کے بانکے پیچھے پیچھے گالیان دیتے تھے۔ بانکے صاحب ضرور انکے دست گریبان ہوجاتے لیکن چار خاکسار اور پانچوان تاجدار انکے ساتھ تھا۔ یہ بچا لیتے تھے۔ بڑے میر امّن دہلوی چار درویش کے منصف تھے۔ اور بانکے صاحب میرزا سرور فسانۂ عجائب والے تھے۔ ذوق کے آنے پر پسند عام کے عطر سے دربار مہک گیا۔ اُنھون نے اندر آکر شاگردانہ طور پر سب کو سلام کیا۔ سودا نے اُٹھکر ملک الشعرائی کا تاج اُنکے سر پر رکھ دیا۔ غالب اگرچہ سب سے پیچھے تھے۔ پر کسی سے نیچے نہ تھے۔ بڑی دھوم دھام سے آئے۔ اور ایک نقارہ اس زور سے بجایا۔ کہ سب کے کان گنگ کر دئے۔ کوئی سمجھا اور کوئی نہ سمجھا مگر سب واہ وا اور سبحان اللہ کرتے رہ گئے۔

اب مین نے دیکھا کہ فقط ایک کرسی خالی ہے۔ اور بس۔ اتنے مین آواز آئی کہ "آزاد کو بلاؤ"۔ ساتھ ہی آواز آئی۔ کہ "شاید وہ اس جرگے مین بیٹھنا قبول نہ کرے"۔ مگر وہین سے پھر کوئی بولا کہ "اُسے جن لوگون مین بٹھاؤ گے بیٹھ جائیگا"۔ اتنے مین چند اشخاص نے غل مچایا۔ کہ "اُسکی قلم نے ایک جہان سے لڑائی باندھ رکھی ہے۔ اُسے دربار شہرت مین جگہ نہ دینی چاہیئے"۔ اس مقدمے پر قیل و قال شروع ہوئی۔ مین چاہتا تھا۔ کہ نقاب چہرے سے اُلٹ کر آگے بڑھون اور کچھ بولون۔ کہ میرے بائین سے ہمدم یعنی فرشتۂ رحمت نے ہاتھ پکڑ لیا۔ اور چپکے سے کہا۔ کہ "ابھی مصلحت نہین"۔ اتنے مین آنکھ کھُل گئی۔ مین اس جھگڑے کو بھی بھول گیا۔ اور خدا کا شکر کیا۔ کہ بلا سے دربار مین کرسی ملی یا نہ ملی۔ مردون سے زندون مین تو آیا

شمس العلماء خان بہادر مولوی ذکاء اللہ دہلوی

پیدائش دہلی ۱۸۳۲ء — وفات دہلی ۱۹۱۰ء

آپ یکم اپریل ۱۸۳۲ء کو دہلی کوچہ بلاقی بیگم مین پیدا ہوئے + دہلی کالج مین تعلیم پائی ۱۸۵۵ء مین آپکے ملازمت کا سلسلہ شروع ہوا + مدت تک صیغہ تعلیم مین مختلف عہدون پر سرفراز رہے + آخر مین میور سنٹرل کالج الہ آباد کے پروفیسر رہے + وہین سے ۳۷ سال ملازمت کے بعد ۱۸۸۷ء مین آپنے پنشن لی + ۲۴ سال پنشن لیکر ۷۸ برس کی عمر مین ۷ - نومبر ۱۹۱۰ء کو دہلی مین وفات پائی +

اُردو زبان کی جسقدر خدمت آپنے کی ہے - کسی کو کم اتنا موقع ملا ہوگا + تہذیب الاخلاق انسٹیٹیوٹ گزٹ علیگڈھ اور مختلف پرچون مین آپکے مضامین برابر نکلتے رہے + آخر دم تک تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہا + علوم ریاضیہ اور طبعیات مین آپکو خاص مہارت تھی + ان علوم کا ایک عمدہ زخیرہ آپنے اُردو زبان مین جمع کرکے ایک سلسلہ قائم کر دیا - جو کئی شخصون کی محنت سے ماہر تھا + حساب - جبر مقابلہ - اقلیدس - مساحت مین آپ کی ۲۸ تصنیفات ہین - جو چھپکر شائع ہو چکین + علم طبیعات مین ۱۴ - جغرافیہ مین - ۳ - تاریخ مین ایک مکمل تاریخ ہندوستان کی ہے - دس جلدون مین - اور ایک صرف عہد انگلشیہ کی تاریخ ہے - ۵ جلدون مین + ہندؤن کے عہد کی تاریخ ہے ایک جلد مین یورپ کی تہذیب اور آئین قیصری وغیرہ - علم اخلاق اور علم ادب مین ۲۲ کتابین ہین + اُردو زبان مین ایسا شخص کم ہوگا - جسکی مختلف علوم مین ۱۴۴ تصنیفین ہون +

آپکا طرز تحریر سادہ اور صاف ہے - اُسمین زبان دہلی کی خوبی اور ظرافت کا چٹخارا بھی موجود ہے +

سب چیزون مین شان الٰہی نمایان ہے

عالم باطنی ہی مین خدا جلوہ نما نہین ہے - بلکہ وہ عالم ظاہری مین بھی خود نما ہے + آسمان مین بحر و بر مین مخلوق کا کوئی حصّہ ایسا نہین ہے - جس مین اُس حکیم کارساز کی شان کی نشانیات نہ موجود ہون - اور اُس دارا ئے خلق کی قدرت و صنعت کی بے شمار شہادتین نمایان نہ ہون + خواہ اُس مخلوق کو - جو اجزا کی ترکیب سے مرتب ہوئی ہے - خواہ اور انتظام و ترتیب عالم کو دیکھو - سب مین اُسی کے ظہور کا جلوہ ہے + جیسے انسان کوئی چیز بناتا ہے + تو اُس مین صانع کی فہم کا اندازہ ظاہر

ہوتا ہے۔ ایسے ہی انتظام و مصالح عالم سے۔ جہان آفرین کی حکمت و دانائی معلوم ہوتی ہے+ جیسے نوع بشر مین بھلے کام جو ہوتے ہین۔ وہ فاعل کے حُسن خلق کو ثابت کرتے ہین۔ ایسی ہی دُنیا مین انسان کے لئے خوش دلی کے ساز و سامان مہیا ہین۔ وہ منعم حقیقی کی ذات پر شہادت دیتے ہین۔ جیسے کہ اس عالم مین قدرت دانائی ارادہ کی نشانیان ان گنت ہین۔ ایسی ہی اُس عالم آرا کی قدرت و حکمت و لُطف و کرم بے انتہا ہین+ فلک اور فضاے آسمانی مین دیکھو۔ کہ صنائع بدائع اُس صانع حقیقی کے ہاتھ کے موجود ہین۔ دن سے دن رات سے رات کہہ رہی ہے۔ کہ چاند سورج ستارے اُس فلک آفرین نے پیدا کئے ہین۔ اور اُنکو اپنا محکوم بنایا ہے+ اسرار عالم کے خزانون کی کُنجیان اُسنے اپنے ہاتھ مین رکھی ہین۔ اُسکے سوا کسی کو اُنکا حال معلوم نہین+ وہی جانتا ہے۔ کہ ان بحروبر مین کیا کیا بھرا پڑا ہے+ وہ ایسا علیم ہے۔ کہ اگر یہان کوئی پتا گرتا ہے۔ تو اُسے وہ جانتا ہے۔ وہ بجلی کو چمکاتا ہے۔ پانی بھرے بادلون کو لاتا ہے۔ وہ اناجون کو پیدا کرتا ہے+ آسمان و زمین کی پیدائش مین۔ رات دن کے بدلنے مین۔ آسمان سے پانی بھیجنے مین۔ جس سے زمین سرسبز و شاداب ہوتی ہے۔ زمین اور آسمان کے درمیان ہوا اور بادل جو خدمت کرتے ہین اُنکے بدلنے مین ایسے آیات باقی ہین۔ جن مین اگر غور کیجیئے۔ تو اُس ذات پاک کی عظمت و شان کو ظاہر کر رہی ہین+

خداے تعالیٰ ہی سب چیزون کی جان ہے+ وہی جنگلون کو بنا سنوار کے تنہا نشین خوشنما بناتا ہے جسکو کوئی آنکھ نہین دیکھتی۔ وہی لہلہاتے کھیتون کو ہری ہری بنا کر دلون کو لُبھاتا ہے۔ وہ سال کی تقسیم ایک ترتیب سے کرتا ہے۔ جاڑے کی ایک حد مقرر کرتا ہے۔ جس سے باہر وہ قدم نہین دھر سکتا+ اسکی تیزی کو کند کر دیتا ہے۔ اس موسم مین عجیب حکمت سے بعض میوون کے نرم بیجون کو اندر رکھتا ہے۔ کہ کوئی مضرت اُنکو باہر سے نہین پہنچ سکتی+ ادھر ایک موسم کے پھول کُمھلاے مُرجھائے۔ کہ اُدھر اُسنے دوسرے موسم کے پھول کھلائے۔ جنکو دیکھکر حیرت ہوتی ہے+ وہی سارے عالم کا خداوند مالک ہے۔ وہی سب جگہ پھیلا ہوا ہے۔ وہ سب جاندارون کی جان ہے پھولون مین دیکھو۔ کہ اُس مصوّر بے نظیر نے اپنی قلمکاری سے کیا کیا نقش و نگار بنائے ہین+

کیسی کیسی اُنکو خوشبوئین عنایت کی ہین۔ کیا کیا رنگ اُن مین پیدا کئے ہین + اُنکی آنکھون کو امرت کے پانی سے دھویا ہے + اُسنے ان دانون مین۔ کہ جنکی تعداد سمندر کے ریگستان کے ذرون کیطرح بے شمار ہے۔ وہ صورتین داخل کی ہین۔ جو ساری زمین پر پھیلی ہوئی ہین + کیا خوش دل وہ شخص ہے! جو خدا کے ساتھ رہتا ہے + مزون مین۔ خوشبوؤن مین۔ میوون مین۔ پھولون مین اُسی کو وہ پاتا ہے + خلقت مین ایک بیر کے درخت سے لیکر گھاس کے پتے تک۔ جو دھوپ مین پڑا ہل رہا ہے۔ یاد الٰہی مین دیکھتا ہے + شعر

ہر گیاہے کہ از زمین روید وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

گھر کی تربیت

گھر ہی مین آدمی اخلاق کی تعلیم پاتا ہے۔ بُری خواہ بھلی + گھر ہی مین آدمی چال چلن کے وہ اصول سیکھتا ہے۔ جو اُسکے ساتھ ساری عمر رہتے ہین۔ جوانی اور پیری مین وہ انہین پر چلتا ہے + اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آدمی کی خصلت کی بڑی تعلیم گاہ گھر ہے +

مشہور ہے۔ کہ اوضاع واطوار آدمی مین آدمیت پیدا کرتے ہین۔ یہ بھی کہتے ہین۔ کہ آدمی مین آدمیت اُسکا دماغ پیدا کرتا ہے + مگر ان دونون باتون سے زیادہ سچ یہ بات ہے۔ کہ آدمی مین آدمیت گھر پیدا کرتا ہے۔ گھر مین آدمی کا دل کشادہ زیادہ تر ہوتا ہے۔ وہ ساری عادتین یہین پیدا کرتا ہے۔ وہین اسکی عقل پیدا ہوتی ہے + گھر ہی کی ٹکسال مین خصلت کے کھوٹے کھرے سکے ڈھالے جاتے ہین + گھر ہی سے وہ اصول ومسائل پیدا ہوتے ہین۔ جو معاشرت انسانی پر حکومت کرتے ہین۔ گھر ہی کی باتون کا عکس قانون ہوتا ہے۔ ننھے بچّون کی وہی ننھی رائین بڑے ہونے پر جمہور انام کا دستور العمل بنتی ہین +

آدمی جب دُنیا مین پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ نہایت ہی بے کس اور بے بس ہوتا ہے۔ اُسکی کُل پرورش وتربیت وتعلیم اُن آدمیون کے ذمے ہے۔ جو اُسکے آس پاس ہوتے ہین۔ جسوقت

سے وہ سانس لینے لگتا ہے۔ اُسکی تعلیم شروع ہوتی ہے +

ابتدا مین بچّے کی تعلیم اسطرح ہوتی ہے۔ کہ وہ جو دیکھتا ہے۔ اُسکی نقل اُتارتا ہے + عربی ضرب المثل ہے۔ کہ "انجیر کے درخت کو دیکھ کر انجیر کا درخت زیادہ پھل لاتا ہے" اور ہماری مثل ہے۔ کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے" پس یہی بچون کا حال ہے۔ کہ وہ مثال کی تقلید سے تعلیم پاتے ہین + بڑی معلم مثال ہے + بچپنے کی خصلت آدمی کی خصلت کا مغز ہوتا ہے۔ باقی اور تعلیم بالاے پوست ہے۔ جسکے اندر وہ مغز ہمیشہ رہتا ہے۔ ایک شاعر کا قول کیا ہی سچّا ہے! کہ جسطرح صبح دن کو دکھاتی ہے۔ ایسے ہی بچّہ آدمی کا حال بتلاتا ہے۔ مثل مشہور ہے "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" + جو باتین ولادت کے وقت ہماری طبیعت مین نفوذ کرتی ہین۔ وہی دیرپا اور ہمارے چال چلن کی محرک ہوتی ہے +

بچّہ جب پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ ایک نئے عالم کی چوکھٹ پر قدم رکھتا ہے۔ ہر چیز کو حیرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے + پھر رفتہ رفتہ وہ چیزون کو غور کی نظر سے مشاہدہ کرتا ہے + اشیا کا باہم مقابلہ کرتا ہے + اُنکے تصوّرات کو ذہن مین محفوظ رکھتا ہے۔ ایک فاضل نے لکھا ہے۔ کہ اٹھارہ اور بیس مہینے کی عمر کے درمیان اُسکو مادّی اشیاء اپنے قواے حواس اجسام اور اپنے اور دوسرون کے فہم کا اتنا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ کہ باقی ساری عمر مین اسقدر نہین ہوتا + اس عمر مین علم کا خزانہ جو جمع ہوتا ہے۔ اور اُسکے دماغ مین جو خیالات پیدا ہوتے ہین۔ وہ ایسے ضروری ہوتے ہین۔ کہ اگر وہ کسی طرح ملیامیٹ ہو جائین۔ تو پھر اُسکو ایک ہفتہ جینا محال ہو جاتا ہے +

یہ بچپن ہی کی کیفیت ہے۔ کہ "دل لوح سادہ براے ہر نقش آمادہ" + جو چنگاری اوّل اُسمین پڑتی ہے۔ وہ اپنی روشنی دکھاتی ہے + خیالات جلد ذہن مین آجاتے ہین۔ اور دیر تک قائم رہتے ہین + بچپن مین جو باتین ساتھ ہوتی ہین۔ وہ اکثر اخیر عمر تک ساتھ رہتی ہین + بچپن ہی مین خصلت کی تعلیم کی ترقی ہوتی جاتی ہے۔ یعنی مزاج کی۔ ارادے کی۔ عادت کی۔ جنپر آیندہ ساری عمر کی خوشدلی بہت کچھ منحصر ہے + اگر کسی عالی دماغ حکیم کو روزانہ بے آرامیون اور بد اخلاقیون اور کمینہ پن کی حالتون مین

پھنسا دو۔ تو وہ خود بخود وحشی پن کی طرف کھچا چلا جائیگا + پس جب عاقلوں کی یہ نوبت ہے۔ تو بچے کا کیا حال ہوگا۔ جو بیکس ہے۔ اور موم کی طرح بہت آسانی سے نقش قبول کرنے کی قابلیت رکھتا ہے +

جس گھر مین محبت کا اور اداے حقوق شرافت کا شوق غالب ہے جسمین دل و دماغ دونون عاقلانہ حکم چلاتے ہین جسمین روزمرہ کے کاروبار زندگی مین دیانت امانت راستی موجود ہے جس مین عاقلانہ و مشفقانہ انتظام موجود ہے۔ اُس گھر مین یہ توقع ہو سکتی ہے۔ کہ اولاد تندرست و خوشدل و نفع رسان ایسی پیدا ہو۔ کہ جب اُسکو قوت اپنے مربیون کے قدم بقدم چلنے کی حاصل ہو۔ تو وہ نیک دلی کے طریقون پر چلے۔ اپنے نفس پر ضابطہ ہو۔ اور اپنے ہمسائے کے آدمیون کی بہبودی اور رفاہ عام مین معاون ہو بچے کی طبیعت کے ڈھالنے کے لئے سب سے عمدہ سانچہ نمونہ ہے + اگر کوئی چاہے۔ کہ میرے بچون کی خصلتین اچھی ہون۔ تو اُنکے سامنے اپنی خصلت کے اچھے نمونے پیش کرے +

ہر بچے کی آنکھون کے سامنے جو نمونہ مستقل طور پر رہتا ہے۔ وہ اُسکی ماں ہے + سو معلمون کے برابر ایک اچھی ماں ہوتی ہے + گھر مین وہ سارے دلون اور ساری آنکھون کی مقناطیس ہوتی ہے + اولاد ہمیشہ ماں کی پیرو ہوتی ہے + مثال امر سے بہتر ہوتی ہے۔ مثال تعلیم بالعمل کو کہتے ہین + امر زبانی حکم کو۔ مثال اپنی بے زبانی سے جو تعلیم کرتی ہے۔ وہ زبانی اوامر نہین کرتے + مثال بچے روبرو عمدہ اوامر بہت ہی کم فائدہ دیتے ہین۔ مثال کی پیروی کی جاتی ہے۔ اوامر کی نہین + جب امر برخلاف عمل کے ہوگا۔ تو وہ بزدلانہ برائیان سکھائیگا + بچے ہی اپنے ماں باپ کی اس بات کو سمجھ جاتے ہین۔ کہ وہ کہتے ہین کچھ۔ اور کرتے ہین کچھ۔ اور اگر کوئی واعظ کسی کا مال مار کر جیب مین رکھے۔ اور دیانت کا وعظ کہے۔ تو کچھ اثر نہ ہوگا۔ گھر عورت کی دارالسلطنت ہوتا ہے۔ اسمین سارے احکام اُسکے چلتے ہین۔ وہ اپنے بچون کی ننھی ننھی رعیت پر حکم ناطق نافذ کرتی ہے + ہر چیز کے لئے بچے اپنی آنکھون کو اُسی کی طرف لگائے رہتے ہین + ہر وقت اُنکے روبرو وہی مثال اور نمونہ ہے۔ جسکی وہ پیروی کرتے ہین۔ اور نقل اُتارتے ہین۔ گو اُسکا علم خود اُنکو نہ ہوتا ہو۔ اسواسطے بچون کی چال چلن اور طور طریقے پر ماں کا اثر بہ نسبت باپ کے زیادہ ہوتا ہے + گھر مین ماں کا نیک مثال ہونا ایک بڑی نعمت ہے +

ابتدائے عمر مین دل کے اندر جو خیالات جم جاتے ہین اُنکا حال ایسا ہوتا ہے - جیسے کہ کسی چھوٹے پودے کی چھال پر حروف کندہ کر دیئے جائین + وہ درخت کے ساتھ بڑھتے چلے جائینگے + گو وہ کیسے ہی ہلکے ہون - مگر مٹنے کے نہین + زمین پر بیج ڈالے جاتے ہین - تو کچھ مدت تک وہ اُسمین پڑے رہتے ہین پھر پھوٹتے ہین - اور بڑھتے ہین + یہی حال اُن خیالات کا ہوتا ہے - جو ہمارے دل مین اوّل جم جاتے ہین کہ آخر کو وہی ہمارے عادات اور اعمال ہوجاتے ہین +

نسل انسانی کا ظاہری انتظام مہر مادری پر ہے - جسکا اثر مدام اور عالمگیر ہے + جب سے انسان پیدا ہوتا ہے - اسکی تعلیم شروع ہوتی ہے - اور اُسکے ساتھ ہی مان کی محبّت کا اثر شروع ہوتا ہے بچون پر نیک ماؤن کا اثر عمر بھر رہتا ہے + جب اولاد دُنیا کے کام دھندون - جھگڑون بکھیڑون اور ترددات و تفکرات مین پڑتی ہے - اور تکلیفات اور مشکلات پیش آتی ہین - تو وہ صلاح و مشورے اور تسلّی و تشفّی کے لئے ماؤن ہی کی طرف رجوع کرتی ہے + مثل مشہور ہے کہ "مصیبت کے وقت مان ہی یاد آتی ہے" - مائین اپنے بچّون کے دلون مین جو عمدہ اور پاکیزہ خیالات جما دیتی ہین - وہی بڑے ہونے پر نیک اعمال کی صورت مین اپنا جلوہ دکھاتے ہین +

عورت سب معلمون سے زیادہ نرمی اور ملائمت سے تعلیم کرتی ہے + مرد انسانیت کا دماغ ہے - عورت اُسکا دل ہے + وہ اُسکی قوت ہے - یہ اُسکا حُسن و زیب و زینت ہے + مرد عقلی ہدایت کرتا ہے - مگر عورت قلب کی درستی کرتی ہے - جس سے خصلت سنورتی ہے - مرد حافظے کو پُر کرتا ہے - عورت دل کو پُر کرتی ہے - مرد جس بات کا یقین دلاتا ہے - عورت اُسکی محبّت دلاتی ہے + غرض عورت کی بدولت اکثر ہماری رسائی نیکی پر ہوتی ہے +

اگر کوئی عورت نیک اطوار - کفایت شعار - خوش مزاج - پاکیزہ طبیعت کسی گھر کی سرپرست ہو - تو سارے کنبے کی زندگی بخیر و عافیت بسر ہوگی - اور وہان آرام و چین - نیکی اور خوشدلی - طرح طرح سے اپنے جلوے دکھائیگی - اور وہان مرد کے لئے بہت سے ہمراہی دل کے خوش کرنیوالے موجود ہونگے + دلون کے لئے عبادت گاہ وہان تیار ہے - حادثات زمانہ سے بچنے کے لئے

امن وہ ہے۔ محنت و مشقت کے بعد آرام گاہ ہے۔ مصیبت و افلاس مین تسلی و تشفی وہان ہے+ غرض ہر درد کی دوا وہان موجود ہے۔ اور ہر وقت خوشی اور راحت کا سامان مہیا ہے +

بچّون اور بڑون کی تربیت اخلاق مین گھر جیسا سب مدرسون سے بہتر ہے۔ ویسا ہی بتر بھی ہو سکتا ہے۔ گھر مین اُس قوت کا ہونا بھی ممکن ہے۔ جو بچپن سے لیکر دم آخرین تک بے حد شرارت اور جہالت پیدا کرتی ہے + ماؤن اور دائیون کی نالایقی سے کیا کیا اخلاقی آفات اور امراض ظہور مین آتے ہین + بچّے کو ایک پاجی جاہل دایہ کے حوالہ کر دو۔ تو بچّے مین وہ عیب پیدا ہوگا۔ جو ساری عمر کی تقلید و تربیت سے دور نہ ہوگا۔ جس گھر مین ماں شریر۔ کاہل۔ نابکار ہو۔ گھر بچین نکالتی ہو۔ جُھنجھلاتی ہو۔ رنج پھیلاتی ہو۔ وہ گھر جہنم ہے + جس سے بھاگنے کو دل چاہتا ہے + جن بچّون کی بدنصیبی سے ایسے گھرون مین پرورش ہوئی ہے۔ وہ اخلاق کی رو سے بَونے اور بیڈول ہونگے۔ نہ اورون کے لئے بلکہ سب کے واسطے بُرے ہونگے +

مردون کی خصلت بنانے مین عورتین جو اثر کرتی ہین۔ گو نوشت خواند مین نہ آئے۔ مگر وہ اُنکے بعد باقی رہتا ہے۔ اور ہمیشہ اپنے نتائج خیر کو جاری رکھتا ہے + عورتون نے نہ تو بڑھ بڑھ کے تصویرین بنائین۔ نہ بڑی بڑی کتابین تصنیف کین۔ نہ الجبرا ایجاد کیا۔ نہ دوربین اور دُخانی کلین اختراع کئے ہین بلکہ صاف باطن و نیک صفات اہل دل موجدون کو اپنی گود مین تعلیم و تربیت کیا ہے + اس سے بہتر کیا ایجاد دُنیا مین ہو سکتا ہے + اگر عورت اور مردون کی خصلتون کا فیصلہ اس لحاظ سے کیا جائے۔ کہ کس نے زیادہ بھلائی دُنیا مین پھیلائی۔ تو عورتون کو ترجیح رہے گی +

عورتون پر لازم ہے۔ کہ وہ سلیقہ مندی کی عادت پیدا کرین۔ کہ جس سے وہ دُنیا کے روزانہ کامون مین موثر۔ مددگار۔ و معاون ہون۔ عورتین ہی بچّون کو دودھ پلانے والی۔ پرورش کرنیوالی۔ تعلیم کرنے والی ہوتی ہین۔ ماؤن کی فقط محبت طبعی کافی نہین۔ عقل حیوانی نسل حیوانات کو قائم رکھتی ہے۔ کیونکہ اُسکو ضرورت تربیت و تعلیم کی نہین ہوتی + لیکن عقل انسانی جسکی ضرورت ہمیشہ کنبے مین رہتی ہے تعلیم کی محتاج ہے خدائے تعالیٰ نے عورتون کو ایک خاص

فطرت جسمانی عطا کی ہے۔ لیکن اسکے ساتھ فطرت عقلی اور فطرت اخلاقی بھی سکونت پذیر ہے۔ پس عورتون کو سب سے پہلے یہ سمجھنا ضرور ہے۔ کہ صحت جسمانی و صحت عقلی و صحت اخلاقی بموجب قوانین فطرت گھر مین کیونکر حاصل ہو سکتی ہے؟ آدمی کے ایک تہائی بچے پانچ سال کی عمر کے اندر مرجاتے ہین۔ اسکا سبب یہ ہے۔ کہ مائین قوانین فطرت سے آگاہ نہین ہوتین۔ وہ جسم کی ترکیب سے بےخبر ہین۔ تازی ہوا۔ اور صاف پانی کے فوائد سے ناواقف ہین۔ زود ہضم غذا کے تیار کرنے اور بنانے کو نہین سمجھتین۔ یہ کہنا بالکل سچ ہے۔ کہ عورتون کو مردون جیسی عقل اسلئے دی گئی ہے۔ کہ وہ کام مین لائی جائے۔ نہ یہ کہ نکمی رکھ کر سڑائی جائے۔ یہ عطیات بغیر کسی مطلب اور مقتضا کے نہین عطا ہوئے۔

عورت اسلئے نہین بنائی گئی۔ کہ وہ بےعقل و نافہم رہ کر مرد کی خدمت یا مزدوری کرے۔ یا ایک سہانا کھلونا بن کر وقت فرصت اُسکا دل خوش کرے۔ اسکے ذمے ایسے نازک جوابدہی کے فرائض ہین۔ کہ جنکے لئے دماغ تعلیم یافتہ اور دل شفقت انگیز چاہیئے۔ عورتون کی تعلیم کے باب مین ہمیشہ سے اختلاف راے چلا آتا ہے۔ ایک طرف نہایت تنگدلی سے یہ راے نامعقول بیہودہ پھر دیجاتی ہے۔ کہ عورتون کو علم کسشری کا اتنا آنا کافی ہے کہ وہ ہنڈیا پکالین۔ اور علم جغرافیہ اتنا بہت ہے۔ کہ وہ اپنے گھر کے کمرے جانتی ہو۔ بڑا کتب خانہ اُنکے لئے یہ ہے کہ ایک کتاب مقدس اُنکے پاس ہو۔ دوسری طرف اُسکے مخالف وہ راے ہے جسمین مبالغہ۔ لغو۔ فضول۔ فطرت کی مخالفت موجود ہے۔ اُسکا دعویٰ یہ ہے۔ کہ تعلیم مین عورت اور مرد دونون ہم پلّہ ہون۔ حقوق مین اور راے دینے مین دونون برابر ہون۔ منصب و جاہ و دولت و حکومت کے لئے جو خودغرضی کی جڑ اور خطرے کا گھر ہین۔ دونون مساوی سمجھے جائین۔ فقط عورت ہونے کی وجہ سے کسی جاہ و منصب سے محرومی نہ ہو۔

ابتداے عمر مین جو تعلیم و تادیب نہایت مناسب لڑکون کے واسطے ہے۔ وہی لڑکیون کے لئے ہے۔ تربیت و تعلیم کی استعداد جیسی مردون مین ہے ویسی ہی عورتون مین ہے۔ مردون کے اعلیٰ درجے کی تعلیم کے حق مین جو دلائل متین اور براہین عظیم بیان کئے جاتے ہین۔ وہی عورتون کے اعلیٰ درجے کی تعلیم کے لئے نہایت متانت سے وکالت کر رہے ہین۔ گھر کے تمام کارخانون

مین عقلمندی عورتون کی بکار آمد اور موثر ہونے کو زیادہ کر دیگی یہ عقلمندی عورتون مین تفکر اور مآل اندیشی پیدا کریگی۔ وہ پہلے سے اُنکو سمجھا دیگی۔ کہ زندگی کی ضروریات کیا ہین۔ اور وہ کیونکر بہم پہونچ سکتی ہین۔ غرض ہر طرح سے انکی تقویت کا سبب ہوگی + انکی قواے عقلیہ کی تادیب سے یہ فائدہ حاصل ہوگا۔ کہ وہ جیسے اپنے بھوسے پن اور جہالت سے دغا اور فریب اور توہمات کے جال مین پھنس جاتی ہین۔ نہ پھنسینگی + اور اخلاق اور مذہبی تربیت اُنکا افتخار بڑھائین گی۔ اور اُن مین وہ سچی خوداعتمادی اور فرائض پروری پیدا کریگی۔ جو خانہ داری کے چین و آرام اور خوشدلی کا سرچشمہ ہے +

مردون کے اخلاق و دماغ کا صحیح رہنا عورتون پر موقوف ہے۔ اسلئے عورتون کی تعلیم ایک قومی اور مہتم بالشان امر سمجھا جاتا ہے + عورتون کی پاکیزگی اخلاق اور عقلی تربیت مردون کی اخلاقی خصلت اور عقلی قوت کی بڑی ملاذ و ماوی ہین + جیسے یہ دونون ملکر اپنے قوی کو کامل طور پر ظاہر کرینگے۔ ویسا ہی قوم کا انتظام زیادہ عمدہ ہوگا۔ اور اسکی برتری اور اقبال مندی یقینی ہوگی +

شمس العلماء مولنا حافظ نذیر احمدؒ دہلوی

پیدائش نگینہ ضلع بجنور ۱۸۳۶ء وفات دہلی ۱۹۱۲ء

۶۔ دسمبر ۱۸۳۶ء روز سہ شنبہ کو نواح تحصیل نگینہ ضلع بجنور مین پیدا ہوئے + آپنے والد مولوی سعادت علی کے ہمراہ خاص شہر بجنور مین رہتے تھے۔ مگر سن تمیز کو پہونچنے کے بعد سے برابر دہلی ہی مین رہے + آپنے فارسی کتابین اپنے والد ہی سے پڑھین۔ عربی کی ابتدائی کتابین مولوی نصر اللہ خان سے اُسکے بعد مولوی عبد الخالق صاحب سے پڑھین + جنوری ۱۸۴۵ء مین دہلی کالج مین داخل ہوئے + کالج مذکور سے نکلنے کے بعد ابتداءً آپ ضلع گجرات کے ایک اسکول مین للعہ ماہوار پر ملازم ہوئے ۱۸۵۳ء مین دو برس کے بعد وہ ملازمت ترک کر کے کانپور کے ڈپٹی انسپکٹر مدارس للعہ ماہوار پر مقرر ہوئے ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد آپ الہ آباد کے ڈپٹی انسپکٹر مدارس مقرر ہوئے + عبد اللہ خان امین عدالت کے مکان پر آپکا قیام تھا + انھین کی تحریک سے آپنے انگریزی شروع کر دی۔ اور اُسکو بقدر ضرورت خوب حاصل کر لیا + حیدرآباد مین جاکر آپنے تلنگی سیکھی۔ پیرانہ سالی مین دہلی مین آپنے سنسکرت پڑھی +

آپنے گورنمنٹ کے حکم سے انکم ٹکس اور تعزیرات ہند کا ترجمہ انگریزی سے اردو مین کیا۔ اس صلہ مین آپکو ۱۸۶۱ء مین کانپور کی تحصیلداری ملی۔ اُسکے بعد آپنے ضابطہ فوجداری و قانون شہادت کا ترجمہ کیا۔ اس صلہ مین ۱۸۶۳ء مین کانپور ہی مین آپ ڈپٹی کلکٹر ہوئے + وہان سے گورکھپور ہمالون اعظم گڈھ وغیرہ تبدیل ہوتے رہے +

نواب محسن الملک اور نواب عماد الملک مولوی سید حسن صاحب بلگرامی کی تحریک سے سر سالار جنگ نے ۱۸۷۷ء مین آپکو حیدرآباد مین طلب کیا۔ وہان ایک ہزار تنخواہ دو سو چالیس کے عہدہ پر ایک بڑے عہدہ سے سرفراز ہوئے + وہان کا کام نہایت خوبی سے انجام دیکر سبکدوش ہوئے۔ دہلی مین آکر خانہ نشین ہوئے + ۲۸۔ اپریل روز جمعہ ۱۹۱۲ء کو ۲ بجے دن کو بعارضہ فالج انتقال ہوا +

آپنے اُردو زبان کو بہت بڑی مدد پہونچائی + آخر وقت تک تالیف و تصنیف سے آپکا قلم نہین رُکا +

منتخب الحکایات۔ چند پند۔ توبۃ النصوح۔ مرآۃ العروس۔ بنات النعش۔ ابن الوقت۔ محصنات۔ رویائے صادقہ۔ الحقوق والفرائض۔ ترجمۃ القرآن۔ موعظۂ حسنہ۔ اور بہت سی کتابین اور لکچر اسپیچین آپ کی یادگار ہین +

آپکی تحریر مین سادگی ہے + مثال و محاورات کا استعمال زیادہ کرتے ہین۔ اور چونکہ عربی زبان سے آپ کو ایک خاص اُلفت تھی۔ اسلئے آپکی اُردو مین بھی عربی زبان کے الفاظ اور فقرے۔ اشعار۔ احادیث۔ آیات قرآنی کا استعمال زیادہ ہے۔ آپکی کتابین دہلی کی پاکیزہ اور شستہ اُردو کا عمدہ نمونہ ہین +

انگریزون کی عظمت کی اصلی وجہ

انگریزون کی عظمت کا سبب اور ہندوستانیون کی ترقی کرنے کے طریقے کے بابت نوبل صاحب نے سر سید سے جو اپنی راے ظاہر کی ہے (کہ انگریزون کی عظمت کی اصلی وجہ تجارت اور صنعت مین ترقی کرنا ہے۔ نہ کہ سلطنت۔ اور ہندوستانی جب تک انگریزی زبان سیکھکر علوم جدیدہ کو حاصل کرکے صنعت و تجارت کے جانب متوجہ نہ ہونگے۔ اور انگریزون سے میل جول نہ پیدا کرینگے ترقی نہین کرسکتے) وہ مضمون شمس العلما مولوی حافظ نذیر احمدؒ صاحب دہلوی کی کتاب ابن الوقت سے منتخب کیا گیا +

اہل یورپ کی عظمت سلطنت مین نہین ہے۔ بلکہ تمام عظمت اُن علوم مین ہے جو ایجاد ہوئے ہین۔ اور ہوتے جاتے ہین۔ اور جن علوم کے ذریعہ سے اُنھون نے ریل۔ تار برقی اور اسٹیمر اور ہزارہا قسم کی بکارآمد کلین بنا ڈالی ہین۔ اور بناتے چلے جاتے ہین۔

ہر طرح کی کاریگری مین دوسرے ملکون کے لوگون پر سبقت لیجا کر روے زمین کی دولت اپنے ملک مین گھسیٹ لے گئے۔ اور گھسیٹے لئے چلے جا رہے ہین۔ جس جس طرح کے ہنر اور کمال اہل یورپ مین ہین انکے ہوتے ممکن نہ تھا۔ کہ انکو سلطنت نہ ہو + سلطنت انکے کمالات کی قیمت نہین ہے۔ بلکہ ردکھن مین ہے۔ اور انکا حق لازمی ہے۔ سلطنت سے انگریزون کو اگر کچھ مفاد ہے۔ تو یہی۔ کہ انکے ملک کے چند آدمی یہان آکر نوکری کرتے اور تنخواہ پاتے ہین + اس سے بھی ہمکو انکار نہین۔ کہ ہندوستانیون کے مقابلے مین انگریزون کو بڑی تنخواہ ملتی ہے۔ اور کیون نہ ملے + انکے سفر دور دراز کو دیکھو۔ اختلاف آب و ہوا کی وجہ سے انکی جان جوکھم پر نظر کرو۔ انکی اعلیٰ شان وار کثیر المصارف طرز زندگی اور ساتھ ہی انکی دیانت داری کا بھی خیال کرو۔ تو معلوم ہو کہ انگریزون کی تنخواہین بواجب بڑی ہین۔ یا بہ ناواجب۔ یہ بھی انگریزون ہی کے جگر ہین۔ کہ ان تنخواہون پر کیسے کیسے سخت امتحان دیتے ہین۔ اور اپنا دیس اور اپنے عزیز یگانے چھوڑ کر کالے کوسون نوکری کو نکل آتے ہین۔ کیونکہ یہ بات انکے اصول زندگی مین داخل ہے۔ کہ ہر انسان کو اپنی قوت بازو سے کمائی کرنی چاہیئے + جبکہ خاندان شاہی مین کوئی متنفس اس کلئے سے مستثنیٰ نہین۔ اور خود ملکہ معظمہ کے بیٹے پوتے قاعدے کے مطابق چھوٹے چھوٹے عہدون سے نوکری شروع کرتے ہین۔ تو دوسرے کس گنتی مین ہین + یہی تنخواہین اور یہی امتحان۔ اور یہی پردیس۔ اور یہی اختلاف آب و ہوا۔ اور یہی تمام حالات ہندوستانیون کے ہون۔ تو شاید گھر سے نکلنے کا نام نہ لین + ولایت تو ولایت آج کسی کو باہر جانے کا حکم دیا جاتا ہے۔ تو سارے گھر مین رونا پیٹنا مچ جاتا ہے۔ اپنی ہمت کا تو یہ حال!۔ اور انگریزون کی تنخواہون پر حسد!۔ بہرکیف یہی سہی کہ جتنے انگریز ہندوستان مین نوکر ہین۔ حتیٰ کہ گورے۔ سب کے سب یہان کی تنخواہین پا پا کر آسودہ حال ہو جاتے ہین + لیکن ان معدودے چند کے تمول سے اُس ملک کو کیا فائدہ پہونچ سکتا ہے ؟ جسمین سے ان سے دو چند سہ چند ہر سال جزائر دور دست مین جاکر سکونت اختیار کر لیتے ہین + صرف اسوجہ سے کہ علم طب اور صفائی مین جو بہت ترقی ہوئی ہے۔ تو عمرون کا اوسط بڑھ گیا ہے۔ بیماری اور موت مین بہت کمی ہو گئی ہے۔ تو الد تناسل کثرت سے

ہوتا ہے۔ ملک کی وسعت اسقدر کثیر التعداد باشندون کو کافی نہین۔ اور اہل یورپ کے تمول کا اندازہ کسی قدر آپ اس بات سے کرسکین گے۔ کہ وہان دو روپیہ روز کی آمدنی کا آدمی سوسائٹی مین اس سے زیادہ وقعت نہین رکھتا۔ جیسے یہان ڈیڑھ دو آنے روز کا مزدور۔ اور دس ہزار روپیہ سالانہ کہ یہ سولین کی پنشن کی مقدار غایت ہے۔ سواری اور اپنے ذاتی ملازم رکھنے کے لئے مشکل سے کفایت کرسکتا ہے۔ تو موٹے سے موٹی سمجھ کا آدمی بھی یہ بات نہین کہہ سکتا۔ کہ سلطنت کی وجہ سے یورپ مین یہ کچھ دولت پھٹ پڑی ہے۔ اصلی بات یہ ہے۔ کہ خدا کو اہل یورپ کی ترقی۔ انکی فلاح منظور تھی۔ کہ ملک کے ملک کو واقعات نفس الامری اور موجودات خارجی مین غور کرنے کی دُھن لگادی۔ اس غور سے سیکڑون ہزارون نئے نئے اصول دریافت ہوئے۔ جن پر عمل کرنے سے انسان کی قدرت اس قدر بڑھ گئی کہ کچھ انتہا نہین +

غرض یورپ کی دولتمندی کے اصل لٹکے سٹیم (بھاپ) اور الکٹرِیسٹی (قوت برقی) وغیرہ یعنے انکے علوم جدیدہ ہین + ہالوے کا تو نام آپنے سُنا ہوگا۔ اس شخص کے یہان مرہم اور گولیون کا کارخانہ ہے۔ مگر اسکی آمدنی کو آپ اسپر قیاس کرسکتے ہین۔ کہ چار لاکھ روپیہ سالانہ تو صرف اُجرت اشتہار کا خرچ ہے۔ اور پھر کچھ بڑے بڑے کارخانون ہین اسکا شمار نہین۔ ولایت جاکر دیکھئے۔ تو معلوم ہو۔ کہ تجارت کے مقابلے مین سلطنت ایک محض بے حقیقت چیز ہے + اگر تاجرون کے تمول کا حال مین آپ سے بیان کرون۔ تو آپ مبالغہ سمجھین۔ پھر ہماری ولایت مین کوئی سیر حاصل ملک نہین۔ پیداوار اور معدنیات کے اعتبار سے یورپ کسیطرح ہندوستان سے لگا نہین کھا سکتا۔ مگر چونکہ ہندوستان کے لوگ نئے علوم سے ناواقف ہین۔ خداداد سرمایے سے فائدہ اُٹھانے کا سلیقہ نہین رکھتے + ہندوستانیون کی بدقسمتی اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی۔ کہ مثلاً روئی ہندوستان سے ولایت جاتی ہے۔ اور وہ لوگ اپنی ہنرمندی سے اُسی روئی کے انواع و اقسام کے کپڑے بناکر پھر ہندوستانیون کے ہاتھ چند در چند نفع پر فروخت کرتے ہین +

پس ہندوستانیون کے پنپنے کی اگر کوئی تدبیر ہے۔ تو یہی۔ کہ ان مین علوم جدیدہ کو پھیلایا جائے۔ اور اُنکو اس بات کی طرف متوجہ کیا جائے۔ کہ اپنی تمام قوۃ عقلی واقعات مین صرف کرین + یہان کے

لوگ بالطبع ذہین ہوتے ہین + ادہر طبیعتین لڑائی شروع کرین - اور اسکا انکو چسکا پڑ جائے - تو بس ساری شکایتین رفع ہین - اور از بس کہ تمام علوم جدیدہ جنپر ملکی ترقی کا انحصار ہے - انگریزی مین ہین سب سے پہلے زبان انگریزی کو رواج دینا ہوگا + بعض لوگون نے یہ خیال کیا ہے - کہ علوم جدیدہ کی کتابین اُردو مین ترجمہ کرائی جائین - مگر مین اس راے سے متفق نہین ہون + اوّل تو زبان اُردو مین اتنی وسعت نہین - کہ علوم جدیدہ کی تمام مصطلحات کا اُردو ترجمہ ہو سکے - ناچار اکثر مصطلحات انگریزی کو اختیار کرنا پڑیگا - اور اُنکے تلفظ مین ضرور غلطیان ہونگی - مین نے اسطرح کی بعض طبی اور بعض کیمیا اور بوٹینی (علم فلاحت) وغیرہ کی کتابین دیکھی ہین - کوئی سطر انگریزی الفاظ سے خالی نہین + یہ ترجمے اُردو انگریزی مخلوط آدھا تیتر آدھا بٹیر مجھکو تو سخت بدمزہ معلوم ہوتے ہین - اور پھر کسی زبان کے ایک لفظ کی دوسری زبان مین کیسی ہی ہندی کی چندی کیون نہ کرو - اُسکا ٹھیک مفہوم دوسری زبان مین ادا ہونا مشکل ہے + اسکے علاوہ انگریزی زبان کے رواج دینے سے ایک تو علوم جدید کا پھیلانا ہے - اور دوسری غرض اور بھی ہے - یعنی عموماً انگریزی خیالات کا پھیلانا - اکیلے علوم جدیدہ سے کام چلنے والا نہین - جب تک خیالات مین آزادی - ارادے مین استقلال - حوصلے مین وسعت - ہمت مین علو - دل مین فیاضی اور ہمدردی - بات مین سچائی - معاملات مین راستبازی - یعنی انسان پورا پورا جنٹلمین نہ ہو - اور وہ بدون انگریزی جاننے کے ہو نہین سکتا + انگریزی دان آدمی کو اخبارون اور کتابون کے ذریعے سے انگریزی خیالات پر آگہی بہم پہونچانے کی بڑی آسانی ہو سکتی ہے +

مذہب اور عقل

یعنی عقل ایک ایسی محدود قوت ہے جنکی پوری پوری رسائی دنیاوی امور مین تو ہو نہین سکتی - مذہب جسکو دوسرے عالم سے بھی تعلق ہے - اُسمین اسکی رسائی کیونکر ہو سکتی ہے + لہذا مذہب کو محکوم عقل بنانا سخت غلطی ہے +

بلاشبہہ مبداء فیاض نے انسان کو ظاہری اور باطنی جتنی قوتین دی ہین - سب مین عقل بڑی زبردست ہے - اور وہی مدار تکلیف شرع بھی ہے - لیکن بیش برین نیست - کہ عقل بھی ایک قوت ہے -

اور جسطرح انسان کی دوسری قوتین محدود اور ناقص ہین۔ اسیطرح عقل بھی محدود اور ناقص ہے۔ مثلاً آنکھ۔ کہ خاص فاصلے پر دیکھ سکتی ہے۔ اُس سے باہر نہین۔ پھر بے روشنی کے کام نہین دیتی۔ اجسام کثیف مین نفوذ نہین کرتی۔ اگر دیکھنے والا متحرک ہو (مثلاً فرض کرو کہ کشتی یا ریل مین ہو)۔ تو وہ اُلٹا ٹھہری ہوئی چیزون کو متحرک دیکھتا ہے۔ اور اپنے تئین ٹھہرا ہوا۔ تیز حرکت تشکل معلوم ہوتی ہے۔ جیسے لڑکے لکٹی سے کھیلتے ہین۔ پیالے مین تھوڑا سا پانی بھر کر لکڑی کھڑی کرین۔ تو لچکی ہوئی دکھائی دیگی۔ شفاف پانی کی تہ کی چیزین اوپر کو اُبھری ہوئی نظر آتی ہین۔ اور اسی طرح کی اور بہت سی غلطیان نظر سے ہوتی ہین۔ جنکی تفصیل علم مناظر مین موجود ہے۔ غرض جسطرح مثلاً ہماری قوت باصرہ محدود اور ناقص ہے۔ اُسی طرح عقل کی رسائی کی بھی ایک حد ہے۔ وہ بھی نقصان سے بری نہین۔ اور اس سے بھی غلطیان ہوتی ہین۔ غلطی کے لئے اختلاف رائے کی دلیل کافی ہے۔ ہندسہ کے علاوہ جسکے اصول بدیہیات پر مبنی ہین۔ (اور اسی وجہ سے اسمین اختلاف ہو نہین سکتا) ڈاکٹر۔ فلسفی۔ جج۔ ہیئت دان۔ مدبران ملک۔ اہل مذہب۔ وغیرہ وغیرہ سبھی کو دیکھتے ہین۔ کہ ایک دوسرے سے لڑتے مرتے ہین۔ منطق کے قاعدے منضبط ہوئے۔ مناظرے کے اصول ٹھہرائے گئے مگر اختلاف نہ کم ہوا۔ اور نہ تا قیامت کم ہو۔

جب ہست و نیست کا اختلاف ہو۔ تو ضرور ایک برسر غلط ہے۔ اگرچہ عقل انسانی کا نقصان اختلاف رائے سے بھی مستنبط ہو سکتا ہے۔ مگر ہم ذرا اسکو تفصیل کے ساتھ بیان کرنا چاہتے ہین۔ دو ڈھائی سو برس کے عرصے مین اہل یورپ کو سیکڑون باتین ایسی دریافت ہوئین۔ کہ کسی کو کیمیا کا حکمی نسخہ مل گیا ہوتا۔ اور وہ اُسکو عام بھی کر دیتا تو اتنا فائدہ نہ پہونچتا۔ جتنا کہ ان۔ ماڈرون ڈسکوریز یعنی زمانہ حال کی دریافتون سے ہوا۔ اور جن اقبالمندون کو خدا نے واقعات اور موجودات نفس الامری مین غور و خوض کرنے کی دُھن لگا دی ہے۔ خدا اُنکی کوششون کو مشکور و کامیاب کرتا ہے۔ بحر بے پایان موجودات مین غوطے لگا رہے ہین۔ اور معلومات جدید کے بے بہا موتی ہین۔ کہ برابر نکلے چلے آتے ہین۔ ان ماڈرن ڈسکوریز مین سے زیادہ نہین صرف ایک چیز عام فہم لو۔ جس سے انگریزون کے طفیل مین ہم بھی

فائدہ اُٹھا رہے ہین + ریل + اب ہم پوچھتے ہین کہ دُنیا مین گھر گھر آگ تھی۔ گھر گھر ہنڈیان پکتی تھین۔ ہر ہر متنفس بھاپ سے بخوبی واقف تھا۔ سیکڑون ہزارون برس پہلے سٹیم (بھاپ) کی طاقت کیون معلوم نہین ہوئی + اور یہی سوال ہر ڈسکوری کی بابت ہوسکتا ہے۔ جو اب تک ہوئی۔ یا آیندہ کسی وقت ہین ہو۔ سر اسحٰق نیوٹن جسکو سب سے پہلے مسئلہ کشش کا الہام ہوا۔ کہتا تھا۔ کہ خدا کی بے انتہا قدرت کے سمندر مین بے شمار موتی بھرے پڑے ہین۔ اور مین تو ابھی کنارے پر بیٹھا ہوا بچّون کی طرح سیپیان اور گھونگے جمع کر رہا ہون۔ یہ مقولہ تھا اُس شخص کا جسنے زمین اور آسمان کے قلابے ملا کر نظام بطلیموس کی جگہ اپنا نظام قائم کیا۔ اور آج سارا یورپ اُسکے نام پر فخر کرتا ہے +

جسکو خدا نے عقل دی ہے۔ وہ تو یون اپنی عقل کی نارسائی کا اعتراف کرتے ہین۔ اور ایک ہمارے زمانے کے انگریزی خوان ہین۔ کہ سیدھی سی اقلیدس کی نئی شکل پوچھو۔ تو بغلین جھانکنے لگین۔ اور لن ترانیان یہ۔ کہ ہمچو ما دیگرے نیست + پس جون جون زمانہ ترقی کرتا جاتا ہے۔ عقل انسانی کا قصور ہے۔ کہ کھلتا چلا جاتا ہے۔ اب سے زیادہ نہین۔ صرف ڈیڑھ سو برس پہلے کسی کی عقل مین یہ بات آسکتی تھی۔ کہ مہینون کی مسافت ہم گھنٹون مین طے کر سکین گے۔ یا ہزارہا کوس کا حال چند لمحے مین معلوم کر لیا کرینگے۔ یا آگ سے برف جمائین گے۔ یا کپڑے کی کل مین کپاس بھر کر اچھے خاصے دُھلے دُھلائے تہ کئے ہوئے تھان نکال لیا کرینگے + اور ابھی کیا معلوم کہ ہم کیا کیا کر سکین گے + مگر پھر بھی رہین گے آدمی عاجز۔ ناچیز۔ بے حقیقت + بھلا آدمی کیا عقل پر ناز کریگا۔ جبکہ اُسکو پاس کے پاس اتنا تو معلوم ہی نہین۔ کہ روح کیا چیز ہے۔ اور اُسکو جسم کے ساتھ کس طرح کا تعلق ہے ؟ +

وقت کے ازلی ابدی ہونے پر خیال کرتے ہین۔ تو انسان کی ہستی ایسی بے ثبات دکھائی دیتی ہے۔ جیسے دن رات مین ایک طرفۃ العین بلکہ اس سے بھی کم۔ اور اس ہستی پر انسان کے یہ ارادے اور یہ حوصلے۔ کہ گویا زمین اور آسمان مین سمانا نہین چاہتا۔ پھر کیسے کیسے لوگ ہو گذرے ہین۔ کہ اس سرے سے اُس سرے تک ساری زمین کو ہلا مارا۔ اور مر گئے۔ تو کچھ بھی نہین ایک۔

تو وہ خاک! - آخر وہ کیا چیز تھی جو اُن میں سے نکل گئی؟ حیوانات نباتات لاکھوں قسم کی مخلوقات کا ایک چکر سا بندھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کہ زمین سے پیدا ہوتے۔ اور پھر اسی میں فنا ہو جاتے ہیں + کسی کی عقل کام کرتی ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور کس غرض سے ہو رہا ہے؟ جان تو ایک قسم کی نباتات میں بھی ہے۔ مگر جانوروں کے بہت سے افعال انسان سے ملتے ہوئے ہیں۔ بلکہ بعض حیوانات بعض باتوں میں انسان پر بھی شرف رکھتے ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ تو انکے تمام کمالات وہبی اور فطری ہیں + پھر وہ کون سی تکمیل ہے جسکے لئے انکو یہ ہستی دی گئی؟ +

انگریزوں نے تحقیقات کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ مگر شروع سے اب تک کسی ایک جگہ یا کسی ایک چیز۔ یا کسی ایک بات کا مسلسل پتہ نہ چل سکا زمانہ حال سے جس قدر پیچھے کو دور ہوتے جاتے ہیں۔ منظر تاریخ دھندلا ہوتا چلا جاتا ہے + یہانتک کہ اب سے چار پانچ ہزار برس پہلے کا کسی کو کچھ حال ہی نہیں معلوم۔ کہ دُنیا کا کیا رنگ تھا؟ عقل انسانی کی نارسائی اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی۔ کہ آج تک کسی پر کسی چیز کی ماہیت ہی منکشف نہیں ہوئی جاننا تو کیا جانا؟ اعراض وہ بھی شاید فی صد دو + مثلاً پانی۔ کہ ہم اُسکا اُتنا ہی حال جانتے ہیں۔ کہ سیال (بہنے والا) ہے۔ جو شکل چاہو۔ آسانی سے قبول کر لیتا ہے + آمیزش سے پاک ہو۔ تو شفاف ہے۔ نشیب کے طرف کو بہتا ہے۔ وزن مخصوص کے قاعدے سے ۳۳ فٹ سے زیادہ ہوا میں بلند نہیں ہو سکتا۔ حرارت کے اثر سے ہوا بن جاتا ہے۔ یا اگر علم طبعی کے کسی ماہر سے پوچھو تو شاید دو چار خواص اور بیان کر سکے گا۔ مگر یہ سب آثار ہیں نہ ماہیت + ماہیت کا نام آیا اور عقل گم ہو گئی +

بات کیا ہے۔ کہ دُنیا ہے عالمِ اسباب + یہاں واقعات کا ایک سلسلہ ہے + ایک کے بعد دوسرا۔ اور دوسرے کے بعد تیسرا۔ واقع ہوتا رہتا ہے۔ ہم واقعہ متقدم کو سبب اور علّت کہتے ہیں۔ اور واقعہ متاخر کو مسبب اور معلول نتیجہ + اگرچہ سبب کے قرار دینے میں اکثر چند در چند غلطیاں ہوتی ہیں۔ مگر فرض کرو۔ کہ ہم سبب کے قرار دینے میں غلطی نہ بھی کریں۔ تاہم سبب اور مسبب میں جو علاقہ ہے۔ آجتک اُسکا راز کسی پر نہیں کُھلا۔ مثلاً جلانا آگ کا خاصہ ہے۔ مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے

مگر کوئی نہین بتا سکتا کہ کیون - ذرا آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھو- تو روے زمین کے سارے ریگستانون مین اتنے ذرّے نہ ہونگے - جتنے ستارے آسمان مین بھرے پڑے ہین + پھر یہ ستارے دیکھنے مین چھوٹے چھوٹے نقطے سے نظر آتے ہین-اور درحقیقت ایک ایک بجاے خود ایک جہان ہے- کہ ہماری زمین کی اُسکے سامنے کچھ بھی حقیقت نہین + غرض سوچنے سمجھنے والے کو دُنیا سر تا سر طلسم حیرت ہے+ جب دُنیاوی امور مین عقل انسانی کی نارسائی کا یہ حال ہو- کہ کسی بات کی کنہ کو نہین پہونچ سکتی تو دین مین وہ کیا ہماری رہبری کریگی ؟- ؎

تو کارِ زمین را نکو ساختی   کہ با آسمان نیز پرداختی

یہ دُنیا تو پھر بھی عالم مشہود ہے + ہم اس مین موجود ہین-اور اسکو اپنی آنکھون سے دیکھتے اور تھوڑا بہت اس مین تصرف بھی کر سکتے ہین- اور کرتے ہین + دین خبر دیتا ہے- کہ اس دُنیا کے سواے ایک جہان اور ہے + یہ ظاہر ہے- وہ غائب + یہ فانی ہے- وہ باقی + یہ مجاز ہے- وہ حقیقت- یہ تمہید ہے- وہ نفس مطلب یہ امتحان ہے- وہ نتیجہ + یہ سفر ہے- وہ منزل مقصود + یہ خواب ہے- وہ تعبیر + یہ افسانہ ہے- وہ حق الامر + ظاہر ہے- کہ عقل انسانی کو اُس جہان کے متعلق کچھ بھی نہین جاننا چاہئیے- کیونکہ اُسکی منتہاے رسائی سے بہت دور پڑے ہین- لیکن خدا کی بے انتہا مہربانی سے بعید تھا- کہ انسان جو اُسکی مخلوقات مین سب سے افضل ہے- اُس جہان سے بالکل بے خبر ہے- اور جس طرح اُسنے اور چیزون کو دوسرے خواص بخشے ہین- عقل انسانی کو نیک و بد کی تمیز عطا فرمائی- کہ جاہل سے جاہل اور وحشی سے وحشی بھی بھلائی کی طرف راغب ہے- نہ کسی دُنیاوی مفاد کی طمع سے- اور بُرائی سے ہارب (بھاگنے والا) ہے نہ کسی نقصان کے خوف سے- بلکہ گویا انسان کا دل مقناطیسی سوئی ہے-اور نیکی شمال کی سمت- پس اُس جہان کے متعلق رسائی- معلومات- واقفیت جو کچھ سمجھو- یہ انسانی فطرت ہے- کہ آدمی بالطبع نیکی کو پسند اور بدی کو ناپسند کرتا ہے- پھر انسان کی عقل اپنی طرف سے کچھ کمی نہین کرتی- بھتیرا زور مارتی ہے کہ وہان کی حقیقت دریافت کرون- مگر کچھ پتہ نہین چلتا- ؎

حال عدم نہ کچھ کھلا گزرے ہے رفتگان پہ کیا   کوئی حقیقت آن کر کہتا نہین بُری بھلی

نیکی بدی کی امتیاز کے ساتھ اسکو اتنی بات اور بھی سوجھتی ہے۔ کہ انسان کے ہر ایک فعل کو ایک نتیجہ لازم ہے + اگرچہ بسا اوقات بعض افعال کے نتائج اسی دُنیا مین واقع ہو جاتے ہین۔ مگر بعض کے نہین بھی ہوتے + اور ہم دیکھتے ہین کہ دُنیاوی نتائج کے علاوہ طبیعتین کسی اور نتیجے کی بھی منتظر رہتی ہین + اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک جہان اور ہونا چاہئے۔ اور اُسکی ضرورت ہے + اور نہین معلوم کیا سبب ہے۔ کہ دل خود بخود اندر سے گواہی دیتا ہے۔ کہ مرنے سے تو ہمارا پیچھا چھوٹتا ہوا نظر نہین آتا۔ مرے پیچھے ہم کسی حالت مین رہین۔ مگر رہین گے ضرور۔ پس یہان تک عقل کی پرواز تمام ہوئی + ؎

اگر یک سر موے برتر پرم   فروغ تجلی بسوزد پرم

مگر اس سے تو کچھ بھی کشود کار نہ ہوا + دل جو اُس جہان کے تفصیلی حالات کے مشتاق تھے۔ بدستور جویا کے جویا رہے + اب دین کے سرحد مین آگے بڑھنا چاہتے ہو۔ تو چراغ عقل کو گل کرو۔ اور آفتاب جہان تاب کلام الٰہی کو اپنا ہادی اور راہ نما قرار دو +

کارخانۂ عالم

یعنی دُنیا کی تمام مخلوقات پر غائر نظر ڈالکر۔ اُس صانع مطلق کی حیرت انگیز صنعت اور کاریگری کو دیکھ کر۔ خداوند عالم کی ہستی اور وجود کا قائل ہونا چاہئے۔ اور یہ سمجھنا چاہئے۔ کہ اُسی خالق یکتا نے ہم سب کو نیست سے ہست کیا۔ معدوم سے موجود کیا۔ وہی باقی ہے۔ اور سب چیزین فانی۔ اُسکی ہستی سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا +

دُنیا کا ایک بڑا بھاری عظیم الشان کارخانہ ہے + کہنے کو محدود ہے۔ مگر کسی نے اسکی انتہا نہین پائی + اس کارخانے کے مقابلے مین زمین کی باین وسعت اتنی بھی تو حقیقت نہین۔ جیسے بڑے سے بڑے پہاڑ کے آگے ایک ذرے کی۔ اگر علم ہیأت کی سب باتین سچی ہین۔ اور جب مشاہدات اور اصول ہندسہ پر مبنی ہین۔ تو انکو غلط ہی کون کہہ سکتا ہے ؟۔ تو چار و ناچار انسان کو اپنی درماندگی

کا نارسائی اور بے حقیقی کا اقرار کرنا پڑتا ہے + ہزار دس ہزار - بیس ہزار - پچاس ہزار - لاکھ کوس تک کا بھی خیر ہم یون ہی سا کچھ اندازہ کر سکتے ہین + مہا سنگھ ور مہا سنگھ کوسون کے سمجھنے کو کس کی اٹکل لائین + بھلا کچھ ٹھکانا ہے اِن دوریون کا - کہ زمین پر سے گولہ چھوٹے - اور شبانہ روز متصل ایک رفتار سے سیدھا چلا جاوے - تو اُنیس برس مین جا کر آفتاب تک پہونچے + اللہ اکبر جل شانہٗ + بڑے سے بڑے سے پہلے کی دوربینین ایجاد ہوئین - مگر ہم نے اجرام فلکی کا کیا دیکھا ؟ ایک جھلک + وہ بھی اُن معدودے چند کی + جو زمین سے بہ نسبت دوسرے بے شمار اجرام کے قریب ہین + کبھی آسمان خوب صاف ہوتا ہے - تو اندھیری رات مین کس کثرت سے ستارے دکھائی دیتے ہین + گویا گھری افشان چھڑکی ہوئی ہے + اور اگر کسی طرح اونچے سے اونچے ستارے پر پہونچنا ممکن ہوتا - تو وہان سے بھی جہانتک اور آگے کو نظر کام کرتی - یہی کیفیت دکھائی دیتی + پھر خدا جانے - کتنے کالے کوسون کی مسافت ہے - کہ ستارے ہمکو ننھے ننھے نقطے دکھائی دیتے ہین + ورنہ جسطرح اسکا یقین ہے - کہ دو اور دو چار ہوتے ہین - اسیطرح جاننے والون کو اسکا بھی اذعان (یقین) ہونا چاہئے - کہ ایک ایک نقطہ بجاے خود جہان ہے - اور جہان بھی کیسا ؟ - کہ اگر اُسکو بڑا مٹکا فرض کرو - تو زمین اُسکے سامنے خشخاش کا نہ سہی تورائی کا دانہ ضرور ہی - جو تارے زمین سے زیادہ پاس ہین - یعنی اُنکی دوری لاکھون کوس کے پیٹے کے اندر ہی اندر ہے - دوربین کی مدد سے اُنکے حالات کسی قدر زیادہ دریافت ہوئے ہین - اور پاس پروس کی آخر تھوڑی بہت خبر ہونی ہی چاہئے + سمندر - جھیلین - پہاڑ - دھوپ چھاؤن - ہوا - بادل - یہ سب چیزین ان تارون مین صاف دیکھ پڑتی ہین - اس سے اور دوسرے بہت سے قراین سے علماے ہیات قیاس کرتے ہین - اور بجا قیاس کرتے ہین - کہ زمین کی طرح ان جہانون مین بھی جان دار آباد ہین - یہان عقل انسانی کے اوسان اور بھی گم ہین - بھلا اتنے بے شمار جہانون کی کُل مخلوقات کا تو ہم کیا اندازہ کر سکتے ہین - جب کہ ایک زمین کی مخلوقات کی گنتی در کنار - تمام اقسام تک منضبط نہین +

کسی کتاب مین نظر سے گذرا - کہ زمانۂ حال کا کوئی فلسفی خردبین مین پانی کی ایک بوند کو

دیکھ رہا تھا۔ سو سے زیادہ طرح کے جاندار تو وہ اس ایک بوند مین بمشکل شمار کرسکا۔ آخر تھک کر بیٹھ رہا۔ ایک بوند مین اتنی مخلوقات ہو۔ تو تمام کرۂ آب مین جو تین چوتھائی زمین کو ڈھانکے ہوئے ہے۔ کتنی مخلوقات ہوگی؟۔ خدا ہی کو خبر ہے۔ پھر زمین کے گرداگرد ۴۵ میل ہوا کے دَل کا کرہ ہے۔ اور اُس مین بھی جاندارون کی ایسی ہی یا اس سے زیادہ کثرت ہے۔ ہر چند کارخانۂ قدرت الٰہی کی عظمت اور شان فہم بشر سے خارج ہے۔ مگر جس طریق پر زمین نے اجمالاً بیان کیا۔ اگر کوئی آدمی متواتر اور متصل مدتون تک غور کرتا رہے۔ تو ضرور اُسکے دل مین اپنی بے حقیقتی اور درماندگی اور بے وقعتی کا تیقن پیدا ہوگا۔ جس کو مین دینداری کی بنیاد یا تمہید سمجھتا ہون *

اسکے بعد ذہن کو اسطرف متوجہ کرنا چاہئے۔ کہ اتنا بڑا کارخانہ باین عظمت کیسی عمدگی اور کیسے انضباط کے ساتھ چل رہا ہے۔ کہ عقل دنگ ہوتی ہے۔ اجرام فلکی کے اتنے اتنے بڑے بے شمار گولے۔ کہ خدا کی پناہ۔ اور خود زمین سب چکر مین ہین۔ خدا جانے کب سے اور کب تک۔ اور نہ آپس مین ٹکراتے ہین۔ نہ بال برابر اپنی رفتار بدلتے ہین۔ اب جو آدمیون کو قاعدہ معلوم ہوگیا ہے۔ تو سیکڑون ہزارون برس پہلے سے پیشین گوئی ہوسکتی ہے۔ کہ فلان ستارہ فلان وقت فلان مقام پر ہوگا۔ اور وہین ہوتا ہے۔ حساب مین اگر غلطی نہ ہو۔ تو منٹ سکنڈ کیسا؟۔ سکنڈ کے ہزاروین حصے کی قدر بھی آگا پیچھا نہین ہوسکتا۔ یہان روے زمین پر ایک بھنگے۔ ایک دانے۔ ایک پھل۔ ایک پنکھڑی گھاس کے ایک ڈنٹھل۔ چھوٹی سے چھوٹی اور ادنے سے ادنے چیز کو بھی نظر غور سے دیکھو۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر چیز کی کچھ نہ کچھ غرض و غایت ہے۔ جسکی تکمیل کا پورا پورا سامان اس جز مین موجود ہے۔ مثلاً ریگستانی علاقون مین اونٹ پیدا کیا ہے۔ تو اُسکے پاؤن کے تلوے چوڑے اور اسفنج کی طرح پولے ہین۔ کہ ریت مین نہ دھسین۔ اسکی گردن بہت لمبی ہے۔ تاکہ اونچے درختون کے پتّے چر سکے۔ اسکو ایک خاص طرح کا خانہ دار معدہ دیا گیا ہے۔ جس مین کئی کئی ہفتون کے لئے کھانا پانی بھر لیتا ہے۔ کیونکہ جیسے ملک مین وہ پیدا کیا گیا ہے۔ وہان کئی کئی دن تک متواتر پانی چارے کا نہ ملنا کچھ تعجب نہین۔ اسکے علاوہ اسکے پاس کوہان کا گودام ہے۔ کہ اگر اسکو ایک عرصہ خاص تک

کھانا پینا کچھ بھی نہ ملے۔ تو کوہان کی چربی بدل ماتیحلل (جو چیز تحلیل ہوتی جائے اُسکا بدلہ) کا کام دے + ہرن وغیرہ جنگلی جانورون کی ٹانگین تپلی پتلی ہین۔ تاکہ شکاری جانورون سے بچنے کے لئے پھرتی کے ساتھ بھاگ سکین + ہاتھی کے ایک سونڈ لٹک رہی ہے۔ جس سے وہ ہاتھ کا کام لیتا ہے + پرندون کے چھتے سبک ہین۔ تاکہ ہوا مین اُڑ سکین + دریائی جانورون کے پنجے کھال سے جڑے ہوئے ہین۔ گویا کہ ہر ایک کے پاس قدرتی چپّو ہین + گوشت خوار جانورون کے پنجے اور دانت اُنکی غذا کے مناسب ہین + نباتات مین پھل پھول کی حفاظت کے واسطے کانٹے ہین + پوست ہین۔ خول ہین + سرد ملک کے جانورون کی اُون بڑی بڑی اور گھنی ہے۔ کہ جاڑا نہ کھائین جتنے جاندار معرض تلف مین ہین۔ اُن مین توالد تناسل کی کثرت ہے۔ تاکہ نسل معدوم نہ ہو + مثلاً ایک ایک مچھلی لاکھ لاکھ سے زیادہ انڈے دیتی ہے + آدمی چونکہ بقاے حیات کا سامان عقل کی مدد سے بہم پہونچا سکتا ہے۔ سینگ اور پنجے اور اُون اس قسم کے قدرتی سامان اُسکو نہین دیئے گئے + جس ملک مین نباتات کی کثرت ہے۔ وہین برسات بھی زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ ملک پانی کا محتاج ہے۔ انسان اگر اپنی ہی بناوٹ مین غور کرے۔ تو اُسکا ایک ایک رُوان صانع قدرت کی کمال دانشمندی اور عنایت پر گواہی دے رہا ہے + اُسکے جسم مین ایک چھوٹا اور آسان سا پرزہ ہاتھ ہے۔ کہ دُنیا مین جسقدر انسان کے تصرفات ہین۔ اور انسان کی بساط پر خیال کرو۔ تو ان تصرفات کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ سب اسی پُرزے کے ہین +

اہل یورپ نے عقل کے زور سے بڑی بڑی عمدہ کلین بنائی ہین۔ اس مین شک نہین۔ کہ اِن کلون سے عقل انسانی کی قوت بڑی شد و مد کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ مگر مجکو بھی دو چار کلون کے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے + ایک بکھیڑا ہے۔ کہ بیگھون زمین پر پھیلا ہے + سیکڑون پُرزے۔ ہزارہا پیچ۔ بیلن۔ پہیئے۔ چرخیان۔ کمانیان۔ خدا جانے دُنیا بھر کے کیا کیا سامان جمع کیے ہین۔ تب کہین جا کر وہ ایک مطلب حاصل ہوتا ہے۔ جسکے لئے کل بنائی گئی ہے + یہ تو آدمی کی بنائی ہوئی کلون کا حال ہے۔ اور ایک ادنی سی کل خدائی بنائی ہوئی ہے۔ یہی آدمی کا ہاتھ۔

کہ ہزار ہا قسم کے کام اس سے نکلتے ہین۔ اور ترکیب دیکھو۔ تو ایسی سلیس اور مختصر۔ کہ ایک کف دست ہے۔ اور تین تین جوڑ کی پانچ انگلیان۔ اللہ اللہ خیر صلاح۔ انسان کے بدن مین ایک اور ذرّے بھر کی چیز آنکھ ہے۔ اسکی ساخت مین جو اندرونی حکمتین ہین۔ اُن سے بالاستیعاب ایک کتاب بن سکتی ہے۔ مگر خارج کی احتیاطون کو تو دیکھو۔ کہ پہلے گویا ہڈیون کا کاوک ہے جسمین نگینے کی طرح آنکھ تعبیہ کی ہوئی ہے۔ اوپر بھون کا چھجے دار سایہ بان۔ سامنے پلکون کا پردہ۔ پردے مین پلکون کی جھالر۔ پھر پوٹے کے اندر منافذ ہین۔ جنمین سے آئینہ چشم کے صاف رکھنے کو ہمیشہ ایک خاص طرح کی رطوبت رستی رہتی ہے۔ یہ وہی رطوبت ہے۔ جو زیادہ ہو کر آنسو بن جاتی ہے جتنی دفعہ انسان پلک جھپکاتا ہے۔ گویا اتنی ہی دفعہ آئینے پر پچارا پھرتا ہے۔ گرد اور دھوئین اور تنکے کی صورت مین بے اختیار آنسو بہنے لگتے ہین۔ جسکے یہ معنی ہین کہ پچارا کافی نہین۔ بلکہ آئینے کو دھونیکی ضرورت ہے +

میرا تو کیا مُنہ ہے۔ کہ موجودات عالم مین جو اسرار حکمت مضمر ہین اُنکا ایک شمہ بھی بیان کرسکون۔ مگر میری غرض اسی قدر ہے۔ کہ دُنیا کے کارخانے کو اس نظر سے دیکھنا چاہیئے۔ کل مین نے آیتہ اللہ کا سبق سُنا۔ وہ عجائب قدرت پڑھتا ہے + کسی شخص نے نیچرل فلاسفی (علم طبعی) مین سے بعض بعض مضامین چھانٹ کر اُردو مین ترجمہ کر دیئے ہین + اُسی مین لکھا تھا۔ کہ مچھر کے مُنہ کے آگے جو ایک پتلی سونڈ سی ہوتی ہے۔ وہ حقیقت مین ایک نلوا ہے + اُس نلوے مین تین اوزار ایک تو سوئی۔ جسکو مچھر مسام مین داخل کرتا ہے + ایک آری۔ کہ مسام کو چوڑا کرنے کی ضرورت ہو۔ تو اُس سے کام لے۔ اور ایک سینگی۔ جسکی راہ خون چوستا ہے + اُسمین اتنی بات اور بھی تھی۔ کہ اس شکل خاص مین مچھر کی حیات کی مدت صرف تین دن کی ہے + ایک مقام پر تھا۔ کہ تیتری کے ایک پر مین کھپرون کی طرح تیس ہزار دیلیان ہین۔ اِسطرح کی باتون کو اگر انسان سرسری طور پر نہ سُنے۔ جیسے کہ اُسکی عادت ہے۔ تو ہر ہر ذرّہ اس بات کی گواہی دیگا۔ کہ اسکو کسی بڑے قدرت والے دانشمند + ہمہ دان۔ حاضر۔ ناظر۔ سمیع۔ بصیر نے کسی مصلحت سے جان بوجھ کر بنایا ہے + ممکن نہین۔ کہ انسان سلیم قلب سے موجودات عالم مین غور اور خوض کرے۔ اور اسکا دل اندر سے نہ بولنے لگے۔ کہ بیا بتا ہوا

کارخانہ بایں عمدگی و انضباط خود بخود یا اتفاقیہ طور پر تو نہیں ہو گیا۔ کیونکہ واقعات اتفاقی کی شان ہی دوسری ہوتی ہے۔ ان میں قاعدے کا کہاں پتہ ہو۔ اور انضباط کا کیا مذکور۔ اور قاعدہ اور انضباط بھی کیسا ہو۔ کہ دُنیا کی ابتدا سے لیکر آج کی گھڑی تک تو اُسمیں رتّی برابر فرق پڑا نہیں ٭

جس غور کی طرف میں تمکو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ اُسمیں یہ بھی داخل ہے۔ کہ وقت کیا چیز ہے۔ جسکی نہ ابتدا ہے نہ انتہا٭ اگرچہ وقت کی وسعت کا اندازہ بھی فہم بشر سے خارج ہے۔ مگر خیر جہانتک تم سے اجرام فلکی کے فاصلوں کی طرح اندازہ کرتے بن پڑے۔ لاکھ دو لاکھ چار لاکھ برس کا ایک محدود وقت لیکر اُسی سے وسعت کو سوچو۔ اور تمثیلاً یوں تصوّر کرو۔ کہ وقت ایک بڑا لمبا خط ہے۔ اُسمیں سے تمہاری ہستی اگرچہ تمہارے معتقدات کے مطابق طب انگریزی پر پورا پورا عمل کرنے سے حد طبعی سے بھی کتنی ہی متجاوز کیوں نہ ہو جاے۔ تاہم اُسکو وقت مفروض کے ساتھ کیا نسبت ہو گی ہو۔ شاید جیسے محیط زمین کے مقابلے میں ایک انچ کو یا اس سے بھی کم٭ یہ تو انسان کی ہستی ہے۔ اور اس پر خدا سے انکار۔ اور اپنی عقل پر ناز بیجا٭ انسان سے دُنیا میں ہزار ہا طرح کی بیہودگیاں سرزد ہوتی ہیں۔ مگر یہ سب بیہودگیوں پر فوق لے گئی ہے۔ کہ خدا ہی کا منکر ہو۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ اور پرلے درجے کی بدقسمتی۔ کہ عقل جو انسان کو اسی غرض سے دی گئی ہے۔ کہ مخلوقات سے خالق کو پہچانے۔ ورنہ دُنیا کی چندروزہ زندگی تو جانور بھی بسر کر لیتے ہیں۔ جنکو بہت سا کھانا اور پانی درکار ہوتا ہے۔ اور مزہ یہ ہے۔ کہ حاجتیں کثیر اور عقل کم۔ اور پھر انسان سے کہیں زیادہ خوشحال٭ غرض بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ وہی عقل انسان کو ایسا گمراہ کرے۔ کہ خدا کا قائل نہ ہونے دے۔ حقیقت میں میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ کوئی آدمی کس مُنہ سے کہہ سکتا ہے۔ کہ خدا نہیں۔ تم مجکو اتنا تو سمجھاؤ۔ کہ تم نے اپنے تئیں سمجھا ہے کیا ہو؟ چندیں ہزار عالم کے مقابلے میں تمہاری کیا حقیقت ہے۔ اور چندیں ہزار عالم بھی نہ سہی۔ انکی مخلوقات بھی نہ سہی۔ ایک روے زمین پر ابتدا سے ابتک تم جیسے اور تم سے بہتر اور تم سے بہتر سے بہتر کروڑ ہا آدمی پیدا ہوئے۔ اور اپنی زندگی میں اُنھوں نے کیا کچھ نہیں کیا٭ خدا کے ایسے

ایسے بھی بہت سے بے شمار بندے ہوئے ہین۔جنھون نے حکومتین کین سلطنتین کین۔اپنے زمانے مین نامی نامور ہوئے۔اور پھر ایسے مٹے۔کہ گویا پیدا ہی نہین ہوئے تھے+نہ انکا نام ہے نہ نشان ہے۔یہ بتاؤ کہ تم کوئی انوکھے آدمی ہو؟۔تم بھی اپنے ارادے سے پیدا نہین ہوئے۔اور قسم ہے اُس ذات پاک کی۔کہ جسکے ہاتھ مین میری اور تمھاری دونون کی اور سب جاندارون کی جان ہے۔اپنے ارادے سے زندہ بھی نہین ہو۔اور اپنے ارادے سے مرو گے بھی نہین۔اور مرے بعد مہینے دو مہینے پیچھے نہ سہی۔پچاس سو دو سو ہزار برس بعد۔روے زمین پر اتنا جاننے والا بھی تو نہین ہوگا۔کہ ہم تم بھی کوئی تھے+

ہماری تعلیم

کچھ خبر بھی ہے۔کہ علم نے اس زمانے مین دوسری شان اختیار کی ہے ہم جو اپنے علوم پر نظر کرتے ہین۔تو اُنکے دو ہی نتیجے پاتے ہین+یا تو زبان کی تکمیل یا ذہن کی تیزی۔سو زمانے نے ایسا پلٹا کھایا۔کہ دونون نتیجے بیکار ہوگئے+جن زبانون کی تکمیل کے پیچھے ہم عمر کا بڑا حصّہ صرف کیا کرتے تھے۔اب اُن زبانون کو کوئی نہین پوچھتا+رہی ذہن کی تیزی۔یعنی حکمت نظری۔اسکا بھرم حکمت عملی نے اُٹھا دیا۔اور ہم علم کے اعتبار سے بالکل کورے کے کورے رہ گئے+زبان کی تکمیل سے جو اغراض دینوی متعلق ہو سکتے ہین۔وہ اب انگریزی کی طرف منتقل ہو گئے ہن۔لیکن ہم مین سے اکثر ان اغراض کے سمجھنے مین غلطی کرتے ہین۔لوگون نے اسی کو انگریزی کی غرض و غایت سمجھ رکھا ہے۔اور اسی لئے اسکو سیکھتے ہین۔کہ حکام وقت کی زبان ہے۔اور اسی کے ذریعہ سے ہم حکام کے ساتھ بآسانی خیالات کا مبادلہ یعنی عرض مطلب۔فہم ما فی الضمیر کر سکتے ہین+ بلاشبہہ حاکم اور محکوم مین بآسانی خیالات کا مبادلہ بڑی ضروری اور بکار آمد چیز ہے۔لیکن مین انگریزی کی ٹون کو ذرا اونچا لیجانا چاہتا ہون۔حکام کے ساتھ خیالات کا مبادلہ تو انگریزی کے ادنیٰ ترین اور خسیس ترین فائدون مین سے ہے۔انگریزی کا اصلی اور عمدہ فائدہ جو مد نظر ہونا چاہئے۔یہ ہے۔کہ زبان انگریزی

علوم مفیدہ کی کلید ہے - یہ علوم یا تو سرے سے ایشائی زبانون مین ہین ہی نہین - یا ہین بھی - تو زمانہ حال کی تحقیقات کے مقابلے مین تقویم پارینہ کا حکم رکھتے ہین + انگریزی زبان قوم اور ملک کو اسیوقت مفید ہوگی - جب یہ مقصود پیش نظر رکھ کر اُسکو حاصل کروگے + غرض یہ ہے - کہ علم مقصود بالذات اور زبان انگریزی کو اُسکا آلہ سمجھا جاے + افسوس ہے - کہ اس گُر کو ابھی تک لوگون نے سمجھا ہی نہین یا سمجھا ہے - تو اسپر عمل نہین کیا - اور سمجھا اور اُسپر عمل کیا ہوتا - تو اتنے ہی دنون مین ہندوستان کی کایا پلٹ گئی ہوتی + تحقیقات مزید اور ترقی اور ایجاد کا تو کیا مذکور ہے - جو علوم زبان انگریزی مین مدون ہین اور جس درجہ تک وہ پہونچ چکے ہین - اُتنے ہی پر کسی نے کچھ عمل کرکے دکھایا ہوتا + ہمارے بدنصیب ہندوستان مین مٹیریل کی تو کمی نہین - کمی ہے تو اسکی ہے - کہ کوئی مٹیریل کا استعمال کرنیوالا نہین + ایک تو نوکری کی لکیر کے فقیر سے بیٹھے ہین - اور نوکری کیمیا اور کبریت احمر ہوتی جاتی ہے نتیجہ یہ کہ مثلاً سئو بی - اے - پاس ہوتے - تو نوے روٹیون کے لئے سرگردان پڑے پھرتے ہین - اور نوے بھی اب ہین - یا کوئی دن جاتا ہے - کہ سئو پاس اور سئو کے سئو پاس حرمان و یاس + انگریزی پڑھکر کچھ فائدہ اُٹھانا چاہتے ہو - تو پہلے نوکری کے خبط کو سر سے نکالو + یہ جنون تمھین نہین پنپنے دیگا - کبھی ان باتون پر بھی غور کیا کرو - کہ مثلاً تمہارے اسی شہر مین کتنے آدمی ہین - اور انمین کتنے ہین - جو نوکری سے معاش پیدا کرتے ہین + حساب لگاؤگے - تو فیصد کوئی چوتھے پانچوین درجہ کا ڈیسمل نکلےگا + پھر مردم آزاری کے مواقع پاکر شیخی بگھارنے کی تو بات اور ہے - خوشحالی کا ایک سٹنڈرڈ قرار دے لو + مثلاً مین سمجھتا ہون - کہ جس کی سو روپیہ ماہوار کی آمدنی ہو - اُسکو اس زمانہ مین خوشحال سمجھنا چاہئے + اب دیکھو کہ خوشحالی کے اسٹنڈرڈ کے لحاظ سے نوکری پیشون مین فیصد کتنے ہین - اور دوسرے پیشون مین کتنے - تو پاؤگے - کہ اس نسبت مین نوکری پیشہ - چوتھے پانچوین درجے کے ڈیسمل سے بھی دور ہٹے ہوئے ہین + پس تم انگریزی پڑھکر جو ایک نوکری پر دھنا دو - تو اسکے یہ معنی ہونگے - کہ اس عمارت کو جو برسون کی محنت سے بنائی ہے - اپنے ہاتھون ڈھاتے ہو + عقلاً شرعاً کوئی سا پیشہ بھی مبتذل نہین + مبتذل اگر ہے - تو وہ آدمی ہے - جو دغابازی بے ایمانی سے پیشے کو بدنام کرتا ہے - دل پر دینداری اور نیکی کا پرتو پڑا ہو تو - جانو - کہ اصلی عزت کیا ہے ؟

"خدا کے نزدیک بڑا بزرگ وہ ہے۔ جو بڑا پرہیز گار ہو" لوگ نہ اسلئے نوکری کے گرویدہ ہو رہے ہین ۔ کہ اس پیشے مین تمول اور خوشحالی زیادہ ہے ۔ نہین ۔ بلکہ اسلئے ۔ کہ اُنکو اپنے ابنائے جنس پر حکم چلانے ۔ اور اُنکو ستانے ۔ اور ایذا دینے کا موقع ملتا ہے ۔ لوگون نے اسی کو عزت سمجھ رکھا ہے ۔ حالانکہ نیک دل اور دیندار آدمی کی نظر مین اس سے بڑھکر کوئی بے عزتی کی بات نہین ۔ تم تو نصیحت کی بات کو اس کان سُنتے اور اُس کان نکال دیتے ہو ۔ تحکم اور مردم آزاری کو عزت سمجھو ۔ تو نوکری ذریعہ عزت ہے ۔ اور پرائی تابعداری کے اعتبار سے دیکھو ۔ تو وہ ایک طرح کی غلامی ہے ۔ کتنی ہی بڑی نوکری کیون نہو ۔ آخر کسی نہ کسی کی محکومی تو اُسمین ہو ہی گی ۔ غرض نوکری کو عموماً پیشۂ معزز سمجھنا محض خیالی بات ہے ۔ عزت اور ذلت کسی پیشہ پر موقوف نہین ۔ بلکہ عزت اور ذلت کا مدار انسان کا اپنا کردار ہے ۔ اگر کوئی شخص کسی بڑی خدمت پر مامور ہے ۔ اور وہ آمدنی بھی معقول رکھتا ہے ۔ اور بڑی شان سے زندگی بسر کرتا ہے ۔ حکومت بھی ہے ۔ اختیارات بھی ہین ۔ اور سرکار مین بھی رشد و رسائی ہے ۔ اور وہ ناحق بندگان خدا کو ایذا دیتا ۔ اور اُنکے حقوق تلف کرتا ۔ اور رشوت لیتا ہے ۔ حقیقت مین وہ سب سے زیادہ ذلیل ہے ۔ نہ صرف پبلک کی نظر مین ۔ بلکہ خود اپنی نظر مین اور خدا کے نزدیک ۔ لیکن ایک غریب آدمی ۔ جو محنت مزدوری سے جائز طور پر معاش پیدا کرتا ۔ کسی سے لڑتا جھگڑتا نہین ۔ کوئی اسکا شاکی نہین ۔ ایسا شخص اصلی عزت رکھتا ۔ اور اُسکا مستحق ہے ۔

اس وقت جو اس تعمیم کے ساتھ تعلیم ہو رہی ہے ۔ اور تعلیم کو اس سے بھی زیادہ عام کرنیکی کوشش کی جا رہی ہے ۔ اچھی طرح طالب علمون کے ذہن نشین کر دینا چاہئے ۔ کہ نوکری کے خبط کو سر مین نہ آنے دین ۔ ورنہ تعلیم سے فائدے کی جگہ اُلٹا نقصان اُٹھائین گے ۔ اور ہمیشہ کے لئے اپنی زندگی ۔ اور نہ صرف اپنی زندگی ۔ بلکہ اور بہت سی زندگیان ۔ جو اُنکے ساتھ وابستہ ہین ۔ سب کو تلخ کر دینگے ۔ میرے اس بیان سے کوئی صاحب ایسا نہ سمجھین ۔ کہ مین تعلیم کی طرف سے لوگون کے دلون کو اُچاٹ کرتا ہون ۔ میرا مقصود ہرگز یہ نہین ۔ مین تو تعلیم کو ۔ اور اسی تعلیم کو جو ان دنون ہو رہی ہے ۔ ہر فرد بشر کے لئے نہایت ضروری خیال کرتا ہون ۔ کیونکہ مجکو وہ دن آتا ہوا

دکھائی دے رہا ہے۔ (اگرچہ جب تک وہ آئے آئے مین دُنیا سے رخصت ہو جاؤن گا)۔ مگر مجکو وہ دن آتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ جبکہ یہی تعلیم شرط زندگی ہونے والی ہے۔ اور زندگی سے میری مراد ہے معززا ور مطمئن زندگی +

میرا مطلب صرف اسقدر ہے۔ کہ جو لوگ تعلیم پا رہے ہین۔ اور تعلیم تو سبھی کو پانی چاہیے غرض سارے تعلیم یافتہ اگر ایک ہی پیشے پر جُھک پڑین گے۔ گو وہ پیشہ فی حدذاتہٖ کیسا ہی وسیع کیون نہ ہو۔ یہ اُسکا ضروری اور بدیہی نتیجہ ہے۔ کہ سب بھوکون مرین۔ لوگون کی ضرورتین متنوع ہین۔ اور اس سے دُنیا مین متنوع پیشے چل پڑے ہین + انسانی ضرورتون۔ اور پیشون کے تنوع سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ دنیا مین روزی کی کمی نہین۔ مگر ہم ایک پیشہ خاص کے مقید ہو کر روزی کو تنگ کر لیتے ہین + اب یہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ نوکری کے علاوہ دوسرے پیشون کے لئے تعلیم ہی کی کیا ضرورت ہے۔ جواب یہ ہے۔ کہ تعلیم سے تو کبھی کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ پیشہ بھی بے نیاز نہین ہوا۔ ہان تعلیم سینہ بسینہ ہوتی رہی ہے۔ یا نقل و تقلید سے + اس زمانے مین یہ نئی بات پیدا ہوئی ہے۔ کہ ایک ایک چیز اور ایک ایک کام علم مستقل قرار پایا ہے + مثلاً موسیقی۔ کہ ہمارے ہان سینہ بسینہ اُسکی تعلیم ہوتی ہے۔ یا نقل و تقلید سے لوگ اُسکو حاصل کرتے ہین + مگر تم نے انگریزی بینڈ بجتے دیکھے ہونگے۔ کہ اونچی اونچی میزون کا ایک حلقہ ہے۔ لوگ مزامیر لئے اُسکے گرد کھڑے ہین + ہر ایک کے آگے ایک کتاب دھری ہے۔ صدر مقام پر بینڈ ماسٹر کھڑا ہوا باجے بجوا رہا ہے + انگریزون کی ولایت مین تو یہ حال ہو گیا ہے۔ کہ درزی اور حجام اور موچی اور لوہار تک اپنا پیشہ نہین چلا سکتا۔ تاوقتیکہ اُسنے سبقاً سبقاً اپنے پیشے کی کتابی تعلیم نہ پائی ہو۔ اور یہ بات سب پر روشن ہے۔ کہ یہ ہندوستان کُل باتون مین یورپ کی تقلید کرتا چلا جا رہا ہے۔ اور تقلید کے بدون اسکو چارہ نہین + یہ تعلیم گو کسی خاص پیشے کی نہ بھی ہو۔ تاہم اس سے اتنی آگاہی تو انسان کو ضرور ہو جاتی ہے۔ کہ وہ جس کام کو اختیار کریگا۔ اُسکو کر دکھائے گا۔ اور سلیقہ کے ساتھ کر دکھائے گا +

پنڈت رتن ناتھ در سرشار

لکھنؤ مین پیدا ہوئے + ۱۴ برس کے تھے۔ جب اُنکے والد **پنڈت بیجناتھ** صاحب کا انتقال ہوا + آپ **عربی۔ فارسی** مین اچھی لیاقت رکھتے تھے۔ **انگریزی** بھی جانتے تھے + شاعری مین **اسیر** کے شاگرد تھے۔ ۱۸۷۸ء مین آپ **اودھ اخبار** کے اڈیٹر ہوئے + وہان سے علیحدگی کے بعد اپنا ایک خاص رسالہ **خمکدہ سرشار** نکالنے لگے۔ ۱۸۹۰ء مین آپ **حیدرآباد** گئے۔ ہز اکسلنسی **مہاراجہ کشن پرشاد صاحب** اُس زمانہ مین وزیر افواج تھے + **سرشار** وہین رہتے تھے ۱۹۱۲ء مین **حیدرآباد** ہی سے آپ راہی ملک بقا ہوئے + آپ فسانہ نگاری کے طرز جدید کے موجد ہین + آپکی تصانیف سے **سیر کہسار۔ جام سرشار۔ فسانہ آزاد** مشہور ہین + ان سب مین بہتر تصنیف **فسانہ آزاد** ہے۔ اسمین جس واقعہ منظر مناظر قدرت کو دکھایا ہے اسکی ہوبہو تصویر کھینچ دی ہے + واعظ۔ افیونی۔ بھٹیاری جسکی زبان لکھی ہے۔ پورا خاکہ اُتار لیا ہے + مستورات کی زبان ایسی صحیح طور سے ادا کی ہے۔ گویا بیگمات ہی کی زبان ہے + **فسانہ آزاد** لکھنؤ کے اُسوقت کی سوسائٹی کا دلچسپ مرقع ہے +

لکھنؤ کا محرم الحرام

سینون مین جگر پہ تیر غم چلتے ہین   رخسارون پہ اشک شمع سان ڈھلتے ہین
کیون تعزیہ خانون مین نہ رونق ہو زیاد   دل بھی تو چراغون کی طرح جلتے ہین

میان آزاد سیلانی آدمی سیر سپاٹے پر اُدھار کھائے ہوئے مٹرگشتی کی دُھن جو سمائی تو ریل کے انجن کی طرح چل کھڑے ہوئے۔ اور سوچے کہ چل کے محرم۔ **لکھنؤ** کا دیکھ لین۔ دیکھتے کیا ہین کہ گھر گھر شیون و شین۔ گھر گھر بکا و بین۔ گریہ و زاری۔ اشکباری۔ ہجوم غفیر مجمع کثیر + ایک جلے تن بول اُٹھے "اور کیون نہ ہو؟۔ مجالس عزا کی دھوم دھام ہے + **لکھنؤ** کا محرم الحرام ہے + **لکھنؤ** کی سوز خوانی + **لکھنؤ** کی خوش بیانی۔ **لکھنؤ** کی عزاداری۔ **لکھنؤ** کی سوگواری۔ از شام تا روم مشہور ہر مرز و بوم ہے + تعزیہ خانون مین دھوم۔ امام باڑون مین ہجوم ہے۔ اور ان سب مین **حسین آباد** مبارک کالبدر فی النجوم ہے" + انکے ساتھ انکے ایک دوست ہو لیے تھے + اُنکی بیقراری کا حال کچھ نہ پوچھیے۔ وہ **لکھنؤ** سے واقف نہ تھے + لوٹے جاتے ہین کہ شہید کربلا کا واسطہ آل مصطفیٰ کا صدقہ + ہمین **لکھنؤ** کا محرم دکھا دو۔ مگر کوئی جگہ چھوٹنے نہ پائے + ایک شخص نے ایک آہ سرد کھینچکر کہا۔

"میاں، اب وہ لکھنؤ کہاں؟ وہ لوگ کہاں؟ وہ دل کہاں؟ لکھنؤ کا محرم رنگیلے پیا جان عالم کے وقت میں دیکھتا۔ تو اپنی گو سے اوج طور بھی عش عش کر جاتا، بانکوں کی شمشیر دو پیکر جب دیکھو۔ میان سے دو انگل باہر۔ کسی نے ذرا ترچھی چتون کی، اور انھوں نے کھٹ سے سروہی کا تلا ہوا ہاتھ چھوڑا۔ بھنڈارا کھل گیا۔ ایک ایک گھنٹے میں بیس بیس خانہ جنگیوں کی خبر آتی تھی، دوکاندار جوتیاں چھوڑ چھوڑ کر سٹک جاتے تھے، وہ دھکم دھکا۔ وہ بھیڑ بھڑکا ہوتا تھا۔ کہ واہ جی واہ! انتظام کرنا خالہ جی کا گھر نہ تھا، اب کوئی چوں بھی نہیں کرتا، ادنیٰ ادنیٰ آدمی ہزاروں لٹاتا تھا، اب کوئی بھی نذر حسین نہیں نکالتا، اب انیس ہیں نہ دبیر۔ مونس ہیں نہ مشیر۔ ضمیر ہیں نہ دلگیر، ؎

افسوس جہان سے دوست کیا کیا نہ گئے   اس باغ سے کیا کیا گل رعنا نہ گئے
تھا کون سا نخل جس نے دیکھی نہ خزاں   وہ کون سے گل کھلے جو مرجھا نہ گئے

"دبیر۔ مبرور ؒ۔ کی تربت کو خدا عنبریں کریں۔ واللہ خدائے سخن تھا۔ سر منبر ع۔ جب قفل دہن کھلا، جواہر نکلے، گویا کہ زبان کلید گنجینہ ہے، ایک ہی رباعی پڑھی۔ اور سامعین چار موجۂ حیرت میں غرق ہو گئے۔ کہ اللہ اللہ یہ فصاحت۔ یہ بلاغت"۔ ؎

مداح امیر ابن امیر آتا ہے   دربار میں شاہوں کے فقیر آتا ہے
مشتاق سخن خلق چلی آتی ہے   لو مرثیہ پڑھنے کو دبیر آتا ہے

"اور انیس مرحوم کو خدا بخشے، یا اللہ العظیم، کلام کیا۔ جواہرات کے ٹکڑے۔ قند و نبات کے ریزے۔ نور کے مرثیے ہیں، ع۔ "جوہر شناس ہے تو انھیں موتیوں میں تول"، فصحائے خطۂ پاک ایران کہتے ہیں۔ کہ کجا انیس؟ کجا فردوسی؟، کجا کمر بند مرصع؟۔ کجا شال طوسی؟، بزم میں وہ ڈھنگ۔ رزم میں وہ رنگ۔ کہ ؎

مضمون انیس کا نہ چہرا اُترا   اُترا بھی تو کچھ بگڑ کے نقشہ اُترا
نقاش نے سو طرح کی خفت کھینچی   تصویر نہ کھینچ سکی تو چہرا اُترا

"لیکن ہاتھی لٹا بھی۔ تو کہاں تک۔ اب بھی اس شہر کی عزاداری ہفت اقلیم میں نہیں

ہوتی۔ آپ کہئے کہاں کی سیدھیاں ہیں۔ نجف اشرف۔ کربلا۔ کاظمین۔ میر باقر کے امام باڑے۔ چونٹیاں جہاں چلو داخل حسنات ہو۔ واللہ۔ بہشت کی یہی سیدھی راہ ہے۔"

در بار جناب مصطفےٰ کو دیکھا — ان آنکھوں سے شان کبریا کو دیکھا
فردوس میں پہونچے تو نجف میں پہونچے — جنت دیکھا جو کربلا کو دیکھا

رنگ رلیاں مناتے پیدل چلے جاتے تھے۔ راہ میں وہ بھیڑ وہ ریل پیل۔ کہ عیاذاً باللہ۔ شانے سے شانہ چھلتا تھا۔ ہوا جب بعد خرابی بسیار کہیں گذر پاے۔ تو ضیق النفس ہو جائے۔ بانکے۔ ترچھے۔ تیکھے۔ ثقات۔ مقدس۔ کس و ناکس۔ غریب و امیر۔ برنا و پیر۔ اُمڈے چلے آتے ہیں۔ جدھر دیکھو نرالی دھج۔ مومن پاک۔ مثل کعبہ سیاہ پوش۔ کوئی ماتم حسین میں برہنہ سر چلا جاتا ہے۔ کوئی حلہ پوشان بہشت کی طرح ہرا ہرا جوڑا پھڑکاتا ہے۔

یہ لیجئے!۔ آغا باقر کے امام باڑے میں کھٹ سے داخل۔ اُہو ہو ہو!۔ خدا کی قدرت مجسم نظر آتی ہے۔ واہ میاں باقر!۔ کیوں نہ ہو۔ نام کر گئے۔ چکا چوندھ کا عالم ہے۔ لیکن گلی تنگ۔ تماشائیوں کی عقل دنگ۔ سرع جائے تنگ است مردمان بسیار۔ مگر خلقت گھس پیٹھکر دیکھ ہی آتی ہے۔ تاک ٹوٹے۔ پلسر پھوٹے۔ آغا باقر کا امام باڑہ ضرور دیکھیں گے۔ وہاں سے جو طرارہ بھرا۔ تو کچّے پل پہونچے۔ دیکھتے کیا ہیں۔ کہ ایک پیر فرتوت دقیانوس کے ہمعصر بیٹھے اگلے لوگوں کو رو رہے ہیں۔ واللہ لکھنؤ کے کمہار بڑے نادرہ کار ہیں۔ ایسا بڈھا بنایا۔ کہ معلوم ہوتا ہے۔ پوپلے مُنہ سے اب بولا۔ اور اب بولا۔ وہی سن کے سے بال!۔ وہی سفید بھویں!۔ وہی چتون!۔ وہی پیشانی کی شکن!۔ وہی ہاتھوں کی جُھریاں!۔ وہی کمر خم!۔ وہی سینہ جُھکا ہوا!۔ واہ رے کاریگر!۔ تو بھی اپنے فن میں یکتا ہے!۔ اور تیرا بوڑھا تو اللہ ہی اللہ۔

وہاں سے جو چلے۔ تو داروغہ میر واجد علی صاحب مرحوم کے امام باڑہ میں آئے۔ یہاں کی سج دھج پر وہ جوبن تھا۔ کہ آفتاب اگر ایک نظر چھپ چھپا کر وہ نور دیکھ پاتا۔ تو مارے غیرت کے بحر ظلمات میں غوطے کھاتا۔ بے تکلف کرسیوں پر جا ڈٹے۔ اہلکاران سلیقہ شعار نے چکنی ڈلی۔ الایچی پیشکش کی۔ وہاں سے حسین آباد مبارک میں پہونچے۔ سبحان اللہ!۔ سبحان اللہ!۔ یہ امام باڑہ ہے۔ یا روضۂ رضوان!۔ الٰہی!۔

یہ مکان ہے۔ یا باغ جنان؟۔ ہر درو دیوار سے محمد علی شاہ فردوس آرمگاہ کا نام روشن ہے۔ امام باڑہ سجا سجایا دُلہن کا ایسا جوبن ہے + ہر جون پر ضیا سے موفور۔ تو منار نورٌ علیٰ نور + حیرت تھی۔ کہ یہ کوہ نور ہے۔ یا شعلہ طور ہے + سُرخ قندیل پہ یاقوت احمر ہیرا کھائے۔ چراغان کی قطار پہ مہتاب پروانہ ہو جائے + پھر نہر مصفّا جو نظر آئی۔ تو آنکھوں نے عجب طراوٹ پائی +

بسنت کی بہار

اللہ اللہ!۔ کیا روح افزا بہار ہے!۔ جس طرف دیکھئے زعفران زار ہے + صوفی صافی تک مرید مغبچۂ بادہ فروش ہے + بہار بسنت کا وہ جوش ہے۔ کہ ساقی تک مدہوش ہے + اور کیوں نہ ہو

حکمرانی پر ہوا میلِ سلیمانِ بہار عشق پیچاں بن گیا طغرائے فرمانِ بہار
زلفِ سنبل کو سمجھئے گوشِ گل کو جانئے نرگسِ شہلا کو کہئے چشمِ فتّانِ بہار

بہار باغ کا عالم خطِ گلزار میں مسطور ہے + صفحۂ قرطاس نورٌ علیٰ نور ہے۔ گلزار دلبستان ہیں۔ کہ جنت کے چمن + حور و غلمان ہیں۔ یا نسرین و نسترن + فردوسی آئے۔ تو گلچین ہو جائے + رضوان دیکھے۔ تو شرمائے + ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کی کھٹرن۔ باد بہاری کے جھونکے۔ سناسن۔ سبزے کی لہک۔ گل جعفری کی مہک۔ کلیوں کا چٹکنا۔ پھولوں کا مہکنا۔ شاخ گل کی کج ادائی۔ سنبل کی آشفتگی۔ گلوں کی رعنائی۔ دزدیدہ نگاہوں سے نرگس شہلا کی نظارہ بازی۔ زبان حال سے سوسن کی زبان درازی۔ شاخ گل کا مستانہ وار جھومنا۔ اشجار پُر میوہ کا زمین کو بار بار چومنا۔ سنبل کی سیر مستی۔ نرگس کی جام پرستی۔ نونہالان چمن کے ہاتھوں میں پھول کے جام جیسے رندان بے آشام منقار بلبل نغمہ خیز۔ نائے موسیقار ترانہ ریز۔ طوطی کی خوش بیانی۔ عنادل کی غزل خوانی۔ کوئل کی کوکو۔ قمری کا نعرۂ حق سرہٗ۔ سبحان اللہ!۔ سبحان اللہ! + ؎

بہار آئی ہے عالم ہے گل و نسرین و سوسن پر جوانانِ چمن نازاں ہیں اپنے اپنے جوبن پہ
عنادل جوش مسرت میں سبے پہ کی اُڑاتے ہیں غنچۂ گل سُن سُنکر زیر لب مُسکراتے ہیں +

شبنم کے قطرے ہرے ہرے پتّوں پر اسطرح نمودار ہین۔ جیسے کسی سبز پوش گلگون کے ہاتھ مین لآلی آبدار ہین۔ درخت پھولے پھلے۔ سرو سہی سانچے مین ڈھلے + نسرین و نسترن کا حسن بے عیب و داغ نرگس وگل چمنستان کے چشم و چراغ + سه

وہ بہار آئی ہوئے نغمہ سرا مرغ چمن — غیرتِ باغِ ارم آج ہے صحن گلشن
جوش ہے زمزمہ سنجی پہ ہین مرغانِ بہار — کیا تعجب ہے جو گویا ہو زبانِ سوسن
کرم ابر بہاری سے ہے سیراب زمین — خاک اُڑکر نہین ہوتی ہے غبارِ دامن
نئے مضمون ادا کرتی ہے ریزے کی زبان — کھولتا نکتۂ سربستہ ہے غنچہ کا دہن
آب شبنم سے کہان کاسۂ گل ہین لبریز — جلترنگ آج بجانے کو ہے معشوق چمن
آبشارون کا سر آئینہ بجاتی ہے صبا — تال دیتا ہے کفِ برگ سے ہر نخل چمن
کوئی افسانۂ زُہاد نہین سُنتا ہے — خس و خاشاک سے کیا صاف ہے صحن گلشن
ایسے کثرت سے جو ہو بارشِ بارانِ بہار — زاہدِ خشک کا ممکن ہے نہ ہو تر دامن

پھولوں سے لبریز گلچینوں کی جھولی ہے + باغبان کی آنکھوں مین سرسون پھولی ہے + حوض باغ آئینہ کی صورت صاف + پانی مثل بلور شفاف + روشین صاف و پاک + پٹریان بے خس و خاشاک + رنگیلے جوان نثار گلگشت مین مخمور۔ بادۂ مسرت سے چور + لکھنؤ مین ہر گلی کوچہ زعفران زار ہے + کیون نہ ہو؟ آخر بسنت کی بہار ہے + یون تو ہر سمت طبلے پر ہتاب۔ سارنگی کی چھیڑ چھاڑ۔ اور نغمہ سرائی کا انتظام ہے۔ مگر شاہ مینا صاحب کی درگاہ سب مین انتخاب زیارتگاہ خاص و عام ہے + اللہ اکبر! گرد مزار کہین نوجوانون کی وہ دھوم دھام ہے۔ کہ جسطرف دیکھئے اژدھام عام ہے + غٹ کے غٹ۔ جوق جوق چلے جاتے ہین + غول کے غول اُمڈے آتے ہین + وہ بھیڑ بھڑکا۔ وہ دھکم دھکا۔ وہ ریل پیل۔ وہ شور و شر کہ الامان! الحذر! + ایک دوسرے کو ریلتا ہے۔ دوسرا تیسرے کو ڈھکیلتا ہے + کہین قوال حقانی غزلین گاتے۔ صوفیون کو وجد مین لاتے ہین + کسی اہل دل کو حال آیا۔ کوئی آنسو بھر لایا + ہو حق کا نعرہ بلند ہے + سرود و غنا کا لطف دو چند ہے + فقط +

برات کی دھوم

ایک رئیس گردون مدار و امیر باوقار کی ایک دختر فرخندہ اختر تھی + رئیس موصوف نے اُسکو بناز و نعم پالا + جب لڑکی کچھ سیانی ہوئی۔ تو اُسکی شادی کی فکر پیدا ہوئی + بڑے بڑے نام آور رؤسائے ذوی الاقتدار کے ہان سے پیغام آنے لگے + دور دور تک اسکے حسن و جمال کی شہرت ہوئی + آخرکار ایک رئیس والاتبار جم اقتدار کے ساتھ نسبت قرار پائی + پھر کیا تھا۔ طرفین سے تیاریان ہونے لگین + اب شوق کی اسدرجہ افزایش ہے۔ کہ جی چاہتا ہے۔ سب جمع جتھا لُٹا دین + آنکھ بند کر کے خرچنے لگین + ایک نے اسّی ہزار روپیہ قرض لئے۔ دوسرے نے تعلقے کے کوڑی کئے + دونون لنگوٹی پر پھاگ کھیلنے لگے + جوڑے بنے + خدمتگارون۔ ماماؤن۔ اصیلون۔ نوکرون۔ چاکرون نے بیش بہا جوڑے پھڑکائے + خوب انعام و خلعت پائے۔ برات کے دن بڑے کروفر سے برات سجی گئی + دونون طرف خوب ٹھاٹھ تھے + ؎

الماس کے وان تھے جھاڑ فانوس یان جلوہ فروش تخت طاؤس
مہتاب سے چاندنی کا وان فرش یان چرخی سے چرخ ہین سرعرش
گلگون تھا کسی کا باد رفتار گل رنگ کسی کا تھا ہوادار
ہاتھی تھے تو مستیون کی دھت تھی گھوڑے تھے تو چابکی کی لت تھی
وہ ماہ کہ تھا سوار شبدیز تھا پا برکاب شوق مہمیز

سب سے پہلے نشان کا ہاتھی۔ شب رنگ مست + صورت دیکھے انسان ڈر جائے + اسکے بعد بڑی دور تک جلوس کی بہار۔ اور سانڈنیون کی قطار تھی + عربی۔ ترکی۔ تازی۔ ویلا۔ کیپ۔ انواع و اقسام کے رہوار بادرفتار۔ خوشخرام۔ و تیز لگام ساز دار۔ سجے سجائے۔ پرے کے پرے جمائے۔ چاندی کا گہنا پہنے۔ دُلہن کی ایسی صورت بنائے۔ چھم چھم کرتے چمکتے جاتے ہین + آرائش کے تخت بڑے صناعان چابکدست کے بنائے ہوئے لُطف جلوس دوبالا کرتے تھے + معلوم ہوتا تھا۔ گلزار ارم کے پھول پھولے ہین + سرو بنایا۔ تو نقل کو اصل کر دکھایا + چانڈو بازون کا تخت قابل دید تھا + کوئی نشے مین جھوم رہا ہے۔

کوئی نے کو چوم رہا ہے - کوئی گرمٹ تھامے غین ہے - کوئی کنارا چوستا ہے + بعینہ چانڈو خانے کی تصویر کھینچ دی + جزیرے کا پتلی کا تخت - رہس منڈل دیکھنے سے دلکو سرور حاصل ہوتا تھا + سواروں کا تخت ستم ڈھاتا تھا + سوار خاکی وردیاں پہنے کرچ لٹکائے - گھوڑے کی باگ اُٹھائے - دھا وا بولا ہی چاہتے ہیں - قدم قدم پر آتشبازی چھوٹ رہی ہے + انار آسمان کی خبر لاتے ہیں + پھلجھڑی کی تعریف میں اچھے اچھے آتش زبانوں کی زبان لال ہے + چرخی کا چکر دیکھکر عقل چرخ تھی + کامل فن آتشبازوں نے بڑی دلسوزی سے آتشبازی بنائی تھی - انار سے تختہ زمردین نظر آتا تھا + باجے والوں کی جماعت ڈہل کی دھوم - تماشائیوں کا ہجوم + گوروں کی لال لال وردیوں سے گُل لالہ کھلا تھا + تلنگوں کی کالی کالی کرتیوں سے حاسدوں کا مُنہ کالا تھا + ایک سمت سے چوبدار عصاے نقرئی لئے پگڑیاں جمائے گھوم رہے تھے - دوسری سمت خاص بردار رنگین جھنڈیاں اُٹھائے پھرتے تھے + رئیس - شریف - عمائد - لاتعد و غیر محدود تھے + جملہ سامان لُطف و مذاق موجود تھے + نوشہ حسین و مہ جبین خلعت بیش بہا زیب تن کئے بصد طنطنہ و بدبہ گلگوں خوش عنان پر سوار تھا + گھوڑا ایسا شایستہ کہ دودھ پیتا بچہ تک سوار ہو جائے + پاؤن کی مہدی نے دُلہن بنا دیا تھا +

نوشہ کے گھوڑے کے بعد کئی ہاتھی تھے + مکنا اور ایک دنتا اور دُم کٹا اور پاٹھا + اُن پر دس دس - بارہ بارہ - چودہ چودہ برس کے لڑکے سوار تھے + الغرض خوب چکر کھا کر اور سوتوں کو جگا کر برات دُلہن کے مکان سے تھوڑی ہی دور پر تھی - کہ آتشبازی سے ایک ہاتھی بھڑکا - دوسرے نے اُسکا ساتھ دیا + فیلبان لاکھ تدبیرین کرتا ہے - آنکس لگاتا ہے - مگر وہ بری وحشت میں ایک نہیں سُنتے + تیسرا ہاتھی لپکا - تو ایک بڑھیا کچل گئی + ایک منشا خہ والا پس گیا - دس دُکانیں تہ و بالا ہو گئیں - گھبراہٹ اور بدحواسی سے پندرہ بیس آدمی زخمی ہوئے + اتنے میں آرایش لٹنے لگی - ہُلڑ ہو گیا + برقندازوں کی ایک نہیں چلتی + آدھے تخت لُٹ گئے - چھ ٹوپیاں اُتر گئیں - تین لڑکوں کا زیور اُچکوں نے ہتھیا لیا - ایک کا کان کٹ گیا - چلو ناک تو بچی + مبارک ! - بارے خدا خدا کرکے دُلہن کے مکان پر برات پہونچی + ٥

در تک جو برات ادھر سے آئی | کی سب نے اُدھر سے پیشوائی
باران گلاب بارشِ گُل | ہوکر بڑھے آگے با تجمل

قلیان پیئے مشکبو دھوان دھار　　بیڑے چکھے پان کے مزیدار
جب عقد کی آنکی ساعت آئی　　دو رشتون مین اک گرہ لگائی

میان آزاد گھنٹون یہ کیفیت چپکے چپکے دیکھا کیئے۔ اور یہ سوچنے لگے۔ کہ اسقدر زر کثیر بے وجہ بلا سبب مُفت بیکار ضائع ہوا۔ اور ہزارون روپیہ غارت کیئے + اگر یہی زر خطیر امور رفاہ عام اور فائدہ انام مین صرف ہوتا۔ تو سُبحان اللہ!۔ افسوس!۔ صد افسوس!۔ کہ ہندی اس آرائش پر لٹو ہین + ہمنے کہین سُنا نہین کہ اس فضول دھوم دھام سے کسی مُلک کو فائدہ پہونچا ہو + ے

ادبار کا کھٹکا حشم و جاہ مین ہے　　بھاگو بھاگو کہ خوف اِس راہ مین ہے
جاگو جاگو یہ خواب غفلت کیسا　　دیکھو دیکھو اجل کمینگاہ مین ہے

ایسی براتین۔ یہ دھوم۔ یہ رسوم مذموم۔ درد انگیز۔ حسرت خیز ہین۔ مگر اہل ہند ان ہی کے ہاتھ بِک گئے ہین + یہ اسی کو بڑا عروج سمجھتے ہین۔ کہ تمام عمر کی آمدنی ایک برات کی نذر کر دین + دو گھڑی کی واہ واہ۔ اسکے بعد حال تباہ۔ عیاذاً باللہ!+ شادی کو غم سے مبدل کرنا کون دانائی ہے۔ لیکن حیف! صد حیف!۔ کہ ہم ان امور پر نظر نہین ڈالتے +

شمس العلماء مولنا خواجہ الطاف حسین حالی

پیدایش پانی پت ۱۸۳۷ء　　**وفات پانی پت ۱۹۱۴ء**

آپ پانی پت ضلع کرنال کے ایک معزز خاندان سے ہین۔ آپ کے بزرگ ہرات سے آئے اور پانی پت اور اُسکے ملحقات مدد معاش کے طور پر شاہی انعام مین اُنکو ملے + ۱۸۳۷ء کے قریب آپ وہین پیدا ہوئے۔ میر ممنون دہلوی کے بھتیجے سید جعفر علی سے آپنے فارسی پڑھی۔ جو اُس زمانہ کے اعلیٰ فارسی دانون مین تھے + اور حاجی محمدؐ ابراہیم حسین انصاری سے عربی کی تعلیم پائی + ۱۷ سال کی عمر سے آپ اکثر دہلی مین رہے۔ منطق۔ فلسفہ وغیرہ کی وہین تکمیل کی + عنفوان شباب ہی مین نواب مصطفےٰ خان شیفتہ رئیس جہانگیر آباد کے صاحبزادون کی تعلیم آپ کے سپرد ہوئی + اُس زمانہ مین جو کچھ کہا + نواب صاحبؒ سے اُسمین اصلاح لی + اس تعلق سے آپ کو آزردہ۔ نیر۔ رخشان۔ غالب کے خدمات مین باریابی کے اکثر موقعے ملتے رہے + کچھ عرصے کے بعد آپ غالب مرحوم کے حلقۂ تلمذ مین داخل ہوئے + غالب نے آپ کی طبیعت کا

اندازہ کر کے کہا۔ کہ اگر تم شعر نہ کہو گے تو ظلم کرو گے۔" **مرزا غالب** کی وفات پر آپنے۔ اور مرزا **قربان علی بیگ سالک** اور میر **مہدی حسین مجروح** نے مرثیئے لکھے۔ مگر جو مقبولیت آپکے مرثیئے کو حاصل ہوئی وہ کسی کو نصیب نہین ہوئی +

ابتدا مین آپکی شاعری کا بھی وہی ایشیائی شاعری کا رنگ تھا +۱۸۷۵ء کے بعد جب آپکو **پنجاب بک ڈپو لاہور** مین کتابون کی عبارت زمانہ حال کے مطابق درست کرنیکی خدمت ملی۔ اسوقت مغربی لٹریچر پر غور کرنیکا آپکو بہت اچھا موقع ملا + اُسیوقت اس راستہ کو یک قلم ترک کر کے طرز جدید اختیار کیا + **کرنل ہالرائڈ** صاحب نے **لاہور** مین ایک مجلس مشاعرہ قایم کی تھی۔ اسمین بجاے مصرع طرح کے خاص عنوان پر شعرا کو طبع آزمائی کا موقع دیا جاتا تھا + مولنٰنا نے بھی اس گلشن مین جدت طرازی کے نغمے سُنائے + چنانچہ **نشاط امید مناظرہ رحم و انصاف۔ حب وطن۔ برکھارت**۔ وغیرہ اسی بزم کی یادگار ہین +

بک ڈپو سے تعلق کے ۴ سال بعد آپ **انگلو عربک اسکول دہلی** کے مدرس ہوئے + اُسی زمانہ مین **سر آسمان جاہ** کالج کے دیکھنے کے لئے **علی گڈھ** آئے + مولنٰنا بھی موجود تھے + اُنکی باریابی ہوئی۔ اور ۷۵۔ روپیہ ماہوار علمی وظیفہ مقرر ہو گیا +۱۸۹۰ء مین جب آپ **علی گڈھ ڈپوٹیشن** کے ساتھ **حیدر آباد** گئے۔ اُسوقت نواب **سر آسمان جاہ بہادر مدار المہام** تھے + وہان آپنے کئی نظمین پڑھین۔ اُسوقت وظیفہ مین اضافہ ہو کر سو روپیہ ماہوار ملنے لگے + اسکے بعد ہی آپ بار ملازمت سے سبکدوش ہو گئے +

مولنٰنا اپنے طرز کے موجد اور نیچرل اور قومی شاعری کے مجدد۔ اور ہندوستان کے معجز بیان **سعدی** ہین + آپکا کلام صاف۔ دل آویز۔ قومی اصلاح سے بھرا ہوا ہوتا ہے + آپکی نثر کی خصوصیات یہ ہین۔ کہ الفاظ اور معنی کے خوبیون کو برابر لحاظ رکھا ہے + کلام مین کہین اہمال و اشکال نہین + لفظ البتہ بعض جگہ مشکل ہین + سلاست سر سید کے کلام مین بہت زیادہ ہے + بامحاورہ اور دلچسپ عبارت لکھنے مین پروفیسر آزاد یقینی بالا ہین۔ مگر فلسفیانہ اور مورخانہ نظر اور لٹریچر کے رموز پر جسقدر روا قفیت مولنٰنا حالی کو تھی سر سید مرحوم وہانتک نہین پہونچے +

نثر مین **حیات سعدی۔ یادگار غالب۔ حیات جاوید۔ مقدمہ شعر و شاعری** اور نظم مین **مسدس مدوجزر اسلام۔ دیوان حالی۔ شکوہ ہند** اور بہت سی مثنویان آپکی یادگار ہین +

۱۹۰۴ء مین **گورنمنٹ عالیہ** نے مولنٰنا کو **شمس العلماء** کے خطاب سے سرفراز کیا۔ جو اُنکی علمی خدمات کے اعتبار سے ہر طرح زیبا و مناسب تھا + ۳۱۔ دسمبر ۱۹۱۴ء کو داعی اجل کو لبیک کہکر اس دار فانی سے چل بسے + قومی اور نیچرل شاعری کا آفتاب غروب ہو گیا +

محاورہ اور روزمرہ

محاورہ لغت مین مطلقاً بات چیت کرنے کو کہتے ہین + خواہ وہ بات چیت اہل زبان کے روزمرہ کے موافق ہو۔ خواہ مخالف۔ لیکن اصطلاح مین خاص اہل زبان کے روزمرہ۔ بول چال۔ یا اسلوب بیان کا نام محاورہ ہے + پس ضرور ہے۔ کہ محاورہ تقریباً دو یا دو سے زیادہ الفاظ مین پایا جاے + کیونکہ مفرد الفاظ کو روزمرہ بول چال یا اسلوب بیان نہین کہا جاتا۔ بخلاف لغت کے۔ کہ اُسکا اطلاق ہمیشہ مفرد الفاظ پر یا ایسے الفاظ پر جو بمنزلہ مفرد کے ہین۔ کیا جاتا ہے + مثلاً پانچ اور سات دو لفظ ہین۔ جنپر الگ الگ لغت کا طلاق ہوسکتا ہے۔ مگر ان مین سے ہرایک کو محاورہ نہین کہا جائیگا۔ بلکہ دونون کو ملاکر جب پانسات بولین گے۔ تب محاورہ کہا جائیگا + یہ بھی ضرور ہے۔ کہ وہ ترکیب جسپر محاورہ کا اطلاق کیا جاے۔ قیاسی نہ ہو۔ بلکہ معلوم ہو۔ کہ اہل زبان اسکو اسطرح استعمال کرتے ہین + مثلاً اگر پانسات یا سات آٹھ یا آٹھ سات پر قیاس کرکے چھ آٹھ یا آٹھ چھ یا سات نو بولا جائیگا۔ تو اُسکو محاورہ نہین کہنے کے + کیونکہ اہل زبان کبھی اسطرح نہین بولتے + یا مثلاً بلاناغہ پر قیاس کرکے اُسکی جگہ بے ناغہ۔ ہر روز کی جگہ ہر دن۔ روز روز کی جگہ دن دن۔ یا آئے دن کی جگہ آئے روز بولنا + ان مین سے کسی کو محاورہ نہین کہا جائیگا۔ کیونکہ یہ الفاظ اسطرح اہل زبان کی بول چال مین کبھی نہین آتے +

کبھی محاورہ کا اطلاق خاصکر اُن افعال پر کیا جاتا ہے۔ جو کسی اسم کے ساتھ ملکر اپنے حقیقی معنون مین نہین۔ بلکہ مجازی معنون مین استعمال ہوتے ہین + جیسے اُتارنا + اسکے حقیقی معنی کسی جسم کو اوپر سے نیچے لانے کے ہین + مثلاً گھوڑے سے سوار کو اُتارنا + کھونٹی سے کپڑا اُتارنا + کوٹھے پر سے پلنگ اُتارنا + لیکن اُن مین سے کسی پر محاورہ کے یہ دوسرے معنی صادق نہین آتے۔ کیونکہ ان سب مثالون مین اُتارنا اپنے حقیقی معنون مین مستعمل ہوا ہے + ہان نقشہ اُتارنا۔ نقل اُتارنا۔ دل سے اُتارنا۔ ہاتھ اُتارنا۔ پہنچا اُتارنا۔ یہ سب محاورے کہلائینگے۔ کیونکہ ان سب مثالون مین

اُتارنے کا اطلاق مجازی معنون پر کیا گیا ہے + یا مثلاً کھانا + اسکے حقیقی معنی کسی چیز کو دانتون سے چبا کر یا بغیر چبائے حلق سے اُتارنے کے ہین۔ مثلاً روٹی کھانا۔ دوا کھانا۔ افیم کھانا وغیرہ + لیکن انہین سے کسی کو دوسرے معنی کے لحاظ سے محاورہ نہین کہا جائیگا۔ کیونکہ سب مثالون مین کھانا اپنے حقیقی معنون مین مستعمل ہوا ہے + ہان غم کھانا۔ قسم کھانا۔ دھوکا کھانا۔ پچھاڑین کھانا۔ ٹھوکر کھانا۔ یہ سب محاورہ کہلائینگے +

محاورہ کے جو معنی ہمنے اوّل بیان کئے ہین۔ وہ عام یعنی دوسرے معنون کو بھی شامل ہین لیکن دوسرے معنی پہلے معنی سے خاص ہین + پس جس ترکیب کو پہلے معنون کے لحاظ سے محاورہ کہا جائیگا۔ اسکو دوسرے معنون کے لحاظ سے بھی محاورہ کہا جا سکتا ہے + لیکن یہ ضرور نہین۔ کہ جس ترکیب کو پہلے معنون کے لحاظ سے محاورہ کہا جاے۔ اُسکو دوسرے معنون کے لحاظ سے بھی محاورہ کہا جاے + مثلاً تین پانچ کرنا (یعنی جھگڑا کرنا) + اسکو دونون معنون کے لحاظ سے محاورہ کہہ سکتے ہین۔ کیونکہ یہ ترکیب اہل زبان کے بول چال کے بھی موافق ہے۔ اور نیز اسمین تین پانچ کا لفظ اپنے حقیقی معنون مین بولا گیا ہے + لیکن روٹی کھانا۔ یا میوہ کھانا۔ یا پان سات۔ یا دس بارہ وغیرہ صرف پہلے معنون کے لحاظ سے محاورہ قرار پا سکتے ہین۔ نہ دوسرے معنون کے لحاظ سے۔ کیونکہ یہ تمام ترکیبین اہل زبان کی بول چال کے موافق تو ضرور ہین۔ مگر انمین کوئی لفظ مجازی معنون مین مستعمل نہین ہوا + آیندہ ہم ان دونون معنون مین تمیز کے لئے پہلی قسم کے محاورہ پر روزمرہ کا اور دوسری قسم پر محاورہ کا اطلاق کرینگے +

روزمرہ اور محاورہ مین من حیث الاستعمال ایک اور بھی فرق ہے + روزمرہ کی پابندی جہانتک ممکن ہو۔ تقریر و تحریر اور نظم و نثر مین ضروری سمجھی گئی ہے۔ یہانتک کہ کلام مین جسقدر کہ روزمرہ کی پابندی کم ہوگی۔ اُسیقدر فصاحت کے درجہ سے ساقط سمجھا جائیگا + مثلاً "کلکتہ سے پشاور تک سات آٹھ کوس پر ایک پختہ سرا اور ایک کوس پر مینار بنا ہوا تھا" یہ جملہ روزمرہ کے موافق نہین ہے + بلکہ اسکی جگہ یہ ہونا چاہیئے "کلکتہ سے پشاور تک سات سات آٹھ آٹھ کوس پر ایک ایک پختہ سرا اور کوس کوس بھر پر ایک ایک مینار بنا ہوا تھا" یا مثلاً "آج تک اُنسے ملنے کا موقع نہ ملا" یہان نہ ملا کی جگہ نہین ملا چاہیئے + یا وہ خاوند کے مرنے سے در گور ہوئی +

یہان زندہ در گور ہو گئی چاہیئے + یا ۵ "سو گئے جب بخت تب بیدار آنکھین ہو گئین" یہان ہو گئین کے جگہ ہوئین چاہیئے + یا ۵ "دیکھتے ہی دیکھتے یہ کیا ہوا" یہان کیا ہو گیا' چاہیئے +

الغرض نظم ہو۔ یا نثر۔ دونون مین روزمرہ کی پابندی جہانتک ممکن ہو۔ نہایت ضروری ہے + مگر محاورہ کا ایسا حال نہین ہے + محاورہ اگر عمدہ طور سے باندھا جاوے۔ تو بلا شبہ پست شعر کو بلند اور بلند کو بلند تر کر دیتا ہے + لیکن ہر شعر مین محاورہ کا باندھنا ضرور نہین۔ بلکہ ممکن ہے۔ کہ شعر بغیر محاورہ کے بھی فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ درجہ پر واقع ہو + اور ممکن ہے۔ کہ ایک پست اور ادنیٰ درجہ کے شعر مین بے تمیزی سے کوئی لطیف و پاکیزہ محاورہ رکھدیا گیا ہو + ایک مشہور شاعر کا شعر ہے

"گوہر اشک سے لبریز ہے سارا دامن آجکل دامنِ دولت ہے ہمارا دامن"

اس شعر مین کوئی محاورہ نہین باندھا گیا + باوجود اسکے شعر تعریف کے قابل ہے + دوسری جگہ یہی شاعر کہتا ہے۔

"اُسکا خط دیکھتے ہین جب صیاد طوطے ہاتھون کے اُڑا کرتے ہین"

اس شعر مین نہ کوئی خوبی ہے۔ نہ مضمون ہے + صرف ایک محاورہ بندھا ہوا ہے + اور وہ بھی روزمرہ کے خلاف۔ یعنی اُڑ جاتے ہین کی جگہ اُڑا کرتے ہین + محاورہ کو شعر مین ایسا سمجھنا چاہیئے۔ جیسے کوئی خوبصورت عضو۔ بدن انسان مین + اور روزمرہ کو ایسا جاننا چاہیئے۔ جیسے تناسب اعضا بدنِ انسان مین + جسطرح بغیر تناسب اعضا کے کسی خاص عضو کی خوبصورتی سے حسن بشری کامل نہین سمجھا جا سکتا۔ اسی طرح بغیر روزمرہ کی پابندی کے محض محاورات کے جا و بے جا رکھدینے سے شعر مین کچھ خوبی پیدا نہین ہو سکتی +

شعر کی معنوی خوبی کا اندازہ اہل زبان اور غیر اہل زبان دونون کر سکتے ہین۔ لیکن لفظی خوبیون کا اندازہ کرنا صرف اہل زبان کا حصہ ہے + اہل زبان عموماً اُس شعر کو زیادہ پسند کرتے ہین۔ جسمین روزمرہ کا لحاظ کیا گیا ہو۔ اور اگر روزمرہ کے ساتھ محاورہ کی چاشنی بھی ہو تو وہ اُنکو اور بھی زیادہ مزہ دیتی ہے + مگر عوام اور خواص کی پسند مین بہت بڑا فرق ہے + عوام +

محاورہ یا روزمرہ کے ہر شعر کو سنکر سر دُھننے لگتے ہین۔ اگرچہ شعر کا مضمون کیسا ہی مبتذل یا رکیک اور سُبک ہو۔ اور اگرچہ محاورہ کیسا ہی بے سلیقگی سے باندھا گیا ہو + اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ جن اسلوبون مین وہ ایک دوسرے سے بات چیت کرتے ہین۔ جب اُنھین اسلوبون مین وزن کی کھپاوٹ اور قافیون کا تناسب دیکھتے ہین۔ اور معمولی بات چیت کو شعر کے سانچے مین ڈھلا ہوا پاتے ہین۔ تو اُنکو ایک نوع کا تعجب اور تعجب کے ساتھ خوشی پیدا ہوتی ہے + مگر خواص کی پسند اور تعجب کے لئے صرف روزمرہ کا وزن کے سانچے مین ڈھال دینا کافی نہین ہے + اُنکے نزدیک محض تُک بندی۔ اور محض معمولی بات چیت کو موزون کر دینا کوئی تعجب خیز بات نہین ہے۔ ہان اگر وہ دیکھتے ہین۔ کہ ایک سنجیدہ مضمون معمولی روزمرہ مین کمال خوبی اور صفائی اور بے تکلفی سے ادا کیا گیا ہے۔ تو بلاشبہہ اُنکو بے انتہا تعجب اور حیرت ہوتی ہے۔ کیونکہ فن شعر مین اور خاصکر اُردو زبان مین کوئی بات اس سے زیادہ مشکل نہین ہے۔ کہ عمدہ مضمون معمولی بول چال اور روزمرہ مین پورا پورا ادا ہو جاوے + جن لوگون نے روزمرہ کی پابندی کو سب چیزون سے مقدم سمجھا ہے۔ اُنکے کلام کو بھی جب نکتہ چینی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ تو جا بجا فروگذاشتین اور کسرین نظر آتی ہین + پس جب کوئی شعر باوجود مضمون کی متانت اور سنجیدگی کے روزمرہ اور محاورہ مین بھی پورا اُتر جاوے۔ تو لامحالا اُس سے ہر صاحب ذوق کو تعجب ہوتا ہے + مثلاً میر انشاء اللہ خان اس بات کو۔ کہ افسردگی کے عالم مین خوشی اور عیش و عشرت کی چھیڑ چھاڑ سخت ناگوار گذرتی ہے۔ اسطرح بیان کرتے ہین + شعر

"نہ چھیڑ اے نکہتِ باد بہاری راہ لگ اپنی — تجھے اٹکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین"

یا مثلاً مرزا غالب اتنے بڑے مضمون کو۔ کہ "مین معشوق کے مکان پر پہونچا۔ تو اوّل خاموش کھڑا رہا۔ پاسبان نے سائل سمجھکر کچھ نہ کہا۔ جب معشوق کے دیکھنے کا حد سے زیادہ شوق ہوا۔ اور صبر کی طاقت نہ رہی۔ تو پاسبان کے قدمون پر گر پڑا + اب اُستے جانا۔ کہ اسکا مطلب کچھ اور ہے + اُس نے میرے ساتھ وہ سلوک کیا کہ ناگفتہ بہ ہے)" دو مصرعون مین اسطرح بیان کرتے ہین +

"گدا سمجھ کے وہ چپ تھا۔ مری جو شامت آئے — اُٹھا اور اُٹھ کے قدم مین نے پاسبان کے لئے"

یا مثلاً مرزا غالب کہتے ہین +

رُونے سے اور عشق مین بیباک ہوگئے   دھوئے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہوگئے

قاعدہ ہے۔ کہ جب تک انسان عشق و محبت کو چھپاتا ہے۔ اُسکو ہر ایک بات کا پاس و لحاظ رہتا ہے۔ لیکن جب راز فاش ہوجاتا ہے۔ تو پھر اُسکو کسی سے شرم اور حجاب نہین رہتا۔ اس شعر مین یہی مضمون ادا کیا گیا ہے، دھویا جانا۔ بیحیا اور بے لحاظ ہوجانے کو کہتے اور پاک آزاد۔ اور شہدے کو کہتے ہین،، رونے کے لئے دھویا جانا۔ اور دھوئے جانے کے لئے پاک ہونا۔ باوجود اتنی لفظی مناسبتون اور محاورہ کی نشست اور روزمرہ کی صفائی کے مضمون پورا پورا ادا ہوگیا ہے۔ اور کوئی بات ان نیچرل نہین ہے، یا مثلاً مومن خان کہتے ہین +

کل تم جو بزم غیر مین آنکھین چرا گئے   کھوئے گئے ہم ایسے کہ اغیار پا گئے"

آنکھین چرانا۔ اغماض و بے توجہی کرنا ہے، کھویا جانا۔ شرمندہ اور کھسیانا ہونا، پاجانا۔ سمجھ جانا۔ یا تاڑ جانا، معنی ظاہر ہین + اس شعر کا مضمون بھی بالکل نیچرل ہے۔ اور محاورات کی نشست اور روزمرہ کی صفائی قابل تعریف ہے، اگرچہ اسکا ماخذ مرزا غالب کا یہ شعر ہے +

"گرچہ ہے طرز تغافل پردہ دار راز عشق   پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہین کہ وہ پا جائے ہے"

مگر مومن کا بیان زیادہ صفائی سے بندھا ہے +

الغرض روزمرہ کی پابندی تمام اصناف سخن مین عموماً۔ اور غزل مین خصوصاً جہانتک ہوسکے نہایت ضروری چیز ہے۔ اور محاورہ بھی بشرطیکہ سلیقہ سے باندھا جائے۔ شعر کا زیور ہے۔

نیچرل شاعری

نیچرل شاعری سے وہ شاعری مراد ہے۔ جو لفظاً و معنیً دونون حیثیتون سے نیچر یعنی فطرت یا عادت کے موافق ہو، لفظاً نیچر کے موافق ہونے سے یہ غرض ہے۔ کہ شعر کے الفاظ اور اُنکی ترکیب و بندش تا بمقدور اُس زبان کی معمولی بول چال کے موافق ہو۔ جسمین وہ شعر

کہا گیا ہے۔ کیونکہ ہر زبان کی معمولی بول چال اور روزمرہ اُس ملک والون کے حق مین جہان وہ زبان بولی جاتی ہے نیچر یا سکنڈ نیچر کا حکم رکھتے ہین۔ پس شعر کا بیان جسقدر کہ بے ضرورت معمولی بول چال اور روزمرہ سے بعید ہوگا۔ اُسیقدر اَن نیچرل سمجھا جائیگا۔ معنیٰ نیچر کے موافق ہونے سے یہ مطلب ہے۔ کہ شعر مین ایسی باتین بیان کیجائین جیسی کہ ہمیشہ دُنیا مین ہوا کرتی ہین یا ہونی چاہئین پس جس شعر کا مضمون اسکے خلاف ہوگا۔ وہ اَن نیچرل سمجھا جائیگا۔ مثلاً میرحسن دہلوی کے یہ اشعار۔

"کوئی رکھ کے زیرِ زنخدان چھڑی　　　رہی نرگس آسا کھڑی کی کھڑی
رہی کوئی اُنگلی کو دانتون مین داب　　　کسی نے کہا گھر ہوا یہ خراب"

ان دونون شعرون کو نیچرل کہا جائیگا۔ کیونکہ بیان بھی بول چال کے موافق ہے اور مضمون بھی ایسا ہے کہ جس موقع پر وہ لایا گیا ہے وہان ہمیشہ ایسا ہی واقع ہوا کرتا ہے۔ یا مثلاً ذوق کا یہ شعر ہے۔

"رہتا ہے اپنا عشق مین یون دل سے مشورہ　　　جس طرح آشنا سے کرے آشنا صلاح"

اس شعر کو بھی نیچرل کہا جائیگا۔ کیونکہ عشق مین اور ہر ایک مشکل کے وقت انسان اپنے دل سے اسی طرح مشورہ کیا کرتا ہے۔ یا مثلاً ظفر کا یہ شعر ہے۔

"تیرے رخسار و گیسو کو بتا تشبیہ دون کیونکر　　　نہ ہے لالہ مین رنگ ایسا نہ ہے سنبل مین بو ایسی"

اس شعر کو بھی نیچرل کہا جائیگا۔ کیونکہ عاشق کو فی الواقع کوئی رنگ اور کوئی بو معشوق کے رنگ و بو سے بہتر۔ یا اُسکے برابر نہین معلوم ہوتی۔ یا مثلاً مومن خان کا یہ شعر ہے۔

"تم مرے پاس ہوتے ہو گویا　　　جب کوئی دوسرا نہین ہوتا"

یہ بھی نیچرل شعر سمجھا جائیگا۔ کیونکہ جس سے تعلق خاطر بڑھ جاتا ہے۔ اُسکا تصور تنہائی مین ہمیشہ پیشِ نظر رہتا ہے۔ یا مثلاً داغ کے یہ اشعار ہین۔

"طبیعت کوئی دن مین بھر جائے گی　　　چڑھی ہے یہ آندھی اُتر جائے گی
رہین گی دمِ مرگ تک خواہشین　　　یہ نیت کوئی آج بھر جائے گی"

ان دونون شعرون کا مضمون گو ایک دوسرے کے ضد معلوم ہوتا ہے۔ مگر دونون اپنی اپنی جگہ نیچر کے مطابق ہین۔ فی الواقع ہوا و ہوس کا بھوت بڑی زور شور کے ساتھ سر پر چڑھتا ہے۔ مگر بہت جلد اُتر جاتا ہے۔ اور فی الواقع دُنیا کی خواہشون سے کبھی نیت سیر نہین ہوتی۔ یا مثلاً غالب کا یہ شعر ہے۔

"رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج   مشکلین اتنی پڑین مجھپر کہ آسان ہوگئین"

یہ شعر بھی نیچرل ہے۔ اور فطرت انسان کے کسی قدر گہری اور پوشیدہ خاصیت کا پتا دیتا ہے۔ جسکے بیان کرنے کے بعد کوئی شخص اُس سے انکار نہین کرسکتا۔

اوپر کے تمام اشعار جیساکہ ظاہر ہے۔ ایسے ہین جنکو لفظاً اور معنیً دونون حیثیتون سے نیچرل کہنا چاہئے۔ اب ہم چند مثالین ایسی دیتے ہین جنکو لفظاً یا معنیً یا دونون حیثیتون سے نیچرل نہین کہا جاسکتا۔ مثلاً ناسخ کا یہ شعر ہے۔

"کبھی ہے دھیان عارض کا کبھی یاد مژہ دلکو   کبھی ہین خار پہلو مین کبھی گلزار پہلو مین"

اس شعر کو صرف لفظاً نیچرل کہا جاسکتا ہے۔ لیکن معنیً نہین کہا جاسکتا۔ معشوق کے تصور سے بلاشبہ عاشق کو فرحت ہوسکتی ہے۔ اور رنج بھی۔ لیکن جب فرحت ہو۔ تو عارض اور مژگان دونون کی تصور سے فرحت ہونی چاہئے۔ اور جب رنج ہو۔ تو دونون کے تصور سے رنج ہونا چاہئے۔ یہ نہین ہوسکتا۔ کہ پلکین جو خار سے مشابہ ہین۔ اُنکے تصور سے پہلو مین خار ہون۔ اور عارض جو گل سے مشابہ ہے۔ اُسکے تصور سے پہلو مین گلزار ہو۔ یا مثلاً غالب کا یہ شعر ہے۔

"عرض کیجئے جوہر اندیشہ کی گرمی کہان   کچھ خیال آیا تھا وحشت کا کہ صحرا جل گیا"

جوہر اندیشہ مین کیسی ہی گرمی ہو۔ یہ کسی طرح ممکن نہین۔ کہ اُس مین صحرا نوردی کا خیال آنے سے خود صحرا جل اُٹھے۔ یا مثلاً امیر مینائی کا یہ شعر ہے۔

"گیا نزاکت ہے جو توڑے شاخ گل سے کوئی پھول   آتش گل سے پڑے چھالے تمہارے ہاتھ مین"

نزاکت کسی درجہ کی کیون نہ ہو۔ یہ ممکن نہین کہ آتش گل یعنی خود گل کے چھونے سے

ہاتھ مین چھالے پڑ جائین - یا مثلاً ذوق کا یہ شعر ہے -

"دفن ہے جس جا پہ کشتہ سرد مہری کا ترے بیشتر ہوتا ہے پیدا وہان شجر کافور کا"

سرد مہری مین اتنی ٹھنڈک ہو سکتی ہے - جتنی کہ لفظ سرد مین + پھر اسکے کشتہ کی خاک مین اتنا اثر ہونا کہ اُس سے شجر کافور پیدا ہو - محض الفاظ ہی الفاظ ہین - جنمین معنی کا بالکل نشان نہین +

ہر زبان مین نیچرل شاعری ہمیشہ قدما کے حصہ مین رہی ہے - مگر قدما کے اول طبقہ مین شاعری کو قبولیت کا درجہ حاصل نہین ہوتا + انھین کا دوسرا طبقہ اُسکو سڈول بناتا ہے - اور سانچے مین ڈھال کر اُسکو خوشنما اور دلربا صورت مین ظاہر کرتا ہے + مگر اُسکی نیچرل حالت کو اُس خوشنمائی اور دلربائی مین بھی بدستور قایم رکھتا ہے + انکے بعد متاخرین کا دورہ شروع ہوتا ہے + اگر یہ لوگ قدما کی تقلید سے قدم باہر نہین رکھتے - اور خیالات کے اسی دائرہ مین محدود رہتے ہین جو قدما نے ظاہر کئے تھے - اور نیچر کے اُس منظر سے جو قدما کے پیش نظر تھا - آنکھ اُٹھا کر دوسرے طرف نہین دیکھتے - تو انکی شاعری رفتہ رفتہ نیچرل حالت سے تنزل کرتی ہے - یہانتک کہ وہ نیچر کی راہ راست سے بہت دور جا پڑتے ہین + اسکی مثال ایسی سمجھنی چاہئے - کہ ایک باورچی نے ایسے مقام پر جہان لوگ سالم - کچے اور اَلونے ماش یا مونگ پانی مین بھیگے ہوئے کھاتے تھے - اُنھین پانی مین اُبال کر اور نمک ڈال کر لوگون کو کھلایا - اُنھون نے اپنی معمولی غذا سے اُسی کو بہت غنیمت سمجھا + دوسرے باورچی نے ماش یا مونگ دلوا کر اور دال کو دھو کر مناسب مصالح اور گھی ڈال کر کھانا تیار کیا + اب تیسرے باورچی کو اگر وہ دال ہی کے پکانے مین اپنی اُستادی ظاہر کرنی چاہتا ہے - اسکے سوا اور کوئی موقع تنوع پیدا کرنیکا باقی نہین رہا - کہ وہ مقدار مناسب سے زیادہ مرچین اور کھٹائی اور گھی ڈالکر لوگون کو اپنی چٹ پٹی ہانڈی پر فریفتہ کرے +

اسی مطلب کو ہم دوسری طرح پر دلنشین کرنے مین کوشش کرتے ہین + فرض کرو کہ فارسی زبان مین جیسے اُردو شاعری کی بنیاد رکھی گئی ہے - جن لوگون نے اوّل غزل لکھی ہوگی - ضرور ہے کہ اُنھون نے عشق و محبت کے اسباب اور دواعی محض نیچرل اور سیدھے سادے طور پر معشوق کی صورت - حُسن و جمال - نگاہ اور ناز و انداز وغیرہ کو قرار دیا ہوگا + انکے بعد لوگون نے

انھین باتون کو مجازاً اور استعارہ کے پیرایہ مین بیان کیا۔ مثلاً نگاہ و ابرو یا غمزہ و ناز و ادا کو مجازاً تیغ و شمشیر کے ساتھ تعبیر کیا۔ اور اس جدت و تازگی سے وہ مضمون زیادہ لطیف و بامزہ ہوگیا۔ متاخرین جب اسی مضمون پر پل پڑے۔ اور اُنکو قدما کے استعارے سے بہتر کوئی اور استعارہ ہاتھ نہ آیا۔ اور جدت پیدا کرنے کا خیال دامنگیر ہوا۔ انھون نے تیغ و شمشیر کے مجازی معنون سے قطع نظر کی۔ اور اُس سے خاص سروہی یا اصیل تلوار مراد لینے لگے۔ جو قبضہ یا باڑھ پھیلا۔ آب اور تاب اور ڈاب سب کچھ رکھتی ہے۔ میان مین رہتی ہے۔ گلے مین حمائل کیجاتی ہے۔ زخمی کرتی ہے۔ ٹکڑے اُڑاتی ہے۔ سر اُتارتی ہے۔ خون بہاتی ہے۔ جو رنگ کاٹتی ہے۔ اُسکی دھار تیز بھی ہوسکتی ہے۔ اور کُند بھی۔ قاتل کا ہاتھ اُسکے مارنے سے تھک سکتا ہے۔ وہ قاتل کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر سکتی ہے۔ اسکے مقتول کا مقدمہ عدالت مین دائر ہوسکتا ہے۔ اُس کا قصاص لیا جاسکتا ہے۔ اُسکے وارثون کو خون بہا دیا جاسکتا ہے۔ غرض کہ جو خواص ایک لوہے کی اصلی تلوار مین ہوسکتے ہین۔ وہ سب اُسکے لئے ثابت کرنے لگے۔

یا مثلاً اگلون نے کسی پر عاشق ہوجانے کو مجازاً دل دادن یا دل باختن یا دل فروختن سے تعبیر کیا تھا۔ رفتہ رفتہ متاخرین نے دل کو ایک ایسی چیز قرار دے لیا۔ جو کہ مثل ایک جواہر یا ایک پھل کے ہاتھ سے چھینا جاسکتا ہے۔ واپس لیا جاسکتا ہے۔ کھویا اور پایا جاسکتا ہے۔ کبھی اسکی قیمت پر تکرار ہوتی ہے۔ سودا بنتا ہے تو دیا جاتا ہے۔ ورنہ نہین دیا جاتا۔ کبھی اسکو معشوق عاشق سے لیکر کسی طاق مین ڈالکر بھول جاتا ہے۔ اتفاقاً وہ عاشق کے ہاتھ لگ جاتا ہے۔ اور وہ آنکھ بچا کر وہان سے اُڑا لاتا ہے۔ پھر معشوق کے ہان اُسکی ڈھنڈیا پڑتی ہے۔ اور عاشق اُسکی رسید نہین دیتا۔ کبھی وہ یارون کے جلسہ مین آنکھون ہی آنکھون مین غائب ہوجاتا ہے۔ سارا گھر چھان مارتے ہین۔ کہین پتہ نہین لگتا۔ اتفاقاً معشوق جو بالون مین کنگھی کرتا ہے تو وہ جون کی طرح چھڑ پڑتا ہے۔ کبھی وہ ایسا تلپٹ ہوجاتا ہے۔ کہ زلف یار کی ایک ایک شکن اور ایک ایک لٹ مین اُسکی تلاش کیجاتی ہے۔ مگر کہین کچھ سراغ نہین

ملتا + کبھی وہ بیع بالخیار کے قاعدے سے یار کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا جاتا ہے۔ کہ پسند آئے تو رکھنا ورنہ پھیر دینا۔ اور کبھی اُسکا نیلام بول دیا جاتا ہے کہ جو زیادہ دام لگائے۔ وہی لیجائے +

یا مثلاً اگلون نے معشوق کو اسلئے کہ وہ گویا لوگون کے دل شکار کرتا ہے۔ مجازاً صیاد باندھا تھا۔ پچھلون نے رفتہ رفتہ اسپر تمام احکام حقیقی صیاد کے مترتب کر دیئے + اب وہ کہین جال لگاکر چڑیان پکڑتا ہے + کہین اسکو تیر مار کر گراتا ہے + کہین اُنکو زندہ پنجرے مین بند کرتا ہے + کہین اُنکے پر نوچتا ہے + کہین اُنکو ذبح کرکے زمین پر تڑپاتا ہے + جب کبھی وہ تیر کمان لگاکر جنگل کی طرف جا نکلتا ہے۔ تمام جنگل کے پنچھی اور پکھیرو اُس سے پناہ مانگتے ہین + سیکڑون پرندون کے کباب لگاکر کھا گیا + بیسیون پنجرے قمریون اور کبوترون اور لوُون اور بٹیرون کے اُسکے دروازے پر ٹنگے رہتے ہین + سارے چڑی مار اُسکے آگے کان پکڑتے ہین +

یا مثلاً اگلون نے عشق الٰہی یا محبت روحانی کو جو ایک انسان کو دوسرے انسان کے ساتھ ہوسکتی ہے۔ مجازاً شراب کے نشہ سے تعبیر کیا تھا۔ اور اس مناسبت سے جام و صراحی۔ خم و پیمانہ۔ ساقی و مے فروش وغیرہ کے الفاظ بطور استعارہ کے استعمال کئے تھے + یا محض شعرائے متصوفین نے شراب کو اسوجہ سے کہ وہ اس دار الغرور کے تعلقات سے تھوڑی دیر کو فارغ البال کرنے والی ہے۔ بطور تفاول کے موصل الی المطلوب قرار دیا تھا۔ رفتہ رفتہ وہ اور اُسکے تمام لوازمات اپنے حقیقی معنون مین استعمال ہونے لگے۔ یہانتک کہ مشاعرہ بلا مبالغہ کلال کی دُکان بنگئی + ایک کہتا ہے لا + دوسرا کہتا ہے اور لا + تیسرا کہتا ہے۔ پیالہ نہین تو اوک ہی سے پلا + کچھ بہک رہے ہین + کچھ پکار رہے ہین + کوئی وعظ پر پھبتی کہتا ہے + کوئی زاہد کی ڈاڑھی پر ہاتھ لپکاتا ہے + کوئی شیخ کی پگڑی اُچھالتا ہے + جوان اور بوڑھے۔ جاہل اور عالم۔ رند اور پارسا۔ سب ایک رنگ مین رنگے ہوئے ہین + جو ہے۔ نشہ کے خمار مین انگڑائیان لے رہا ہے + جدھر دیکھو۔ العطش العطش کی پکار ہے +

اسی طرح متاخرین نے ہر مضمون کو جو قدما نیچرل طور پر باندھ گئے تھے نیچر کی سرحد سے

ایک دوسرے عالم مین پہونچا دیا + معشوق کے دہن کو تنگ کرتے کرتے صفحۂ روزگار سے یک قلم مٹا دیا + کمر کو پتلی کرتے کرتے بالکل معدوم کر دیا + زلف کو دراز کرتے کرتے عمر خضر سے بڑھا دیا + رشک کو بڑھاتے بڑھاتے خدا سے بھی بدگمان بن گئے + جدائی کی رات کو طول دیتے دیتے ابد سے جا بھڑایا + الغرض جب پچھلے انھین مضامین کو جو گلے باندھ گئے ہین - اوڑھنا و بچھونا بنا لیتے ہین - تو اُنکو مجبوراً نیچرل شاعری سے دست بردار ہونا پڑتا ہے +

اس سے ہرگز یہ نہ سمجھنا چاہئے - کہ متاخرین کی شاعری ہمیشہ اَن نیچرل ہوتی ہے نہین - بلکہ ممکن ہے - کہ متاخرین مین کچھ ایسے لوگ بھی ہون - جو قدما کی جولانگاہ کے علاوہ ایک دوسرے میدان مین طبع آزمائی کرین - یا اُسی جولانگاہ کو کسی قدر وسعت دین - یا زبان مین بہ نسبت متقدمین کے زیادہ گھلاوٹ اور لوچ اور وسعت اور صفائی پیدا کر سکین ، چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ لکھنؤ مین میر انیس نے مرثیہ کو بے انتہا ترقی دی ہے - اور نواب مرزا شوق نے مثنوی کو زبان اور بیان کے لحاظ سے بہت صاف کیا ہے + اسی طرح دلی مین ذوق - ظفر - اور خاصکر داغ نے غزل کی زبان مین نہایت وسعت و صفائی اور بانکپن پیدا کر دیا ہے +

مرزا اسد اللہ خان غالب کی اُردو نثر پر ریوو

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا ۱۸۵۰ء تک ہمیشہ فارسی مین خط و کتابت کرتے تھے - مگر سنہ مذکور مین جبکہ وہ تاریخ نویسی کی خدمت پر مامور کئے گئے - اور ہمہ تن مہر نیمروز کے لکھنے مین مصروف ہو گئے - اُسوقت بضرورت اُنکو اُردو مین خط و کتابت کرنی پڑی ہوگی + وہ فارسی نثر مین اور اکثر فارسی خطوط - جنمین قوت متخیلہ کا عمل اور شاعری کا عنصر نظم سے بھی کسی قدر غالب معلوم ہوتا ہے - نہایت کاوش سے لکھتے تھے + پس جب اُنکی ہمت مہر نیمروز کی ترتیب و انشا مین مصروف تھی - ضرور ہے - کہ اُسوقت اُنکو فارسی زبان مین خط و کتابت کرنی اور وہ بھی اپنی طرز خاص مین شاق معلوم ہوئی ہوگی - اسلئے قیاس چاہتا ہے - کہ اُنھون نے غالباً ۵۰ء

کے بعد سے اُردو زبان مین خط لکھنے شروع کئے ہین + چنانچہ وہ ایک خط مین لکھتے ہین کہ "فارسی زبان مین خطون کا لکھنا پہلے سے متروک ہے + پیرانہ سری اور ضعف کے صدمون سے محنت پژوہی اور جگر کاوی کی قوت مجھ مین نہین رہی + حرارت غریزی کو زوال ہے - اور یہ حال ہے -

مضمحل ہوگئے قویٰ غالب اب عناصر مین اعتدال کہان"

غالباً اُردو زبان مین تحریر اختیار کرنے کو مرزا نے اوّل اوّل اپنی شان کے خلاف سمجھا ہوگا - مگر بعض اوقات انسان اپنے جس کام کو حقیر اور کم وزن خیال کرتا ہے - وہی اسکے شہرت اور قبولیت کا باعث ہوجاتا ہے + جہانتک دیکھا جاتا ہے - مرزا کی عام شہرت ہندوستان مین جسقدر اُنکی اُردو نثر کی اشاعت سے ہوئی ہے - ویسی نظم اُردو اور نظم فارسی اور نثر فارسی سے نہین ہوئی + اگرچہ لوگ عموماً مرزا کو فارسی کا بہت بڑا شاعر جانتے تھے - اور اُنکے اُردو زبان کو بھی ایک عالی رتبہ کلام عام افہام سے بالاتر سمجھتے تھے - مگر لوگون کا ایسا خیال کرنا محض تقلیداً تھا نہ تحقیقاً + وہ خود اپنے ایک مرتبہ دان اور پایہ شناس دوست کو خط مین لکھتے ہین "میرے فارسی قصیدے کہ جنپر مجکو ناز ہے - کوئی اُنکا لطف نہین اُٹھاتا - مگر بطریق اذعان - کہ یہ شخص فارسی خوب کہتا ہے + دادسخن کہان ؟ - اور ادراک پایہ معنی کہان ؟ + مہر نیمروز کے پانسات جزو - جو آپکے پاس بھیجے ہین - میری خاطر نہ کیجئے - انصاف سے کہئے - کہ یہ نثر کہین اور ہے - اور پھر اُس نثر کا کوئی مشتاق نہ ہو" +

اگرچہ مرزا کی اُردو نثر کی قدر بھی جیسی کہ چاہئے - ویسی نہین ہوئی + چنانچہ بعض اوقات تحریرون مین دیکھا گیا - کہ اُردوے معلیٰ اور بوستان خیال کی عبارت کو ایک مرتبے مین رکھا گیا ہے - لیکن پھر بھی مرزا کی اُردو نثر کے قدردان بہ نسبت ناقدردانون کے ملک مین بہت زیادہ نکلین گے +

مرزا کی اُردو نثر مین زیادہ تر خطوط و رقعات ہین + چند تقریظین اور دیباچے ہین - اور تین مختصر رسالے ہین - جو برہان قاطع کے طرفدارون کے جواب مین لکھے ہین + لطائف غیبی تیغ تیز اور نامہ غالب اسکے سوا چند اجزا ایک ناتمام قصے کے بھی ہین - جو مرزا نے مرنے سے

چند روز پہلے لکھنا شروع کیا تھا + انمین سب سے زیادہ دلچسپ اور لطف انگیز اُنکے خطوط ہین ۔ جنمین سے زیادہ تر اُردوے معلیٰ مین اور اُس سے کم عود ہندی مین جمع کرکے چھپوائے گئے ہین +

مرزا کی اُردو خط وکتابت کا طریقہ فی الواقع سب سے نرالا ہے + نہ مرزا سے پہلے کسی نے خط کتابت مین یہ رنگ اختیار کیا ۔ اور نہ اُنکے بعد کسی سے اُسکی پوری پوری تقلید ہو سکی + اُنھون نے القاب وآداب کا پُرانا اور فرسودہ طریقہ اور بہت سی باتین ۔ جنکو مترسلین نے لوازم نامہ نگاری مین سے قرار دے رکھا تھا ۔ مگر درحقیقت فضول اور دور از کار تھین ۔ سب اُڑا دین ۔ وہ خط کو کبھی میان ۔ کبھی برخوردار ۔ کبھی بھائی صاحب ۔ کبھی مہاراج ۔ کبھی کسی اور مناسب لفظ سے آغاز کرتے ہین ۔ اُسکے بعد مطلب لکھتے ہین ۔ اور اکثر بغیر اس قسم کے الفاظ کے سرے ہی سے مدعا لکھنا شروع کر دیتے ہین +

ادائے مطلب کا طریقہ بالکل ایسا ہے ۔ جیسے دو آدمی بالمشافہ بات چیت یا سوال وجواب کرتے ہین ۔ مثلاً اُنکو یہ لکھنا تھا ۔ کہ محمد علی بیگ میرے کوٹھے کے نیچے سے گذرا + مین نے پوچھا + کہ لوہارو کی سواریان روانہ ہو گئین ؟ + اُسنے کہا ابھی نہین ہوئین ۔ مین نے پوچھا ۔ کیا آج نہ جائینگی ؟ + اُسنے کہا آج ضرور جائینگی + تیاری ہو رہی ہے + اس مطلب کو اُنھون نے اسطرح ادا کیا ہے ۔

"محمد علی بیگ ادھر سے نکلا" بھئی محمد علی بیگ ! لوہارو کی سواریان روانہ ہو گئین ؟" ۔ حضرت ! ابھی نہین" ۔ کیا آج نہ جائینگی ؟" "آج ضرور جائینگی ۔ تیاری ہو رہی ہے" +

میر مہدی مجروح کو خط لکھا ہے + اسمین لکھنا یہ ہے کہ میرن صاحب آئے ۔ اور اُنسے یہ یہ باتین ہوئین + مگر وہ اسطرح نہین لکھتے بلکہ اُسکو اسطرح شروع کرتے ہین +

"اُسے میرن صاحب !" السلام علیکم" حضرات !" آداب" ۔ "کہو صاحب ! آج اجازت ہے ۔ میر مہدی کے خط کا جواب لکھنے کی" + "حضور ! مین کیا منع کرتا ہون ؟ مگر مین اپنے ہر خط مین آپکی طرف سے دعا لکھدیتا ہون ۔ پھر آپ کیون تکلیف کرین" ۔ "نہین میرن صاحب ۔ اُسکے خط کو آئے ہوئے بہت دن ہوئے ہین ۔ وہ خفا ہوا ہو گا ۔ جواب لکھنا ضرور ہے" ۔ حضرت ! ۔ وہ آپکے فرزند ہین ۔ آپ سے خفا کیا ہونگے" ۔ "بھائی آخر کوئی وجہ تو بتلاؤ ۔ کہ تم مجھے خط لکھنے سے کیون

باز رکھتے ہو"۔ سُبحان اللہ!۔ اے لو حضرت!۔ آپ تو خط نہین لکھتے اور مجھ سے فرماتے ہین کہ تو باز رکھتا ہے"۔ اچھا تم باز نہین رکھتے۔ مگر یہ کہو۔ کہ تم کیون نہین چاہتے۔ کہ مین میر مہدی کو خط لکھون"۔ کیا عرض کرون۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ جب آپکا خط جاتا۔ اور وہ پڑھا جاتا۔ تو مین سُنتا۔ اور خط اُٹھاتا + اب جو مین وہان نہین ہون۔ تو نہین چاہتا۔ کہ آپکا خط جاے + مین اب پنجشنبہ کو روانہ ہوتا ہون + میری روانگی کے تین دن بعد آپ خط شوق سے لکھئے گا"۔ "میان!۔ بیٹھو + ہوش کی خبر لو!+ تمہارے جانے نہ جانے سے مجھے کیا علاقہ؟ + مین بوڑھا آدمی۔ بھولا آدمی۔ تمہاری باتون مین آگیا + اور آجتک اُسے خط نہین لکھا + لاحول ولا قوۃ"۔ اس کے بعد میر مہدی سے مخاطب ہوکر اصل مطلب لکھتے ہین +

بعض جگہ مکتوب الیہ کو خطاب کرتے کرتے اُسکو غائب فرض کر لیتے ہین۔ یہانتک کہ جو لوگ مرزا کے انداز بیان سے واقف نہین۔ وہ اُسکو مکتوب الیہ کا غیر سمجھ لیتے ہین۔ مثلاً میر مہدی کو لکھتے ہین۔ میر مہدی! جیتے رہو + آفرین!۔ صد ہزار آفرین!۔ اُردو عبارت لکھنے کا کیا اچھا ڈھنگ پیدا کیا ہے۔ کہ مجکو رشک آنے لگا ہے + سُنو۔ دلی کے تمام مال و متاع وزر و گوہر کی لوٹ پنجاب احاطے مین گئی ہے + یہ طرز عبارت خاص میری دولت تھی۔ سو ایک ظالم پانی پت انصاریون کے محلے کا رہنے والا لوٹ لے گیا۔ مگر مین نے اُسکو بحل کیا + اللہ برکت دے +

ظاہر ہے۔ کہ اس عبارت مین ایک ظالم سے مراد خود میر مہدی مجروح ہین۔ کیونکہ غدر کے بعد وہ پانی پت کے محلہ مذکور مین کئی سال مقیم رہے تھے + مگر جو لوگ مرزا کی اٹکیلی چالون سے ناواقف ہین۔ وہ غلطی سے اُسکے دوسرے معنی سمجھ جاتے ہین + اکثر لوگون کو اس خیال سے کہ راقم بھی پانی پت انصاری محلے کا رہنے والا ہے۔ ان الفاظ سے یہ دھوکا ہوا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے میری نسبت لکھا ہے۔ اور لطف یہ ہے۔ کہ مین نے جسقدر اُنکو سمجھایا۔ کہ یہ خود میر مہدی ہی کی نسبت لکھا ہے۔ میری نسبت نہین لکھا۔ اُسیقدر اُنکو

اس بات کا زیادہ خیال ہوا۔ کہ مین ازراہ کسرنفسی کے ایسا کہتا ہون +

مغربی طریقے پر جو قصے لکھے جاتے ہین۔ اُن مین اکثر اس قسم کے سوال وجواب ہوتے ہین۔ جیسے کہ مرزا کی تحریرون مین ہم اوپر دکھا چکے ہین۔ مگر وہان پر سوال وجواب کے سرے پر سائل اور مجیب کا نام یا اُنکے نامون کی کوئی علامت لکھدیجاتی ہے۔ ورنہ یہ نہین معلوم ہوسکتا کہ سوال کہان ختم ہوا۔ اور جواب کہان سے شروع ہوا + مرزا ایسے موقع پر سائل ومجیب کا نام نہین لیتے۔ اور نہ اُنکے نام کی علامت لکھتے ہین۔ مگر سوال جواب کے ضمن مین ایک ایسا لفظ لے آتے ہین۔ جس سے صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ سوال کیا ہے۔ جواب کیا + شاید قصے یا نوول مین یہ بات نہ چل سکے۔ مگر خطوط مین تو مرزا نے یہ راہ بالکل صاف کردی ہے +

مرزا کی طرز تحریر کی جو خصوصیتین اوپر مذکور ہوئین۔ یہ کوئی ایسی چیز نہین ہے۔ کہ اور لوگ اُسکی پیروی نہ کرسکین۔ مگر وہ چیز جس نے اُنکے مکاتبات کو نوول اور ڈراما سے زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے۔ وہ شوخی تحریر ہے۔ جو اکتساب یا مشق ومہارت یا پیروی وتقلید سے حاصل نہین ہوسکتی ہم دیکھتے ہین۔ کہ بعض لوگون نے خط وکتابت مین مرزا کی روش پر چلنے کا ارادہ کیا ہے۔ اور اپنے مکاتبات کی بنیاد بذلہ سنجی اور ظرافت پر رکھنی چاہی ہے۔ مگر اُنکی اور مرزا کی تحریرون مین وہی فرق پایا جاتا ہے۔ جو اصل اور نقل یا روپ اور بہروپ مین ہوتا ہے۔ مرزا کی طبیعت مین شوخی ایسی بھری ہوئی تھی۔ جیسی ستار کے تار مین سُر بھرے ہوئے ہوتے ہین۔ اور قوت متخیلہ جو شاعری اور ظرافت کی خلاق ہے۔ اُسکو مرزا کی دماغ کے ساتھ وہی نسبت تھی۔ جو قوت پرواز کو طائر کے ساتھ + اگرچہ مرزا کے بعد نثر اُردو مین بے انتہا وسعت اور ترقی ہوئی ہے + علمی۔ اخلاقی۔ پولٹیکل۔ سوشل۔ اور ریجس مضامین کے لوگون نے دریا بہا دیے ہین + بائیوگرافی اور نوول مین بھی متعدد کتابین نہایت ممتاز لکھی گئی ہین + باوجود اسکے مرزا کی تحریر خط کتابت کے محدود دائرے مین بلحاظ دلچسپی اور لطف بیان کے اب بھی اپنا نظیر نہین رکھتی +

معلوم ہوتا ہے۔ کہ مرزا خط لکھتے وقت ہمیشہ اس بات کو نصب العین رکھتے تھے۔ کہ

خط مین کوئی ایسی بات لکھی جاے۔ کہ مکتوب الیہ اُسکو پڑھ کر محظوظ اور خوش ہو+ پھر جس رتبے کا مکتوب الیہ ہوتا تھا۔ اُسکی سمجھ اور مذاق کے موافق خط مین شوخیان کرتے تھے +مثلاً اپنے ایک دوست کو خط لکھا ہے۔ اسمین اُنکی لڑکی کو جو بچپن مین مرزا کے سامنے آتی تھی۔اور اب جوان ہوگئی ہے۔بعد دعا کے لکھتے ہین۔"کیون بھئی! اب ہم اگر کول آئے بھی۔ تو تمکو کیونکر دیکھین گے ؟+ کیا تمہارے ملک مین بھتیجیان چچا سے پردہ کرتی ہین ؟"+ یا مثلاً نواب امیرالدین احمد خان کو جواب رئیس لوہارو ہین۔ اُنکے بچپن کے زمانے مین اُنکے رقعے کا جواب جس مین مرزا کو دادا صاحب لکھا تھا۔ اسطرح لکھتے ہین۔"اے مردم چشم جہان بین غالب! پہلے القاب کے معنی سمجھ لو۔ یعنی چشم جہان بین غالب کی پتلی +چشم جہان بین تمہارا باپ مرزا علاء الدین احمد خان بہادر۔اور پتلی تم + میان تمہارے دادا تو نواب امیرالدین خان بہادر ہین۔ مین تو صرف تمہارا دل دادہ ہون"+

ایک دوست کو دسمبر ۱۸۵۷ء کی اخیر تاریخون مین خط لکھا ہے+اُنھون نے اُسکا جواب جنوری ۱۸۵۸ء کی پہلی یا دوسری کو لکھ بھیجا + اُسکے جواب مین اُنکو اسطرح لکھتے ہین۔"دیکھو صاحب! یہ باتین ہمکو پسند نہین ۱۸۵۷ء کے خط کا جواب ۱۸۵۸ء مین بھیجتے ہو۔ اور مزا یہ۔ کہ جب تم سے کہا جائیگا۔ تو یہ کہو گے۔ کہ مین نے دوسرے ہی دن جواب لکھا ہے"+

ایک دوست کو رمضان مین خط لکھا ہے+اُسمین لکھتے ہین۔"دھوپ بہت تیز ہے+ روزہ رکھتا ہون۔ مگر روزے کو بہلاتا رہتا ہون +کبھی پانی پی لیا+کبھی حقہ پی لیا۔ کبھی کوئی ٹکڑا روٹی کا بھی کھا لیا۔ یہان کے لوگ عجب فہم رکھتے ہین + مین تو روزہ بہلاتا ہون۔ اور یہ صاحب فرماتے ہین۔ کہ تو روزہ نہین رکھتا۔ یہ نہین سمجھتے کہ روزہ نہ رکھنا اور چیز ہے۔ اور روزہ بہلانا اور بات ہے"+

جس زمانے مین برہان قاطع پر اعتراض لکھے ہین۔ اور لوگون نے مرزا کی سخت مخالفت اور مؤلف برہان کی حمایت کی ہے۔ ایک خط مین صاحب برہان کا ذکر کرنیکے بعد اُسکی اور اُسکے طرفدارون کی نسبت لکھتے ہین۔"ان فرہنگ لکھنے والون کا مدار قیاس پر ہے + جو اپنے

نزدیک صحیح سمجھا۔ وہ لکھدیا، نظامی و سعدی کی لکھی ہوئی کوئی فرہنگ ہو۔ تو ہم اُسکو مانین، ہندیون کو کیونکر مسلم الثبوت جانین، ایک گاے کا بچہ بزور سحر آدمی کی طرح کلام کرنے لگا۔ بنی اسرائیل اُسکو خدا سمجھے“،

ایک خط کے آخر مین جو نواب علاء الدین خان کو لکھا ہے۔ لکھتے ہین ”استاد میر جان کو اس راہ سے کہ میری پھپھی اُنکی چچی تھین۔ اور یہ مجھ سے عمر مین چھوٹے ہین۔ دعا۔ اور اس روسے کہ دوست ہین۔ اور دوستی مین کمی بیشی سن وسال کی رعایت نہین کرتے۔ سلام۔ اور اس سبب سے کہ استاد کہلاتے ہین۔ بندگی۔ دُرود“،

ایک خط مین برسات کی شدت کا ذکر کرتے کرتے لکھتے ہین دیوان خانے کا حال محلسرائے سے بدتر ہے، مین مرنے سے نہین ڈرتا۔ فقدان راحت سے گھبرا گیا ہون، چھت چھلنی ہوگئی ہے، ابر دو گھنٹے برسے تو چھت چار گھنٹے برستی ہے“،

نواب علاء الدین خان اور اُنکے والد نواب امین الدین خان مین کچھ شکر رنجی ہے، باپ دلی آئے ہین۔ اور بیٹے کو لوہارو چھوڑ آئے ہین، مرزا نواب علاء الدین خان کو خط مین لکھتے ہین ”سنا گیا۔ کہ نواب امین الدین خان صاحب نے اپنی کوٹھی مین نزول اجلال کیا، پھر دن رہے از راہ مہربانی ناگاہ میرے ہان تشریف لائے، مین نے تحقیق پوچھا کہ وہ کیون نہین آئے؟، بھائی صاحب بولے۔ کہ جب مین یہان آیا۔ تو کوئی وہان بھی تو رہے، اس سے علاوہ وہ اپنے بیٹے کو بہت چاہتے ہین، مینے کہا۔ اتنا ہی جتنا تم اُسکو چاہتے ہو؟، ہنسنے لگے، غرضکہ مینے بظاہر اُنکو تم سے اچھا پایا، آگے تم لوگون کے (یعنی احمد بخش خانیون کے) دلون کا اللہ مالک ہے“،

ایک دفعہ کثرت اخراجات سے تنگ آکر بعضے ضروری خرچ بند کردیے ہین۔ یہانتک کہ شراب پینا بھی چھوڑ دیا ہے، نواب علاء الدین خان نے اپنے والد کے اشارے سے اسکا سبب دریافت کیا۔ اور مولوی حمزہ خان کی طرف سے بطور نصیحت کے مرزا صاحب کو شعر لکھا ہے۔ چون پیر شدی حافظ از میکدہ بیرون شو، اسکا جواب اسطرح لکھتے ہین ”بھائی کو سلام کہنا۔ اور کہنا کہ صاحب! وہ زمانہ نہین ہے۔ کہ ادھر متھرا داس سے قرض لیا اُدھر

دربار مل کو جا مارا + اِدھر خوب چند چین سُکھ کی کوٹھی جا لُوٹی + ہر ایک پاس تمسک مہری موجود شہد لگاؤ اور چاٹو + نہ مول نہ سود + اس سے بڑھکر یہ بات کہ روٹی کا خرچ بالکل بھائی کے سر + بااین ہمہ کبھی خان نے کچھ دیدیا کبھی الور سے کچھ دلوا دیا۔ کبھی مان نے کچھ آگرے سے بھیجدیا + اب مین اور باسٹھ روپے آٹھ آنے کلکٹری کے۔ سو روپئے رام پور کے + قرض دینے والا ایک مختار کار + وہ سود ماہ بماہ لیا چاہے + مول تین قسط اُسکو دینی پڑی + انکم ٹکس جُدا۔ چوکیدار جُدا۔ سود جُدا۔ مول جُدا۔ بی بی جُدا۔ بچے جُدا۔ شاگرد پیشہ جُدا۔ آمد وہی ایک سو[۱۶۲] باسٹھ + تنگ آگیا۔ گذارا مشکل ہوگیا + روزمرہ کا کام بند رہنے لگا + سوچا۔ کہ کیا کرون ؟ کہان سے گنجایش نکالون ؟ + قہر درویش بجان درویش + صبح کی تبرید متروک۔ چاشت کا گوشت آدھا۔ رات کی شراب و گلاب موقوف۔ بیس بائیس روپے مہینا بچا + روزمرہ کا خرچ چلا + یارون نے پوچھا۔ تبرید و شراب کب تک نہ پیوگے ؟ + کہا گیا۔ کہ جب تک وہ نہ پلائین گے + پوچھا کہ نہ پیوگے۔ تو کس طرح جیوگے ؟ جواب دیا۔ کہ جس طرح وہ جلائین گے + بارے۔ مہینہ پورا نہین گذرا تھا۔ کہ رامپور سے علاوہ وجہ مقرری کے اور روپیہ آگیا + قرض مقسط ادا ہوگیا + متفرق رہا خیر رہو۔ صبح کی تبرید۔ رات کی شراب جاری ہوگئی + گوشت پورا آنے لگا + چونکہ بھائی نے وجہ موقوفی و بحالی پوچھی تھی۔ اُنکو یہ عبارت پڑھا دینا ؟"

ایک خط مین تعلقات خانہ داری کی اس طرح شکایت کرتے ہین "سُنو! ۔ عالم دو ہین ایک عالم ارواح اور ایک عالم آب و گل + حاکم ان دونون عالمون کا وہ ایک ہے جو خود فرماتا ہے۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۔ اور پھر آپ ہی جواب دیتا ہے۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ + ہرچند قاعدہ عام یہ ہے۔ کہ عالم آب و گل کے مجرم عالم ارواح مین سزا پاتے ہین۔ لیکن یون بھی ہوا ہے۔ کہ عالم ارواح کے گنہگار کو دُنیا مین بھیجکر سزا دیتے ہین + چنانچہ مین آٹھوین رجب ۱۲۱۲ھ مین روبکاری کے واسطے یہان بھیجا گیا (یعنی پیدا ہوا) تیرہ برس حوالات مین رہا۔ ساتوین رجب ۱۲۲۵ ہجری کو میرے واسطے حکم دوام حبس (یعنی نکاح) صادر ہوا + ایک بیڑی میرے پاؤن

مین ڈالدی۔ اور دلی شہر کو زندان مقرر کیا۔ اور مجھے اُس زندان مین ڈالدیا + فکر نظم و نثر کو مشقت ٹھہرایا۔ برسون کے بعد مین جیلخانہ سے بھاگا + تین برس بلاد شرقیہ مین پھرتا رہا + پایان کار مجھے **کلکتے** سے پکڑ لائے۔ اور پھر اُسی حبس مین بٹھا دیا + جب دیکھا کہ یہ قیدی گریز پا ہے۔ دو ہتکڑیان اور بڑھا دین + پاؤن بیڑی سے فگار۔ ہاتھ ہتکڑیون سے زخم دار + مشقت مقرری اور مشکل ہوگئی + طاقت یک قلم زائل ہوگئی + بیحیا ہون + سال گذشتہ بیڑی کو زاویہ زندان مین چھوڑ مع دونون ہتکڑیون کے بھاگا + میرٹھ۔ **مراد آباد** ہوتا ہوا **رام پور** پہونچا + کچھ دن کم دو مہینے وہان رہا تھا۔ کہ پھر پکڑ آیا + اب عہد کیا۔ کہ پھر نہ بھاگون گا + بھاگون کیا؟ بھاگنے کی طاقت بھی تو نہ رہی + حکم رہائی دیکھئے کب صادر ہو + ایک ضعیف سا احتمال ہے۔ کہ اس ماہ **ذی الحجہ** مین چھوٹ جاؤن + بہر تقدیر بعد رہائی کے تو آدمی سوائے اپنے گھر کے اور کہین نہین جاتا۔ مین بعد نجات سیدھا عالم ارواح کو چلا جاؤن گا"+

الغرض مرزا کے خطوط و رقعات مین ایسے خطوط بہت کم نکلین گے۔ جنمین اس قسم کی ظرافت اور ہنسی کی باتین مندرج نہون۔ یہانتک کہ رنج و افسردگی کا بیان بھی اس قسم کی چھیڑ سے خالی نہین ہوتا +

منشی نبی بخش مرحوم کو لکھتے ہین" بھائی صاحب! مین بھی تمہارا ہمدرد ہوگیا۔ یعنی منگل کے دن ۱۸۔ **ربیع الاول** کو شام کے وقت میری وہ پھپھی۔ کہ مینے بچپن سے آجتک اُسکو ماں سمجھا تھا اور وہ بھی مجھکو بیٹا سمجھی تھی۔ مرگئی + آپکو معلوم رہے۔ کہ پرسون میرے گویا نو آدمی مرے + تین پھپھیان اور تین چچا اور ایک باپ اور ایک دادی اور ایک دادا۔ یعنی اس مرحومہ کے ہونے سے مین جانتا تھا۔ کہ یہ نو آدمی زندہ ہین۔ اور اُسکے مرنے سے جانا۔ کہ یہ نو آدمی آج ایک بار مرگئے"+

فتح دہلی کے بعد جو شہر مین سناٹا ہوگیا ہے۔ اُسکی کیفیت ایک خط مین منشی ہرگوپال **تفتہ** کو اسطرح لکھتے ہین" صاحب! تم جانتے ہو۔ کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ اور کیا موقع ہوا۔ وہ ایک جنم تھا۔ کہ جسمین ہم تم باہم دوست تھے۔ اور طرح طرح کے ہم مین تم مین معاملات مہر و محبت

در پیش آے + شعر کہے + دیوان جمع کئے + اُسی زمانے مین ایک اور بزرگ تھے۔ کہ وہ ہمارے تمہارے دوست تھے۔ اور منشی نبی بخش اُنکا نام اور حقیر تخلص تھا + ناگاہ نہ وہ زمانہ رہا۔ نہ وہ اشخاص۔ نہ وہ معاملات۔ نہ وہ اختلاط۔ نہ وہ انبساط + بعد چند مدت کے پھر دوسرا جنم ہمکو ملا + اگرچہ صورت اس جنم کی بعینہ مثل پہلے جنم کے ہے۔ یعنی ایک خط مین نے منشی نبی بخش صاحب کو بھیجا + اُسکا جواب مجکو آیا + اور ایک خط تمہارا کہ تم بھی موسوم بہ منشی ہرگوپال و تخلص بہ تفتہ ہو آج آیا۔ اور جس شہر مین ہون۔ اُسکا نام بھی دلی اور اس محلے کا نام بھی بلی ماروں کا محلہ ہے۔ لیکن ایک دوست اُس جنم کے دوستون مین سے نہین پایا جاتا + واللہ! ڈھونڈنے کو مسلمان اس شہر مین نہین ملتا + کیا امیر کیا غریب + کیا اہل حرفہ اگر کچھ ہین + تو باہر کے ہین + ہنود البتہ کچھ کچھ آباد ہو گئے ہین"+

بعض خطوط مین یاس وحسرت و افسردگی اور دُنیا کی بے ثباتی و بے اعتباری کا بیان نہایت موثر طریقے مین کیا ہے۔ جس سے اُنکے خیالات معلوم ہوتے ہین + مثلاً +

ایک خط مین لکھتے ہین "ناتوانی زور پر ہے + بڑھاپے نے نکما کر دیا + ضعف سستی۔ کاہلی۔ گرانجانی + رکاب مین پاؤن ہے + باگ پر ہاتھ ہے + بڑا سفر دور و دراز در پیش ہے + زاد راہ موجود نہین + خالی ہاتھ جاتا ہون + اگر ناپرسیدہ بخش دیا۔ تو خیر۔ اگر باز پرس ہوئی تو سقر مقر ہے۔ اور ہاویہ زاویہ ہے + دوزخ جاوید ہے۔ اور ہم ہین + ہاے! کسی کا کیا اچھا شعر ہے۔

اُب تو گھبرا کے یہ کہتے ہین کہ مر جائین گے — مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائین گے"

ایک اور خط مین منشی ہرگوپال کو لکھتے ہین "تم مشق سخن کر رہے ہو۔ اور مین مشق فنا مین مستغرق ہون + بوعلی سینا کے علم اور نظیری کے شعر کو ضائع اور بے فائدہ اور موہوم جانتا ہون + زیست بسر کرنے کو کچھ تھوڑی سی راحت درکار ہے۔ باقی حکمت اور سلطنت اور شاعری اور ساحری سب خرافات ہے + ہندوؤن مین اگر کوئی اوتار ہوا۔ تو کیا؟ اور مسلمانون مین نبی ہوا۔ تو کیا؟ دُنیا مین نام آور ہوئے تو کیا؟ اور گمنام جئے۔ تو کیا؟ کچھ معاش ہو۔

کچھ صحت جسمانی - باقی سب وہم ہے - اے یار جانی + ہر چند وہ بھی وہم ہے - مگر مین ابھی اسی پایہ پر ہون + شاید آگے بڑھکر یہ پردہ بھی اُٹھ جاے - اور وجہ معیشت اور صحت و راحت سے بھی گذر جاؤن + عالم بیرنگی مین گذر پاؤن + جس سناٹے مین ہون - وہان تمام عالم بلکہ دونون عالم کا پتہ نہین + ہر کسی کا جواب مطابق سوال کے دیے جاتا ہون + یہ دریا نہین - سراب ہے - ہستی نہین پندار ہے + ہم تم دونون اچھے خاصے شاعر ہین + مانا کہ سعدی و حافظ کے برابر مشہور نہ ہوے اُن کو شہرت سے کیا حاصل ہوا کہ ہم کو تم کو ہوگا"+

مرزا نے بعض اُردو خطوط مین اور خاصکر اُردو تقریظون مین مسجع عبارت لکھنے کا التزام کیا ہے + اگرچہ اس زمانے مین ایسا التزام تکلفات بارد مین شمار کیا جاتا ہے - خصوصاً اُردو جو بمقابلہ عربی یا سنسکرت وغیرہ کے ایک نہایت محدود زبان ہے وہ اس قسم کے تصنع اور ساختگی کی متحمل نہین معلوم ہوتی + مگر مرزا نے جس قسم کی مسجع عبارت اُردو خطوط یا تقریظون وغیرہ مین لکھی ہے - اُسپر یہ گرفت مشکل سے ہو سکتی ہے + عربی - اور سنسکرت زبان کے سوا اور زبانون کی مسجع نثرون مین عموماً یہ عیب ہوتا ہے - کہ دوسرے فقرے مین جو پہلے فقرے کی رعایت سے خواہ نخواہ قافیہ تلاش کرنا پڑتا ہے - تو اُسمین تصنع اور آورد کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے - اور اسلئے پہلے فقرے کے مقابلے مین دوسرا فقرہ کم وزن ہو جاتا ہے - مگر مرزا کی مسجع نثر مین یہ بات بہت کم دیکھی جاتی ہے + دوسرے فقرے مین تقریباً ویسی ہی بے تکلفی پائی جاتی ہے - جیسی پہلے فقرے مین - اور یہ بات اس شخص سے بن پڑتی ہے - جو باوجود خوش سلیقگی اور لطافت طبیعت کے شاعری مین غایت درجہ کا کمال رکھتا ہو - اور وزن و قافیہ کی جانچ اور تول مین ایک عمر بسر کر چکا ہو + یہان اسکی مثالین لکھنے کی ضرورت نہین ہے + مرزا کے اُردو رقعات مین اُسکی مثالین بکثرت موجود ہین + مگر یہ معلوم رہے کہ مقفیٰ عبارت مرزا خاصکر اُن خطون مین لکھتے تھے - جنمین ہنسی ظرافت اور مخاطب کا خوش کرنا مقصود ہوتا تھا - ورنہ واقعات کا بیان - مصائب کا ذکر - یا تعزیت یا ہمدردی کا اظہار - ہمیشہ سیدھی سادی نثر عاری مین کرتے تھے + مثلاً

سید یوسف مرزا کو اُنکے باپ کی تعزیت مین لکھتے ہین +

یُوسف مرزا کیونکر تجکو لکھون۔ کہ تیرا باپ مرگیا۔ اور اگر لکھون تو آگے کیا لکھون کہ اب کیا کرو، مگر صبر، یہ ایک شیوۂ فرسودۂ ابنائے روزگار ہے + تعزیت یون ہی کیا کرتے ہین۔ اور یہی کہا کرتے ہین۔ صبر کرو، ہائے۔ ایک کا کلیجہ کٹ گیا ہے۔ اور لوگ اُسے کہتے ہین۔ کہ تو نہ تڑپ + بھلا کیونکر نہ تڑپے گا + صلاح اس امر مین نہین بتائی جاتی + دعا کو دخل نہین + دوا کا لگاؤ نہین + پہلے بیٹا مرا، پھر باپ مرا + مجھسے اگر کوئی پوچھے کہ بے سر و پا کسکو کہتے ہین؟ - تو مین کہونگا۔ یوسف مرزا کو + تمہاری دادی لکھتی ہین۔ کہ رہائی کا حکم ہو چکا تھا، اگر یہ بات سچ ہے۔ تو جوانمرد ایک بار دونون قیدون سے چھوٹ گیا + نہ قید حیات رہی نہ قید فرنگ" +

اُنھین کو بیٹے کی تعزیت اسطرح لکھتے ہین۔ "اے میری جان! - اے میری آنکھ! - وہ خدا کا مقبول بندہ تھا + وہ اچھی روح اور اچھی قسمت لیکر آیا تھا۔ یہان رہکر کیا کرتا؟ + ہرگز غم نہ کرو۔ اور اگر ایسی ہی اولاد کی خوشی ہے۔ تو ابھی تم خود بچے ہو + خدا انکو جیتا رکھے۔ اولاد بہت + نانا نانی کے مرنیکا ذکر کیون کرتے ہو؟ + وہ اپنی اجل سے مرے ہین + بزرگون کا مرنا بنی آدم کی میراث ہے + کیا تم یہ چاہتے تھے۔ کہ وہ اس عہد مین ہوتے اور اپنی آبرو کھوتے؟ + ہان مظفر الدولہ کا غم منجملہ واقعات کربلائے معلی ہے + یہ داغ جیتے جی نہ مٹے گا" +

مرزا نے چند تقریظین اور دیباچے بھی اُردو زبان مین لکھے ہین۔ اور ان سب مین مسجع اور مقفیٰ عبارت لکھنے کا التزام کیا ہے + جو بے تکلفی اور صفائی مرزا کے خطون مین پائی جاتی ہے + وہ ان تقریظون اور دیباچون مین نہین ہے + خصوصاً سجع کی رعایت نے اُن مین آورد اور تصنع کا رنگ زیادہ پیدا کر دیا ہے۔ لیکن مرزا کو اسمین معذور سمجھنا چاہیے + جو لوگ تقریظون اور دیباچون کی فرمایش کرتے تھے۔ وہ بغیر تکلفات بارد کے ہرگز خوش ہونے والے نہ تھے + جو طریقہ اس زمانے مین ریویو لکھنے کا نکلا ہے۔ اُسکو اب بھی بہت کم لوگ پسند کرتے ہین۔ اور مرزا کے وقت مین تو اُسکا کہین نام و نشان بھی نہ تھا + باایں ہمہ ان مین سے بعض نثرین مرزا کی روش خاص مین نہایت ممتاز ہین +

شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی

پیدائش اعظم گڈھ سنہ ۱۸۵۷ء — وفات اعظم گڈھ سنہ ۱۹۱۴ء

آپ ۱۸۵۷ء مین ضلع اعظم گڈھ کے ایک مشہور خاندان مین پیدا ہوئے + آپنے منطق. فلسفہ. ادب مشہور ادیب مولوی **محمد فاروق** صاحب چڑیا کوٹی سے حاصل کیا - اور علم حدیث مولوی **حافظ احمد علی** صاحب محدث سہارنپوری سے - اور فقہ مولوی **ارشاد حسین** صاحب - اور تفسیر اور کچھ علم ادب مولوی **فیض الحسن** صاحب سہارنپوری سے اخذ کیا + ۱۹ سال کی عمر مین آپنے درس نظامیہ سے بالکل فراغت حاصل کرلی + تعلیم سے فراغت کے بعد چند روز آپ امین عدالت دیوانی رہے + یہ ملازمت پسند نہ آئی + چھوڑکر **علی گڈھ** چلے گئے + وہان **سمیع اللہ خان** صاحب کی سفارش سے سرسید نے انکو کالج کی پروفیسری عنایت کی ۱۶ - برس تک کالج سے یہ تعلق آپ کو رہا + اسی زمانہ مین پروفیسر آرنالڈ نے آپکو علوم جدیدہ سے آگاہ کیا - اور فرنچ زبان سکھلائی - اور خود اُنسے عربی زبان کی تعلیم حاصل کی - کالج کے تعلق ہی کے زمانہ مین آپنے بلاد اسلامیہ کا سفر کیا - جسکا مقصد صرف یہ تھا - کہ **الفاروق** کے لیے تاریخی مواد فراہم کرین + کچھ عرصہ کے بعد سیر کشمیر کو گئے + وہان کے ملیریا نے سخت نقصان پہونچایا + صحت نے اسی وقت سے جواب دیدیا + ۱۸۹۴ء مین ۳۷ سال کی عمر مین آپکو **شمس العلماء** کا خطاب گورنمنٹ کے جانب سے عطا ہوا + مدت تک **الہ آباد یونیورسٹی** کے فیلو رہے +

سرسید کے وفات کے بعد ۱۸۹۸ء مین آپ کالج سے علیحدہ ہوکر **حیدر آباد** تشریف لے گئے + وہان **سلسلہ آصفیہ** مین دو سو روپیہ ماہوار وظیفہ تصنیف آپ کو مقرر ہوا + کچھ عرصے کے بعد تین سو ہوگیا + عرصے تک وہین مقیم رہ کر تصنیف و تالیف مین مصروف رہے + **حیدر آباد** سے واپس آکر **لکھنو** مین قیام کیا - اور **ندوۃ العلماء** کے کام مین مشغول ہوئے + آخر عمر مین تمام تعلقات کو ترک کرکے **سیرۃ نبوی** کے تالیف و تصنیف مین مشغول ہوئے + ۲۸ - ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ کو ۱۵ دن اسہال کے عارضہ مین علیل رہ کر اپنے وطن مالوف **اعظم گڈھ** مین انتقال کیا +

آپ فطرۃً ذہین اور سلیم الطبع تھے + تاریخ اور فلسفہ سے آپ کو ابتدا سے دلچسپی تھی + علوم مشرقیہ مین خاص استعداد تھی + طرز بیان آپ کا سادہ - مگر زوردار اور مدلل تھا - تحریر فلسفیانہ اور محققانہ تھی + جس مین سچے تاریخی واقعات ہوتے تھے + رنگ آمیزی کو دخل نہ تھا + عربی نظم و نثر پر اچھی قدرت تھی + فارسی نظم کسی طرح کاملین اہل زبان سے الگ نہین ہوسکتی + اُردو مین انکا حُسن بیان ایسا تھا - کہ سرسید فرماتے تھے - کہ اہل **دہلی** اسپر رشک کرتے ہین +

تصنیفات آپ کی بہت ہین + حسب ذیل تصنیفات زیادہ مشہور ہین +

سفرنامہ مصر وروم وشام۔ الفاروق۔ الغزالی۔ النعمان۔ المامون۔ الکلام۔ الجزیہ۔ تاریخ اسلام۔ سوانح مولانا روم۔ اورنگ زیب۔ موازنہ انیس و دبیر۔ شعر العجم۔ ۴ جلدون مین۔ آپکی آخری تصنیف سیرۃ النبی۔ چار جلدون مین ہے۔ جسکو نا تمام چھوڑا +

میر انیس کی شاعری کے خصوصیات

فصاحت

علماے ادب نے فصاحت کی یہ تعریف کی ہے۔ کہ لفظ مین جو حروف آئین اُن مین تنافر نہ ہو۔ الفاظ نامانوس نہ ہون۔ قواعد صرفی کے خلاف نہ ہو۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ کہ لفظ درحقیقت ایک قسم کی آواز ہے۔ اور چونکہ آوازین بعض شیرین دل آویز اور لطیف ہوتی ہین۔ مثلاً طوطی اور بلبل کی آواز۔ اور بعض مکروہ اور ناگوار مثلاً کوے اور گدھے کی آواز۔ اس بناپر الفاظ بھی دو قسم کے ہوتے ہین بعض شستہ سبک وشیرین۔ اور بعض ثقیل بھدے ناگوار + پہلی قسم کے الفاظ کو فصیح کہتے ہین۔ اور دوسرے کو غیر فصیح + بعض الفاظ ایسے ہوتے ہین۔ کہ فی نفسہ ثقیل و مکروہ نہین ہوتے لیکن تحریر و تقریر مین اُنکا استعمال نہین ہوا ہے۔ یا بہت کم ہوا ہے + اس قسم کے الفاظ بھی جب ابتداءً استعمال کئے جاتے ہین۔ تو کانون کو ناگوار معلوم ہوتے ہین + اُنکو فن بلاغت کی اصطلاح مین غریب کہتے ہین۔ اور اس قسم کے الفاظ بھی فصاحت مین خلل انداز خیال کئے جاتے ہین +

میر انیس کی کمال شاعری کا بڑا جوہر یہ ہے۔ کہ باوجود اسکے۔ کہ اُنھون نے اردو شعرا مین سب سے زیادہ الفاظ استعمال کئے۔ اور سیکڑون مختلف واقعات بیان کرنے کیوجہ سے ہر قسم اور ہر درجہ کے الفاظ اُنکو استعمال کرنے پڑے۔ تاہم اُنکے تمام کلام مین غیر فصیح الفاظ نہایت کم پائے جاتے ہین + اکثر جگہ عربی فارسی کے الفاظ۔ جو اُردو زبان مین کم مستعمل ہین۔ ضرورت سے لانے پڑے ہین۔ لیکن اس قسم کے الفاظ جہان آئے ہین فارسی ترکیبون کے ساتھ آئے ہین جس سے اُنکی غرابت کم

ہوگئی ہے۔ ورنہ اگر اُردو کی خاص ترکیب مین اُن الفاظ کا استعمال کیا جاتا۔ تو بالکل خلاف فصاحت ہوتا۔ مثلاً انگشتری۔ خاتم۔ رُخ۔ بادہ۔ ثنا۔ حسن۔ اور اس قسم کے سیکڑون ہزارون الفاظ ہین۔ جو بجاے خود فصیح ہین۔ لیکن ٹھیٹ اُردو مین انکا استعمال نہین ہوتا۔ میرضمیر ایک موقع پر کہتے ہین۔ ع "ذریت رسول کی خاطر جلائی نار"۔ نار کا لفظ اس موقع پر نہایت نامانوس اور بیگانہ ہے۔ لیکن یہی لفظ جب فارسی ترکیبون کے ساتھ اُردو مین مستعمل ہوتا ہے۔ مثلاً نار دوزخ۔ نار جہنم۔ تو وہ غرابت نہین رہتی۔

فصاحت کے مدارج مین اختلاف ہے۔ بعض الفاظ فصیح ہین بعض فصیح تر۔ بعض اُس سے بھی فصیح تر۔ میرانیس صاحب کے کلام کا بڑا خاصہ یہ ہے۔ کہ وہ ہر موقع پر فصیح سے فصیح الفاظ ڈھونڈھ کر لاتے ہین۔ مرزا دبیر اور میرانیس کے ہم مضمون اشعار لو۔ اگر مرزا صاحب کے یہان غریب اور ثقیل الفاظ ہونگے تو اُنکے مقابلہ مین میر صاحب کے ہان فصیح الفاظ ہونگے۔ اگر مرزا صاحب کے یہان فصیح الفاظ ہون گے۔ تو میر صاحب کے یہان فصیح تر ہونگے۔ مرزا دبیر کی تخصیص نہین۔ تمام مرثیہ گویون کے مقابلہ مین میرانیس صاحب کے کلام کا یہی حال ہے۔

ہم مثال کے طور پر دو چار شعر نقل کرتے ہین جن سے فصاحت اور فصاحت کے اختلاف مراتب کا اندازہ ہو سکے گا۔

مرزا دبیر۔ "کس نے نذر کی انگوٹھی رکوع و سجود مین"
میرانیس۔ "سائل کو کس نے دی ہے انگوٹھی نماز مین"
مرزا دبیر۔ "آنکھون مین پھرے اور نہ مردم کو خبر ہو"
میرانیس۔ "آنکھون مین یون پھرے کہ مردم کو خبر نہ ہو"
مرزا دبیر۔ "رویا مین بھی حسین کو رویا ہی کرتے ہین"
میرانیس۔ "حسرت ہے کہ خواب مین بھی رویا کیجیے"

مرزا دبیر "جیسے مکان سے زلزلہ مین صاحبِ مکان" +
میر انیس "جیسے کوئی بھونچال مین گھر چھوڑ کے بھاگے" +

ابتذال

فصاحت کے متعلق ایک بڑا دھوکا یہ ہوتا ہے۔ کہ چونکہ فصاحت کے یہ معنی ہین۔ کہ لفظ سادہ آسان کثیر الاستعمال ہو۔ اسلئے لوگ مبتذل اور سوقی الفاظ کو بھی فصیح سمجھ لیتے ہین۔ حالانکہ ان دونوں مین سفید و سیاہ کا فرق ہے + مرزا دبیر صاحب جہان واقعہ نگاری اور معاملہ بندی مین میر انیس کی تقلید کرتے ہین۔ اکثر اُنکے کلام مین مبتذل الفاظ آجاتے ہین + مثلاً جہان حضرت شہربانو نے حضرت عباس کی لاش پر نوحہ کیا ہے۔ حضرت شہربانو کے زبان سے فرماتے ہین ع "ہے ہے مرے دیور مرے دیور" ایک اور جگہ فرماتے ہین۔ ع "تاڑہ تو انکی سال گرہ کا نکال لا" +

ابتذال کی صاف اور بین مثال نظیر اکبر آبادی کا کلام ہے + اگر یہ مبتذل نہوتا۔ تو سادگی اور صفائی مین نظیر کا کلام میر انیس یا میر تقی سے ٹکر کھاتا +

ابتذال کے معنی عام طور پر یہ سمجھے جاتے ہین۔ کہ جو الفاظ عام لوگ استعمال کرتے ہین۔ وہ مبتذل ہین۔ لیکن یہ صحیح نہین + سیکڑون الفاظ عوام کے مخصوص الفاظ ہین لیکن سب مین ابتذال نہین پایا جاتا + ابتذال کا معیار مذاق صحیح کے سوا کوئی چیز نہین + مذاق صحیح خود بتا دیتا ہے۔ کہ یہ لفظ مبتذل اور پست اور سوقیانہ ہے +

میر صاحب کو اگرچہ واقعہ نگاری کی وجہ سے نہایت چھوٹی چھوٹی چیزون اور ہر قسم کی جزئی جزئی واقعات اور حالات کو بیان کرنا پڑتا ہے۔ لیکن یہ اُنکی انتہائی درجہ کی قادر الکلامی ہے۔ کہ پھر بھی اُنکی شاعری کے دامن پر ابتذال کا دھبہ نہین آنے پاتا +

کلام کی حفاظت

یہ بحث مفرد الفاظ سے متعلق تھی۔ لیکن کلام کی فصاحت مین صرف لفظ کا فصیح ہونا کافی

نہین۔ بلکہ یہ بھی ضرور ہے۔ کہ جن الفاظ کے ساتھ وہ ترکیب مین آئے۔ اُنکی ساخت ہئیت۔ نشست۔ ہلکی۔ اور گرانی کے ساتھ اُسکو خاص تناسب اور توازن ہو۔ ورنہ فصاحت قائم نہ رہیگی +

میر انیس کا مصرع ہے۔ ع۔ "فرمایا آدمی ہے کہ صحرا کا جانور" صحرا اور جنگل ہم معنی ہین۔ اور دونون فصیح ہین + میر انیس نے جابجا ان دونون لفظون کو استعمال کیا ہے۔ اور ہم معنی ہونے کے حیثیت سے کیا ہے۔ لیکن اگر اس مصرعہ مین صحرا کے بجاے جنگل کا لفظ استعمال کیا جائے۔ تو یہی لفظ غیر فصیح ہوجائیگا + میر صاحب کا ایک شعر ہے۔ ؎

"طائر ہوا مین مست ہرن سبزہ زار مین
جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار مین"

یہان جنگل کے بجاے صحرا لاؤ۔ تو مصرعہ پھس پھسا ہوجاتا ہے +

شبنم اور اُوس ہم معنی ہین۔ اور برابر درجہ کے فصیح ہین۔ لیکن میر صاحب کے اس شعر مین ؎

"کھا کھا کے اُوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا
تھا موتیون سے دامن صحرا بھرا ہوا"

اگر اوس کے بجاے شبنم کا لفظ لایا جاے۔ تو فصاحت خاک مین مل جائے گی۔ لیکن یہی اوس کا لفظ جو اس موقع پر اسقدر فصیح ہے۔ اس مصرعہ مین ع۔ "شبنم نے بھر دیئے تھے کٹورے گلاب کے" شبنم کے بجاے اوس لاؤ تو فصاحت بالکل ہوا ہوجائیگی +

اس مین نکتہ یہ ہے۔ کہ ہر لفظ چونکہ ایک قسم کا سُر ہے۔ اسلئے یہ ضرور ہے۔ کہ جن الفاظ کے سلسلہ مین وہ ترکیب دیا جاے۔ اُن آوازون سے اُسکو خاص تناسب بھی ہو ورنہ گویا دو مخالف سرون کو ترکیب دینا ہوگا + نغمہ اور راگ مفرد آوازون یا سرون کا نام ہے۔ ہر سُر بجاے خود دلکش اور دلاویز ہے۔ لیکن اگر دو مخالف سُرون کو باہم ترکیب دیدیا جاے تو دونون مکروہ ہوجائینگے + راگ کے دلکش اور مؤثر ہونیکا گُر یہی ہے۔ کہ جن سرون سے اسکی ترکیب ہو۔ اُن مین نہایت تناسب و توازن ہو + الفاظ بھی چونکہ ایک قسم کی صوت اور سُر ہین۔ اسلئے اُنکی لطافت شیرینی اور روانی اُسی وقت تک قائم رہتی ہے جبتک گرد وپیش کے الفاظ بھی ایسے ہی ہون جو اُنکے مناسب ہون؟

میرزا دبیر صاحب کا مشہور مصرعہ ہے۔ ع " زیر قدم والدہ فردوس برین ہے"

اس مین جتنے الفاظ ہین۔یعنی زیر قدم والدہ۔ فردوس ۔ ہرین۔ سب بجاے خود فصیح ہین۔لیکن اُنکے باہم ترکیب دینے سے جو مصرعہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ اسقدر بھدا اور گران ہے۔ کہ زبان اسکا تحمل نہین کرسکتی + شاید تمکو خیال ہو۔کہ مصرعہ کی ترکیب چونکہ فارسی ہوگئی ہے۔ اسلیئے ثقل پیدا ہوگیا ہے۔لیکن یہ صحیح نہین + سیکڑون شعرون مین اسی قسم کی فارسی ترکیبین ہین۔لیکن یہ ثقل نہین پایا جاتا + مثلاً میرانیس صاحب کہتے ہین۔ ؎

مین ہون سردار شباب چمن خلد برین	مین ہون خالق کی قسم دوش محمدؐ کا مکین

پہلے مصرعہ مین فارسی ترکیب کے علاوہ توالی اضافت بھی موجود ہے۔لیکن یہ بھدا پن اور ثقل نہین ہے +

جب کسی مصرعہ یا شعر کے تمام الفاظ مین ایک خاص قسم کا تناسب۔ توازن۔توافق پایا جاتا ہے۔اسکے ساتھ وہ تمام الفاظ بجاے خود بھی فصیح ہوتے ہین۔تو وہ پورا مصرع یا شعر فصیح کہا جاتا ہے۔اور یہی چیز ہے جسکو بندش کی صفائی۔نشست کی خوبی۔ترکیب کی دلاویزی۔برجستگی۔سلاست اور روانی سے تعبیر کرتے ہین+الفاظ کے توازن اور تناسب سے کلام مین جو فرق پیدا ہوجاتا ہے وہ ایک خاص مثال مین آسانی سے سمجھ مین آسکتا ہے + میرانیس حضرت علی اکبر کے اذان دینے کی تعریف ایک موقع پر اسطرح کرتے ہین ۔ع "تھا بلبل حق گو کہ چہکتا تھا چمن مین + اسی مضمون کو میر صاحب دوسرے موقع پر اسطرح ادا کرتے ہین ۔ع" بلبل چہک رہا تھا ریاض رسولؐ مین" + وہی مضمون ہے۔وہی الفاظ ہین۔لیکن ترکیب کی ساخت نے دونون شعرون مین کسقدر فرق پیدا کردیا ہے +

میرانیس کا تمام کلام اس خوبی سے معمور ہے۔ اور اُنکا ہر شعر اس وصف کا مصداق ہے + نمونہ کے طور پر ہم چند اشعار اس موقع پر نقل کرتے ہین۔ ؎

تعریف مین چشمہ کو سمندر سے ملادون	قطرہ کو جو دون آب تو گوہر سے ملادون
ذرہ کی چمک مہر منور سے ملادون	کانٹون کی نزاکت مین گل تر سے ملادون

گلدستۂ معنی کو نئے ڈھنگ سے باندھوں
اک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں

تھا فوج قاہرہ میں تلاطم کہ الحذر
تھیں موج کی طرح سب ادھر کی صفیں ادھر

چکر میں تھی سپاہ کہ گردش میں تھا بھنور
پانی میں تھے نہنگ ابھرتے نہ تھے مگر

فوجیں فقط نہ بھاگی تھیں منہ موڑ موڑ کے
دریا بھی ہٹ گیا تھا کنارے کو چھوڑ کے

چھایا تھا سب پہ رعب علمدار نوجواں
تسلیم کو جھکے ہوئے تھے فوج کے نشان

گوشہ اماں کا ڈھونڈ رہی تھی ہر ایک کماں
ترکش بھی تھے ہراس سے کھولے ہوئے زباں

تیروں کا بیگمان تھا ارادہ گریز کا
منہ کند ہو گیا تھا ہر اک تیغ تیز کا"

کلام کی اصلی ترتیب کا قائم رہنا

ترکیب الفاظ کے لحاظ سے شعر کی بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ کلام کے اجزا کی جو اصلی ترتیب ہے۔ وہ بحال خود قائم رہے ۔ مثلاً فاعل ۔ مفعول ۔ مبتدا ۔ خبر ۔ متعلقات فعل جس ترتیب کے ساتھ ہر وقت بول چال میں آتے ہیں ۔ یہی ترتیب شعر میں بھی قائم رہے اگرچہ اسمیں شبہہ نہیں ۔ کہ شعر میں اس ترتیب کا بعینہ قائم رہنا قریب قریب ناممکن ہے ۔ صرف ایک آدھ شعر ۔ یا بہت سے بہت شعر دو شعر میں اتفاقیہ یہ بات پیدا ہو جاتی ہے ۔ لیکن چونکہ نظم کا درحقیقت سب سے بڑا کمال یہی ہے۔ کہ اگر اسکو نثر کرنا چاہیں تو نہ ہو سکے ۔ اور یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے ۔ جب شعر میں الفاظ کی وہی ترتیب باقی رہے ۔ جو نثر میں معمولاً ہوا کرتی ہے ۔ اس بنا پر شاعر کو کوشش کرنی چاہئے ۔ کہ اگر اصل ترتیب پوری پوری قائم نہیں رہ سکتی ۔ تو بہر حال اُسکے قریب قریب پہونچ جائے ۔ جسقدر اسکا لحاظ رکھا جائیگا ۔ اُسی قدر شعر زیادہ صاف ۔ برجستہ ۔ رواں ۔ اور ڈھلا ہوا ہوگا ۔ اور اُردو میں جہانتک ہمکو معلوم ہے یہ صفت میر انیس صاحب سے زیادہ کسی کے کلام میں نہیں پائی جاتی ۔

روزمرہ اور محاورہ

جو الفاظ اور جو خاص ترکیبیں اہل زبان کے بول چال میں زیادہ مستعمل اور متداول

ہوتے ہین۔ انکو روزمرہ کہتے ہین + روزمرہ اگرچہ ایک جدا گانہ وصف سمجھا جاتا ہے لیکن درحقیقت وہ فصاحت ہی کا ایک فرد خاص ہے + یہ ظاہر ہے۔ کہ عام بول چال مین وہی الفاظ زبان پر آئینگے۔ جو سادہ صاف اور سہل الادا ہون۔ اور اگر امنین کچھ ثقل اور گرانی بھی ہو۔ تو رات دن کی بول چال اور کثرت استعمال سے وہ منجھکر صاف ہوجاتے ہین + روزمرہ کے لئے فصیح ہونا لازم ہے + میر انیس کے کلام مین نہایت کثرت سے روزمرہ اور محاورہ کا استعمال پایا جاتا ہے۔ اور اُسپر اُنکو ناز بھی تھا + چنانچہ فرماتے ہین۔ ؎

مرغان خوش الحان چمن بولین کیا مرجاتے ہین سُن کے روزمرہ میرا"

حُسن کلام

حسن کلام کا ایک بڑا نکتہ یہ ہے۔ کہ مضامین کی نوعیت کے لحاظ سے الفاظ استعمال کئے جائین + لفظ چونکہ آواز کی ایک قسم ہے۔ اور آواز کے مختلف اقسام ہین۔ مہیب۔ پر رعب سخت۔ نرم۔ شیرین۔ لطیف۔ اسی طرح الفاظ بھی صورت اور وزن کے لحاظ سے مختلف طرح کے ہوتے ہین + بعض نرم۔ شیرین۔ اور لطیف ہوتے ہین۔ بعض سے جلالت اور شان ٹپکتی ہے۔ بعض سے درد اور غمگینی ظاہر ہوتی ہے + اسی بنا پر غزل مین سادہ۔ شیرین۔ سہل اور لطیف الفاظ استعمال کئے جاتے ہین + قصیدہ مین زوردار اور شاندار الفاظ کا استعمال پسندیدہ سمجھا جاتا ہے + اسیطرح رزم بزم۔ مدح و ذم۔ فخر و ادعا۔ وعظ و پند۔ ہر ایک کے لئے جُدا جُدا الفاظ ہین + شعرا مین سے جو اس نکتہ سے آشنا ہین۔ وہ ان مراتب کا لحاظ رکھتے ہین۔ اور یہ اُنکے کلام کی تاثیر کا بڑا راز ہے + لیکن جو اس فرق مراتب سے واقف نہین۔ یا ہین۔ لیکن ایک خاص رنگ اُنپر اسقدر چڑھ گیا ہے۔ کہ ہر قسم کے مضامین مین ایک ہی قسم کے الفاظ اُنکی زبان سے ادا ہوتے ہین۔ اُنکا کلام بجز ایک خاص رنگ کے بالکل بے اثر ہوتا ہے + یہی نکتہ ہے۔ کہ سعدی سے رزم اور فردوسی سے بزم نہین بنہ سکی +

میر انیس صاحب نے رزم - بزم - فخر - ہجو - نوحہ سب کچھ لکھا ہے - لیکن جہان جس قسم کا موقع ہوتا ہے - اُسی قسم کے الفاظ اُنکے قلم سے نکلتے ہین + رزمیہ فخر لکھتے ہین - تو فرماتے ہین - ؎

"طاقت اگر دکھاؤن رسالت مآب کی رکھدون زمین پہ چیر کے ڈھال آفتاب کی"

جلال و غیظ کو ان الفاظ مین ادا کرتے ہین - ؎

"کم تھا نہ ہمہمہ اسدِ کردگار سے نکلا ڈکارتا ہوا ضیغم کچھار سے
کیا جانے کس نے روکدیا ہے دلیر کو سب دشت گونجتا ہے یہ غصہ ہے شیر کو"

دیکھو اِن اشعار مین جو الفاظ آئے ہین - جس طرح اُنکے مفہوم مین غیظ و غضب ہے اُسی طرح الفاظ کی صوت و لہجہ سے بھی ہیبت و غیظ و غضب کا اظہار ہوتا ہے +

مولانا عبد الحلیم شرر عباسی

۱۸۶۰ء مین لکھنؤ مین پیدا ہوئے + پانچ برس کے سن مین آپکی بسم اللہ ہوئی آپکے والد ماجد جناب حکیم تفضل حسین صاحب عربی کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور فارسی کے یکتاے عصر تھے + واجد علی شاہ کے ملازم تھے - آٹھ برس کے سن مین آپکو اپنے ہمراہ کلکتہ لے گئے + وہان حافظ الٰہی بخش صاحب سے قرآن مجید ختم کیا - اور اپنے والد سے کچھ ابتدائی کتابین اور ملا باقر صاحب سے صرف و نحو - اور مولوی سید علی حیدر صاحب طبا طبائی سے کچھ منطق و فلسفہ کی کتابین پڑھین - اسی زمانہ تعلیم مین انگریزی زبان بھی سیکھ لی - اور حکیم محمد مسیح صاحب سے طب پڑھی - اور چندے مطب بھی کیا - کلکتہ کے قیام کے زمانہ مین لکھنؤ آنا ہوتا تھا + علم کا شوق بیکار نہ بیٹھنے دیتا تھا - چنانچہ اسی زمانہ مین مولوی محمد یحییٰ صاحب اور مولوی عبد الباری صاحب سے متوسطات معقول تمام کین ۱۸۷۰ء مین آپکے والد نے آپکو لکھنؤ بھیجدیا + یہان آکر آپنے آفتاب ہند جناب مولانا عبد الحیٔ صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے تمام کتب درسیہ تمام کین - اور جناب مفتی میر عباس صاحب سے عربی علم ادب کی تعلیم پائی ۱۸۷۹ء مین علم حدیث کا شوق آپکو دہلی لے گیا - اور مشہور محدث جناب مولوی نذیر حسین صاحب سے صحاح ستہ اور مؤطا امام مالک تفسیر جلالین ختم کر کے لکھنؤ واپس آئے - نظم مین آپ مولوی سید علی حیدر صاحب طباطبائی کے شاگرد ہین - جو اس زمانہ کے مشہور ناظم و نثار ہین + حیدرآباد دکن مین قیام فرما ہین - اور برکات ولایت آصفیہ سے مالا مال ہین + ۱۸۸۰ء مین آپ اودھ اخبار کے اسسٹنٹ اڈیٹر مقرر ہوئے + اُسی زمانہ مین محشر نام ایک ہفتہ وار رسالہ آپنے نکالا - جسمین بہت نازک رنگین شاعرانہ مذاق کے مضامین نکلتے رہے + اودھ اخبار

کی اڈیٹری ترک کرنے کے بعد آپنے ایک دلچسپ ناول لکھا جسکو بہت مقبولیت ہوئی + جنوری ۱۸۸۷ء سے آپنے دلگداز جاری کیا۔ جو اپنے رنگ کا بے نظیر پرچہ ہے +

۱۸۹۱ء مین آپ حیدر آباد تشریف لے گئے + نواب وقار الامرا بہادر معین المہام مال نے اپنے خزانہ پایگاہ سے ماہوار آپکی تنخواہ مقرر فرمائی + حیدر آباد کے قیام کے زمانہ مین آپنے تاریخ سندھ لکھی۔ جسکے مسودہ کو دیکھ کر نواب وقار الامرا بہادر نے پانچہزار روپیہ انعام کے طور پر خزانہ ریاست سے دلوائے + ۱۸۹۲ء مین آپ نواب وقار الامرا بہادر کے صاحبزادے نواب ولی الدین خان بہادر کے ہمراہ انگلستان تشریف لے گئے + انگلستان مین ۱۰ سال رہے۔ اور وہین فرانسیسی زبان سیکھی اور اتنا درک حاصل کر لیا کہ فرنچ زبان کی کتابون کو سمجھ لین۔ اور اُس زبان کی کتابون کا اُردو مین ترجمہ کر لین + انگلستان سے واپسی کے چھ ماہ بعد نواب وقار الامرا بہادر سے باضابطہ اجازت حاصل کرکے۔ پھر لکھنؤ آئے۔ اور یہان آکر برابر علمی خدمات مین مشغول رہے +

۱۹۰۱ء مین آپ پھر حیدر آباد تشریف لے گئے۔ اور وہان اسسٹنٹ ڈائرکٹر تعلیمات مقرر ہوئے + ۱۹۰۴ء مین جناب مولوی عزیز مرزا صاحب مرحوم اور مولوی ظفر علی خان صاحب۔ بی۔ لے۔ کے ہمراہ آپ بھی اپنے خدمت سے سبکدوش ہوئے + اُسوقت سے برابر لکھنؤ مین قیام ہے۔ اور علمی مشاغل سے کوئی دم خالی نہین +

نثر مین شاعرانہ خیالات کا اظہار کرنا۔ تاریخی اور عشقیہ ناولون کو دلچسپ پیرایہ مین ادا کرنا۔ تاریخی حالات کو تحقیق سے لکھنا۔ قدرتی منظر۔ دلی جذبات کو ایسے طور پر لکھنا۔ کہ پڑھنے والے کے دل پر اُسکا سچا اثر قائم ہو جائے۔ آپکا حصہ ہے۔ جسمین اسوقت کوئی آپکی برابری نہین کر سکتا + ناولون کے بابت تمام ہندوستان نے مان لیا ہے کہ آپ سے بہتر کوئی لکھنے والا نہین + آپ کثیر التصانیف ہین + آپکی حسب ذیل چند تصانیف نہایت قابل قدر ہین +

تاریخ سندھ۔ حروب صلیبیہ۔ عصر قدیم۔ فلورنڈا۔ ماہ ملک۔ ایام عرب۔ فتح اندلس۔ فردوس برین۔

رنج والم

اے ہمصفیران ملک وجود! کہو تمہاری اتنی زندگی بے رنج والم کا مزہ اُٹھائے ہی ختم ہو گئی + تم تو ابھی چند روز دن اور باغ ہستی کی ہوا کھاؤ گے + تمکو اپنی پوری عمر کا کیا حال معلوم ؟ تم کیا جانو ؟ ۔ باقی عمر کیونکر گذرے گی + اسلئے تمہارا کیا اعتبار + دیکھو ہم اُن لوگون سے سارا

حال پوچھ لیتے ہین - جو زندگی کو کھو چکے - اور اپنے دلِ دردمند کو لئے قبرون مین لیٹے ہوئے ہین - اور اصل تو یون ہے کہ اُنسے بڑھکر کوئی کیا جانیگا؟ + ہائے جان دیکر یہی تو ایک تجربہ ان لوگون کو حاصل ہے - مدتون دنیا مین ٹھوکرین کھاکر بس اتنی ہی بات اُنھون نے سیکھی ہے + قبر کی بے فکری مین اگر کبھی کبھی دنیا یاد آتی ہوگی - تو روز روز کا سوہانِ روح - اور گھڑی گھڑی کا غم و اندوہ آنکھون مین پھر جاتا ہوگا +

اے یارانِ عدم! - اب تمہارے ہوتے یہ معاملہ کس سے دریافت کرنے جائین؟ پیاری زندگی تم اسی روزانہ مصیبت کے نذر کر چکے ہو + بہت بڑی دولت کھوکر تم نے سیکھا ہے + بتاؤ کہ جب تک دنیا مین تھے کسی وقت بھی آرام سے بسر کرنیکا اتفاق ہوا تھا + یہ ساری ساٹھ ستر برس کی عمرِ جان کاہیون ہی مین گذری + بھلا تمھین کوئی ایسا دن بھی نصیب ہوا تھا - جسمین تم چین سے سوئے ہو؟ + کوئی جشنِ عشرت پوری طرح گذرا تھا؟ کسی بزمِ طرب مین بھی تمکو آخر تک وہی پہلی سی شادمانی رہی تھی؟ + ہماری تو یہ رائے ہے - کہ ایک لمحہ بھی تمپر بے رنج والم کے نہ گذرا ہوگا + آخر کچھ تو بتاؤ - کہ ہماری تسکین ہو + دیکھو بڑی آرزو لگا کر آئے ہین + یہ مسئلہ یہان بھی نہ حل ہوا - تو کچھ نہ ہوا +

خیر - تم نہ بولو بھی - تو کیا مضائقہ ہے؟ وہ تمہارا غضب کا سکوت اور بلا کی مایوسی کہے دیتی ہے - کہ کبھی سچی خوشی نہ نصیب ہوئی + تمہاری حسرت ناکی گواہ ہے + گورِ غریبان کی سنسان آبادی پکار رہی ہے - کہ "صورت ببین حالم مپرس" + دوسرے سارا زمانہ جانتا ہے - کہ "خاموشی نیم رضا" تم سمجھ گئے - کہ اس چپ چپاتا سا دھنے پر یہ بات ٹل جائیگی + بھلا کہین ایسا ہوسکتا ہے؟ خلاصہ یہ کہ تمہارے ہان آکر بھی یہی معلوم ہوا - کہ دُنیا بس رنج والم کا گھر ہے +

اب تو اس مسئلہ پر ہمین یقین آگیا + لاؤ - زمانہ بھر کو سمجھا دین - کہ دُنیا کی ان دیگر خوشیون مین پھنس کر بُری گھڑی کو نہ بھولے + گو بدمستی شبینہ مین خمار کا خیال کسے گذرا ہے - جو ہماری سرمغزن سے گذریگا؟ مگر نہین - اپنا فرض ادا کر دینا چاہئے + اے صاحبان! - رخصت کی گھڑی سر پر کھڑی ہے - مرنے مین آ کر ایسے نہ اترا جاؤ + اے رندانِ خرابات! - دیکھو - پھر خمار بے چین کر دیگا + یون مے مستیون کی نہ لو + اے راحت طلبانِ بزمِ عشرت! - زیادہ خوشیون مین نہ آؤ + تھوڑی ہی دیر مین محفل برہم ہوا

چاہتی ہے + اے ولدادگان وطن! - یہ نہ سمجھو کہ کبھی وطن آوارگان غربت کا ساتھ نہ دینا پڑیگا + کیون اسقدر مانوس عشرت ہوئے جاتے ہو؟ اے جلوہ افروزان تخت سلطنت! - اتنی راحت طلبی اچھی نہین + تمہارے تھوڑے دشمن نہین ہین + اے بدمستان دولت! ہوش مین آؤ + کون جانتا ہے - کہ زمانہ تم سے ہمیشہ ہی بنا رہیگا؟ +

مگر افسوس! جسطرح گورغریبان والون نے دریافت کرتے وقت سانس تک نہ لی تھی - اسی طرح ان لوگون نے بھی آنکھ اُٹھا کے نہ دیکھا + دنیا کی دل بستگیان خدا جانے - کیسا لبھالیتی ہین - کہ گو روز کسی نہ کسی صدمہ سے سابقہ پڑتا ہے - مگر پھر بھی تنبّہ نہین ہوتا + وہ اگلا جملہ سونے سے لکھنے کے قابل ہے - کہ "بدمستی شبینہ مین کبھی خمار نہین یاد آتا ہے" +

دُنیا مین دو چیزین ہین - ایک راحت اور ایک رنج + ان دونون مین ہمیشہ مقابلہ ہوتا آیا ہے + عقل نفس کے دلچسپ مباحثے تو سبھی کو یاد ہونگے - مگر رنج و راحت کی روزانہ لڑائیان بھی دیکھنے کے قابل ہین + انسان مین دیکھو - راحت اپنے زبردست مددگار جوانی کو بلاتی ہے - اور رنج بڑھاپے کو لاکر اُسکا مقابلہ کرتا ہے + مگر یہ کس غضب کا تحیت الجثہ بڈھا ہے کہ ہمیشہ جوانی پر غالب آجاتا ہے؟ باغ ہستی عام طور پر ایک عشرت کی بہار کا مزہ اُٹھواتے اُٹھواتے کبھی خزان کے ذریعہ سے انتہائی افسردگی کا سامان دکھلا دیتا ہے +

مگر راحت کچھ ایسی جلد بازی اور سرعت کو کام مین لاتی ہے - کہ جب اسے دیکھا ہے - پہلے ہی آتے دیکھا ہے - اور غم آخر مین آکر ساری بزم عشرت کو برہم کر دیتا ہے + اسی لئے دیکھئے ہر کسی کا پیدا ہونا نمونۂ راحت ہے - اور مرنا نمونۂ رنج + پوری خوشی سے انسان کی ابتدا ہوتی ہے - اور دنیا کی چندروزہ عمر راحت و غم کے اختلافات اور جنگ و جدال کا زمانہ ہے + خوشی چاہتی ہے - کہ مین اپنا وہی اگلا سا رنگ جمائے رہون - اور رنج کہتا ہے - کہ باغ کی سیر اور یہ آرزو کہین پوری ہو سکتی ہے؟ لاکھ سنبھلنے کے ارادے ہون - مگر جب مین سنبھلنے دون + یہانتک کہ آخر کو اس لڑائی مین رنج ہی کے ہاتھ میدان رہتا ہے - اور موت نصیب ہوتی ہے - جو تمام خوشیون کا خاتمہ ہے - اور رنج ہی رنج رہجاتا ہے + پوری خوشی اُسی روز تھی جس روز پیدا ہوتے تھے - اور پورا رنج اُس روز ہوگا - جب مرینگے +

مگر کیا غم بالکل بُری ہی چیز ہے؟ اصل تو یون ہے - کہ ساری خوشی رنج ہی کے بدولت ہے + جس روز رنج دُنیا سے اُٹھ جائے - اُس روز خوشی کا خاتمہ ہے + قاعدہ یہی ہے - کہ کسی چیز کے ہونے کی جبھی آرزو ہوگی

جب نہ ہونیکا کھٹکا ہو۔ آفتاب کا چمکدار چہرہ اسلئے بھلا معلوم ہوتا ہے۔ کہ چار پہر اُسکے دیکھنے کو آنکھیں ترس جاتی ہین۔ اسلئے کہتے ہین۔ کہ خوشی اُنھین لوگون کو نصیب ہوتی ہے۔ جو مدتون سرد مہری زمانہ کا مزہ اُٹھایا کئے ہین۔ لوگ جو بچپن سے ناز و نعمت مین پلا کئے ہین۔ کیا جانین کہ سچی راحت مین کیا مزہ ہے؟ یہ تو اُنھین سے پوچھئے۔ جن کی بلاکشی مین گذری ہو۔ رنج رنج ہے تو خوشی سے۔ خوشی خوشی ہے تو رنج سے۔

ہمارا مذہب ہے۔ کہ آدمی کبھی خوشی مین رنج کو نہ بھولے۔ اور رنج مین خوشی سے مایوس نہ ہو۔ دونون جوڑا برابر ہے۔ مبتلایان غم سمجھ لین کہ راحت کا جیسا مزہ انکو ملیگا۔ کسی کو نہین ملسکتا۔ سب کچھ سہی۔ مگر کوئی یہ بلاکشی کہان سے لائیگا؟ اور راحت کا لطف ہے۔ تو اسی کے بعد۔ غم فراموشان بزم عشرت ڈرتے رہین۔ کہ آگے چلکر جیسا غم اُنھین جھیلنا پڑیگا۔ کسی نے کاہے کو جھیلا ہوگا؟ ہزار آفتین ہون۔ مگر کسی نے ایسی راحت کاہے کو اُٹھائی ہوگی؟ اور سب سے بڑا غم وہی ہے۔ جو عیش و عشرت کے بعد ہو۔ اُسکی پیروی کرین۔ تو دیکھو کس مزے مین رہتے ہین۔ نہ غم کیشون کو ایسی مایوسی ہوگی؟ اور نہ عشرت گزینون مین ایسی فرعونیت آنے پائیگی۔

باغ آرزو

آہاہاہا!۔ سامنے کیسے پھول کھلے ہوئے ہین!۔ جوانانِ چمن کیسا خوبصورت زیور پہنے ہین!۔ کہ نظر ادھر جاتے ہی فریفتہ ہو جاتی ہے۔ درختون کا ہرا ہرا رنگ آنکھون مین کھپا جاتا ہے۔ کس قیامت کی بہار ہے!۔ اس نظر فریب منظر نے دل مین کچھ ایسا جوش پیدا کرکے اپنی طرف کھینچا۔ کہ بجھی ہوئی طبیعت مین ایک ولولہ پیدا ہو گیا۔ حوصلے بڑھ گئے۔ اور امیدون نے پہلو مین گدگدا کر آگے بڑھا دیا۔ حسرت نصیب زندگی مین جن ہاتھون کو شب و روز ملا کئے تھے۔ وہ اس شوق سے پھیلے کہ دو پھول توڑلین۔ مگر ناکامی ہوئی۔ دو قدم اور بڑھے۔ اب یقین تھا۔ کہ پھول بالکل پاس ہی ہین۔ مگر ہاتھ پھر خالی پڑا۔ اور آگے بڑھے مگر پھر بھی حسرت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔ یونہی برابر بڑھ بڑھ کے ہاتھ مارتے چلے گئے۔ اور ناکام ہوتے رہے۔ فیصلہ پست ہونے لگا۔ اور ارادہ کیا۔ کہ اس خیال خام سے باز آئین۔ حسرت بھری نگاہ سے اُن تر و تازہ اور خوشنما پھولون کو دیکھا۔ جن سے ہاتھ اُٹھایا چاہتے تھے۔ لیکن اس مرتبہ وہ پھول اسقدر نزدیک اور ایسے شگفتہ معلوم ہوئے۔ کہ امیدین از سرِ نو

زندہ ہوگئیں۔ اور حوصلے نے گویا سنبھالا لیا + دل خود بخود کہنے لگا۔ اُہوہ ! اب تو یہ پھول بالکل پاس ہیں + تر و تازگی اب کچھ اور ترقی پر معلوم ہوتی ہے + اب تو انکے رنگ بھی پہلے سے زیادہ نظر فریب ہیں + تھکے ہوئے پاؤن سے پھر کام لیا۔ مگر اب بھی یہی ہوا۔ کہ دھوکا ہوا تھا + ہمت ہار کر بیٹھ گئے۔ اور کہنے لگے۔ ہائے ! کیا اچھے پھول ہین"۔ اتنا کہکر دیکھا۔ تو پھول اور زیادہ نزدیک معلوم ہوئے + بہزار دشواری اُٹھے اور گرتے پڑتے چلے۔ مگر مایوسیون نے اس دفعہ بھی ناکام ہی رکھا + باغ آرزو اسی کو کہتے ہین + یہ کسی کو نہین معلوم۔ کہ دنیا مین ہے۔ یا نہین۔ مگر اتنا جانتے ہین۔ کہ سب لوگون کو پاس ہی نظر آتا ہے + دل لٹکیان ہین۔ کہ جلوہ گاہ حُسن کی طرح لگا لگا کے آگے ہی بڑھائے لئے چلی جاتی ہین + اور کچھ ایک ہی قسم کی نہین ہر طرح کے لطف اور ہر مذاق کی دلچسپیان ہین + دیکھو ! وہ عورت اپنا بیمار بچہ گود مین لئے کھڑی ہے کیسی مایوس ہو ہو کے چارون طرف دیکھتی ہے !۔ مگر کوئی دردمند نظر نہین آتا + آنسو بھری ہوئی آنکھون سے کارخانۂ قدرت کے میٹھے میٹھے نمونے دیکھ رہی ہے + دُنیا بھر کی خوشیان اور شگفتہ دلیان اُسے دھندلی دکھائی دیتی ہین + ان سب چیزون کو ایک حسرت آلود نگاہ سے دیکھ کر اُسنے ایک سرد آہ بھری۔ اور آنکھین جھکالین ہجوم یاس سے گھبرائی ہوئی نگاہ کہین ایک حال پر ٹھہر سکتی ہے ؟ اُسنے پھر آنکھین پھاڑ پھاڑ کر ادھر اُدھر دیکھنا شروع کیا۔ اتفاقاً باغ آرزو پر نظر جا پڑی + وہ دیکھتی ہے۔ کہ اُس پُر فضا باغ کی کیاریون پر ایک مسیحا النفس حکیم کھڑا ہوا ہے۔ اور دلفریب اشارون سے اُسے بلا رہا ہے۔ کہ یہان آ + مین تیرے بچے کا علاج کر دونگا + اور حکیمون کی تشخیص اور علاج کا حال تجربے سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر اسکی صورت دیکھتے ہی تسکین سی ہوئی جاتی ہے + غریب عورت اپنے لڑکے کو لئے ہوئے خوشی خوشی اُدھر کو چلی۔ کامیابی کے شوق مین خدا جانے کسقدر آگے بڑھ گئی + لیکن نگاہ اُٹھا کے دیکھا۔ تو اُسی قدر فاصلہ نظر آیا۔ جس قدر پہلے تھا + عجب حسرت کی آواز سے پکار کر کہنے لگی "حکیم صاحب ! کیا میری قسمت مین نہین لکھا ہے۔ کہ آپ تک پہونچون ؟" اسطرف سے جواب ملا۔ "گھبراؤ نہین۔ اب پہونچا ہی چاہتی ہے" + عورت اور آگے بڑھی + آرزون کے جذبات پھر بہت دور تک بڑھالے گئے + دیکھا۔ تو اب بھی حکیم صاحب اُسیقدر فاصلے پر ہین + اب عورت کے پاؤن مین کچھ طاقت نہین رہی + سانس پھول گئی۔ اور پاؤن من من بھر کے ہو گئے +

اس بے نصیبی پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، ماں کا جوش! اس حالت پر بھی اُسنے ہمت نہین ہاری، روتی ہوئی چلی، اب غور کر کے وہ یہی دیکھتی جاتی ہے۔ کہ کہین حکیم صاحب تو پیچھے نہین ہٹتے جاتے ہین، ایک ہچکی کی آواز اُسکے کان مین آئی، سہم کر اُسنے اپنی گود کی طرف دیکھا، لڑکے کی حالت غیر تھی۔ اور وہ دم توڑ رہا تھا، گھبرا کے بیٹھ گئی، مایوسی کی صورت سے حکیم صاحب کی طرف دیکھا۔ کہ ہاے مین اس لڑکے کو وہان تک نہین پہونچا سکتی۔ اسطرف سے حکیم صاحب نے پکار کر کہا۔ "بیٹھ کیون گئی؟ مین پاس ہی تو ہون، آ میرے پاس چلی آ، میرے پاس سب طرح کی دوائین ہین، اگر تو مانگے۔ تو موت کی بھی دوا دے سکتا ہون" وہ رو کے کہنے لگی "سب کچھ ہے۔ مگر کیا کرون؟ اب آپ تک مین پہنچ ہی نہین سکتی" اتنے مین بچے کا دم نکل گیا، ناامیدی کے ہجوم مین معلوم تو کچھ نہ ہوا۔ مگر وہ عورت اس مصیبت مین جسقدر آگے بڑھی تھی۔ خدا جانے کس نے اُس سے بھی زیادہ پیچھے پھینک دیا؟ باغ آرزو اور ہمارے بیچ مین جو مختصر سا میدان نظر آتا ہے۔ وہ ظاہر مین تو بہت چھوٹا اور بالکل صاف ہے۔ مگر اصل مین بڑا اُلجھاؤ۔ لمبا چوڑا۔ اور انتہا سے زیادہ پیچیدہ ہے، اُسکے اُلجھاؤ کچھ انھین لوگون کو خوب معلوم ہین جنھون نے اسکا سفر کر کے اپنی قسمت آزمائی کی ہے، ہماری زندگی کا دامن میدان آرزو کے دامن سے بندھا ہوا ہے۔ زندگی کی دشواریان اور عرصہ ہستی کی دقتین ہرگز اس قابل نہین۔ کہ انسان انکو جھیل سکتا۔ مگر آرزو کی وہ پیاری پیاری صورتین جو سامنے باغ آرزو مین نظر آیا کرتی ہین اُنسے کچھ ایسی دلبستگی پیدا ہو جاتی ہے کہ یہ دشوار گذار منزلین عجب دلبستگی کے ساتھ ایک نرالی دھن اور محویت مین گزر جاتی ہین۔ زندگی کے ایک مختصر حصہ کی دشواریان بھی ایسی ہین۔ کہ اُنکو یاد کر کے رونے کے لئے بھی جگ چاہئین، دُنیا مین ہمین اچھی طرح انکے یاد کرنیکی نوبت تو آتی نہین ہے۔ جھیلنا کیسا؟ یہ باغ آرزو ہی کی دلفریبیان ہین۔ کہ گذشتہ رنج والم ہمین یاد کرنے سے بھی نہین یاد آتے، اے ہمصفیران ہستی! دیکھو باغ آرزو کی بہار زندگی کے نشیب و فراز مین تمھین کسطرح اپنی طرف متوجہ رکھتی ہے؟ بہت کم ایسے ہونگے جنھین باغ آرزو کی دلفریبیان یاد ہون، اسی لئے ہم یاد دلاتے ہین، کنج عدم کی بے تعلقی اور بے غرضی نے ایسی سادگی اور بھولاپن پیدا کر دیا تھا۔ کہ نہ کوئی آرزو تھی۔ نہ کسی کا ارمان تھا، ایسی بے غرضی کی حالت مین خدا جانے کیا سبب ہوا۔ کہ نہ رہا گیا؟ اور عرصہ ہستی کو روانہ ہوئے، اسوقت تک ہمین تو کسی کی آرزو نہ تھی۔ مگر ہم البتہ اورون کے ارمان بنکر

آئے تھے + غالباً اور ونکے جذبات اور دنیا والون کی کشش ہی نے ہمین اس فکر مندی کے مقام مین کھینچ بلایا + یہ ایسا مقام تھا۔ کہ یہان کی کوئی چیز ہمارے مزاج کے مناسب نہ تھی + نہ آب و ہوا موافق تھی۔ اور نہ یہان کے اخلاق و عادات سے مانوس تھے + دل بے آرزو کو وہ بے فکری کی حالت بہت ہی پسند تھی + مگر یہ پہلا موقع تھا۔ کہ ہمارے دل مین کچھ تمنائین پیدا ہوئین + ہاے مرتے دم تک اس بے فکری کے زمانے کو یاد کر کرکے رویا کرتے ہین + وہ اگلے سچے سرور اور اطمینان کی حالت۔ جو کنج عدم مین نصیب تھی۔ وہان تک تو ہمارے خیال کی نظر بھی نہین جاتی۔ ہان بچپن کے دنون کو حسرت کے ساتھ یاد کر کرکے رولیا کرتے ہین + جب ہم مین فکر مندی کی صلاحیت آچکی تھی + بچے تو تھے ہی۔ امید ایک دلفریب مربی کی صورت مین نظر آئی۔ اور انگلی پکڑ کے ان چیزون کی سیر کرانے لگی۔ جنکی تمنا مین ہمین جان دینی تھی + عمر کے میدان مین جو جو آگے بڑھتے گئے۔ وہ وہ آرزوئین پختگی کے ساتھ دل مین جگہ پکڑتی گئین + جوانی کا زمانہ یاد آیا۔ اور دل مین جنون انگیز جذبات ہجوم کرنے لگے۔ ان دنون ہوش تو کسے تھا ؟ مگر اتنا کہین گے چونکہ حوصلے بڑھے ہوئے تھے۔ اور پانون مین نیا نیا جوش اور پورا شوق بھرا ہوا تھا۔ لہذا باغ آرزو مین جو کوئی نظر آجاتا۔ اگر ہم سے بھاگتا۔ تو ہم بھی رگید ڈالتے تھے + باغ امید اسوقت ایسی بہار مین معلوم ہوا۔ کہ دل آرزو پسند گھبرا اُٹھا + جو نظر پڑی۔ دلفریب تھی + جو پھول دکھائی دیا۔ نظر فریب تھا + جس صورت کی طرف نگاہ گئی + ہوش ربا تھی + ایک دل کدھر کدھر متوجہ ہوتا ہے۔ اور کس کس کا آرزومند بنتا ہے + اس پھول کی خوبیون کو دیکھ رہے تھے۔ کہ دوسرا نظر پڑا + اسکی خوشنمائی کو ابھی جی بھر کے دیکھ بھی نہین چکے تھے۔ کہ تیسرے پر نظر جا پڑی۔ اور اس شوق سے گئی۔ کہ وہین کی ہو رہی + ہاے افسوس!۔ یا المویٰ۔ باغ آرزو کی مصنوعی بہار دکھا دکھا کے یون بڑھاتے لئے چلی گئی۔ اور ہم اس میدان ہوس مین چلتے چلتے ایسے تھکے کہ سارے حوصلے پست ہو گئے + تھوڑی ہی سیر کرنے پائے ہونگے۔ کہ طاقت نے جواب دیا۔ اور بڑھاپا نامرادیون کی بھیانک تصویرون کا البم ہاتھ مین لئے آموجود ہوا + یہ عجیب وقت تھا۔ کہ کبھی تو باغ آرزو کے سدا بہار پھولون پر نظر پڑتی تھی۔ اور مردہ اُمیدین جی اُٹھتی تھین۔ اور کبھی وہ مایوسیان نگاہ کے سامنے ہو جاتی تھین۔ جنکی تصویرین بڑھاپا اپنے البم مین دکھا رہا تھا۔ زندگی اور موت کی کشاکش مین پڑ گئے + حیات اپنی طرف کھینچتی تھی اور موت اپنی طرف +

اے ہمصفیران ہستی! ہم تم سے سچ کہتے ہین۔ کہ باغ آرزو سے تو مزے کی چیز۔ مگر جو فقط اسکے پیچھے کھڑا رہا۔ وہ ایسا خراب ہوا کہ کہین کا نہ رہا + یہ ایک بھول بھلیان ہے۔ کہ جسنے اندر قدم رکھا اور پلٹنا دشوار ہوگیا + اس باغ مین تم جہانتک بڑھتے چلے جاؤ گے۔ تمھین بڑھا تا لئے چلا جائیگا + اسکے پھولون مین یہ قیامت کا جادو بھرا ہے۔ کہ جب تک درختون مین لگے ہین۔ اُسی وقت تک لطف دکھاتے ہین + ادھر تم نے کوئی پھول توڑا۔ (اول تو تمہارا ہاتھ ہی وہانتک مشکل سے پہونچے گا)۔ اور وہ لطف تشریف لے گیا + یہ خوشنمائیان اُسوقت تک ہین۔ جب تک تم دور سے دیکھ رہے ہو + اُن طالب علمون سے دریافت کرو جنھون نے تحصیل علم کے زمانے مین زندگی کی کچھ قدر نہ کی تھی۔ کہ جن ہوسون سے اُنسے یہ محنت و مشقت کرائی تھی۔ کہین سے کہتے ہن۔ جواب یونی ورسٹی کے بڑے بڑے سارٹیفکٹ مل چکنے کے بعد اُنھین حاصل ہوئین؟ ہاے! تم جہانتک غور کروگے۔ یہی معلوم ہوگا۔ کہ آرزو محض ایک دل مین رہنے والی چیز ہے + یہ دل سے کبھی نہ نکلے گی اور جو نکلے۔ وہ آرزو نہین + آرزو اسی کا نام ہے +

تم کو کچھ کرنا ہے۔ اور اس سے کچھ فائدہ اُٹھانا ہے۔ تو باغ آرزو مین زیادہ بڑھے نہ چلے جاؤ + جہان رہو۔ وہین رہو + سامنے کی دلفریبیون کو دور ہی سے دیکھو + انکے پاس جانیکا قصد نہ کرو + جو تمھین کرنا ہے۔ وہ کرو + جس غرض کے پورا کرنیکے لئے دُنیا مین آئے ہو۔ اُسکی تکمیل کی فکر کرو + ہان جسطرح دُنیا کے اور باغون مین تفریح کے لئے نکل جاتے ہو۔ اُسیطرح اس باغ کی بھی دو گھڑی سیر کرلیا کرو + یہ نہین۔ کہ اسی کے ہو رہے + اس خام خیالی مین پڑوگے۔ تو یون ہی بیکار زندگی گزارتے گزارتے ایک دن ایسا اضطراب ہوگا۔ کہ پاؤن کے نیچے سے زمین نکل جائیگی۔ اور تم بڑی افسردگی اور بےبسی کے ساتھ قبر مین سلادئے جاؤ گے۔

فصل بہار

جن لوگون کو نیچر پر غور کرنے کی عادت نہین ہے۔ اُنکے نزدیک تو موسم کا تغیر ایک معمولی بات ہے۔ گرمی کے بعد برسات کا آنا اگر قابل خیال ہے۔ تو صرف اس جہت سے۔ کہ چھت کی درستی اور مکان کی مرمت ضروری ہے + یہ دوشالون اور اونی کپڑون کو دھوپ دینے کی ضرورت ہے + برسات کے بعد جاڑون

اور جاڑون کے بعد گرمی کا آنا بھی کچھ ایسی ہی باتون سے توجہ کے لایق ہو جاتا ہے۔ لیکن جن لوگون نے نیچر کے سین کو ایک دقیق کتاب تصور کیا ہے۔ جسکا مصنف **حکیم علی الاطلاق** ہے۔ اُنکے نزدیک ہر نقطہ قابل غور ہے۔ جسکی تشریح ہوتے ہوتے نیچرل فلاسفی سا وسیع علم پیدا ہو گیا۔ گھاس پھونس کیڑے مکوڑون کو جب سوچنے والے دماغون نے دیکھا۔ تو اُنکو اتنی حکمتون سے مالا مال پایا۔ جنکے بیان کا نام بوٹینی (علم نباتات) اور زلوجی (علم الحیوان) رکھا گیا۔ اوران ہی باتون سے فلاسفی مین چار چاند لگ گئے۔

فصل بہار جن دلچسپیون اور فیاضیون کی جلوہ گاہ ہے۔ افسوس! کتنے اہل دل نے اُسکو اُسی نظر سے دیکھا ہوگا۔ جو اُنکی خوبی کے سزاوار ہے۔ اس موسم مین اگر کسی باغ مین جاؤ۔ تو ایک عجیب جلوہ دیکھو گے۔ نہ صرف رنگ برنگ کے دلفریب پھول ہی۔ بلکہ ہر گھاس کی پتی ایک شان دلفریبی سے آنکھون کے سامنے آئیگی۔ پھول کا رنگ باصرہ کو۔ اُسکی بو شامہ کو۔ اور طیور کی پُرجوش نغمہ سنجی سامعہ کو۔ فریفتہ کریگی۔ اور دل و دماغ پر ایک ایسا عالم نشاط و حیرت طاری ہوگا۔ جسکا بیان ناممکن ہے۔ کسی پھول کی بلا کی سادگی اور کسی کی قیامت کی شوخی۔ اور کسی کی غضب کی بو۔ اور کسی کی دلفریب صورت۔ قدرت کے کمال کا اظہار کریگی۔ اور غور کیا جاے۔ تو پردۂ حسن مین نیچر کا جلوہ خالص دیکھنے کے واسطے پھول سے بڑھکر کوئی چیز نہین ہے۔ حسن انسانی اگرچہ اعلیٰ نمونہ صنعت ہے۔ لیکن اُسمین نیچر کا جلوہ خالص دیکھنے کے واسطے ایک ایسی نگاہ کی ضرورت ہے۔ جس سے انسان قریباً بالکل محروم ہین۔ اگر باغ کو چھوڑ کر ہم جنگل کو نکل جائین۔ تو وہان بھی چھوٹے چھوٹے رنگ رنگ کے پھول دیکھین گے۔ جو اپنی کیفیت خاص مین باغ کے پھول سے زیادہ بھلے معلوم ہونگے۔ ڈھاک کی طرف۔ جسکے تین پات مشہور ہین۔ اگر آپ چاہین۔ تو آپ دیکھین گے کہ ربیع نے اُسکو بھی سُرخ جامہ پہنا دیا ہے۔ اور دور سے دیکھ کر بے تکلف یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آتش بے دود روشن ہے۔ اور اگر آتش پرست اسکی پرستش کرتے۔ تو غالباً اس گرم فقرے سے محفوظ رہتے۔ کہ اُنکا معبود خود اُنکو جلا دیتا ہے۔ اس خوشنما پھول پر تلیر کی (جو ایک چھوٹا سا پرند ہے) وارفتگی اور نغمہ سنجی دیکھکر ہمی خیالی گل و بلبل کا تصور آئینۂ دل مین پھر جاتا ہے۔ جسکے وصف مین ہمارے شعرا کے کلام کے صفحے رنگین ہین۔ اور شاید شعرائے فارس نے شیراز کے ہزار داستان کے بھی نغمے سنے ہونگے۔ جنکی

سبب اس درجے سے جانور کے دل مین گرمیٔ اُلفت کا پتہ انکو لگا + لیکن معاف کیجئے۔ شعراے دہلی و لکھنو کے واسطے جسطرح ہزار داستان شیراز ایک خیالی مضمون ہے۔ اُسیطرح یہ پرند ہوتا کیونکہ اسکی وارفتگی دیکھنے کے واسطے بھی انکو دیہات مین تکلیف کرنی پڑتی +

فصل بہار کے آنے سے پہلے جس سختی اور بے دردی سے بڑے بڑے درختون کے پتّے گرائے جاتے ہین۔ وہ اسپر افسوسناک اثر کرتا ہے + اور یہ ایک موخر سین ہوتا ہے۔ کہ ہم سرسبز درختون کو دیکھتے ہین۔ کہ وہ بالکل بے برگ رہ جاتے ہین + لیکن یہ برگ ریزی بمنزلۂ غسل حمام کے ہوتی ہے۔ جو کارکنان بہار سبز خلعت پہنانے سے پہلے درختون کو دیتے ہین + بہار مین جب ان درختون کے قریب ہوکر گزرو۔ تو ان کی بھینی بھینی خوشبو متوالا کر دیتی ہے۔ اور یہ کچھ اس انداز سے ہلتے ہین۔ کہ معلوم ہوتا ہے۔ گویا اپنی بو سے خود مست ہین + جنگل کی جھاڑیان۔ جو ہمیشہ مسافران صحرا کے دل مین کھٹکتی رہتی ہین۔ اس فصل مین اپنے کانٹون کی ایذا کا بوے خوش سے معاوضہ کر دیتی ہین + اس کیفیت کو دیکھ کر یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ زمین مین ایک جوش ہے۔ جو تمام قابل روئیدگی مادون کو اُسکے اندر سے نکالکر باہر پھینکے دیتا ہے +

وحوش وطیور کو دیکھئے۔ تو اُنمین بھی ایک عجیب جوش محسوس ہوتا ہے۔ جو اُنکی مستانہ ترانہ سنجیون اور تمام حرکات وسکنات سے آشکارا ہوتا ہے + اگر ہم خود اپنے آپ کو جانچین۔ تو فیض بہار کی تاثیر پائینگے۔ بہت سے لوگ ایسے ہین۔ جنکو کثرتِ خون کے سبب اس فصل مین فصد کا قصد کرنا پڑتا ہے + آہ! کوئی وارفتہ سودائیون سے پوچھے۔ کہ یہ بہار کیا ہے؟۔ اور اسکے جلوے اُنکے دلپر کیا اثر کرتے ہین؟۔ بوے گل اُنھین کیا یاد دلاتی ہے؟ + پھول کی صورت دیکھکر اُنکو کیا یاد آتا ہے؟ اور نسیم سحری کیا اُمنگ اُنکے دل مین پیدا کرتی ہے؟ + غالباً جتنے پھول چمن مین ہونگے۔ اُن سے زیادہ حسرتون کے داغ اُنکے دلپر چمکتے ہونگے + ہاے! کیا حسرت تھی اُس کے دل مین؟۔ جو عالمِ محویت مین پڑھ رہا تھا ع۔ فصلِ بہار ایکی بھی یون ہی گذر گئی + غرض ہر طرف صانع حکیم کی قدرت کاملہ کا ظہور ہے۔ سہ

فصل گل و موسم بہار است گلزار برنگ و بوے یار است

لالۂ خودرو

ایک خستہ جگر اپنے سفر کے ولولے مین ڈھاک کے جنگل سے نکل کے کسی نہایت نظر فریب سبزہ زار مین پہونچا ہے + شام کا وقت ہے ۔ آفتاب غروب ہو رہا ہے ۔ اور قدرت کے جذبات اُبھرتے آتے ہین + یہ عالم ہے کہ جدھر نظر جاتی ہے ؎ کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست ۔ مگر یہ حرمان نصیب کسی طرف نہین متوجہ ہوتا + اپنے معمولی جنون کی دھن مین قدم بڑھائے چلا جاتا ہے + ناگہان لہلہاتے ہوئے سبزہ زار کی خوشگوار سبزی مین ایک دلفریب سُرخی نظر آئی ۔ اور مسافر کا قدم رک گیا + یہ ایک شگفتہ لالے کا پھول تھا + اسکی دلکش خوشنمائی ۔ شام کی دھندلی روشنی مین اس درجے بھلی معلوم ہوئی ۔ کہ ہمارا منچلا صحرا نورد آگے نہ بڑھ سکا + غور سے اس پھول کو دیکھنے لگا + اب دیکھتے ہی دیکھتے بیٹھ گیا ۔ کہ اس حُسن کے چھوٹے سے رسالہ کا خوب مطالعہ کرلین ۔ تو آگے بڑھین + یہ پھول نہ تھا + اسکی ہر پنکھڑی حسن دلربا کی ایک سچّی تصویر تھی ۔ یا کتاب حُسن کے ایک ورق کا حکم رکھتی تھی + اب اس مسافر کے خیالات کا اندازہ کوئی کرے ، اُسے تو خدا جانے کیا کیا یاد آگیا ہوگا + جس بات پر ہمین غور کرنا چاہئے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ یہ صحرا نورد ایسا جہاندیدہ شخص ۔ جسکو کسی کا پیارا خیال نہین معلوم کدھر کھینچے لئے جاتا تھا ۔ اس ایک پھول مین کیا بات تھی ۔ کہ چلتے چلتے رُک گیا + دُنیا کے خدا جانے کیسے کیسے سرسبز اور شاداب باغ کس کس غضب کے سراپا بہار اور شگفتہ پھول اُسکی نظر سے گزرے ہونگے ۔ مگر کوئی اسکے دل پر وہ اثر نہ ڈال سکا جو اس ایک خودرو اور صحرائی پھول سے پڑ گیا +

بات یہ ہے ۔ کہ جس چیز کی آبیاری قدرت کرتی ہے ۔ اور جس چیز مین نیچر کی مشاطہ کا سحر آفرین ہاتھ لگ جاتا ہے ۔ اُسکے جذبات اس درجہ بڑھ جاتے ہین ۔ کہ دیکھتے ہی دل یک بیک ہاتھ سے نکل جاتا ہے ، دنیا ہر پہلو سے اس امر کا تجربہ کرا رہی ہے ۔ کہ انسانی تکلفات اپنی صناعیون سے چاہے جسقدر کرشمے دکھائین ۔ مگر قدرت کی ایک ادنیٰ سی کاریگری اپنی سادگی کا تماشا دکھا کر سارے کرشمون کو خاک مین ملا دیتی ہے + یہ وہ مقام ہے ۔ جہان سے خالقیت اور مخلوقیت کا نازک اور واجب التسلیم مسئلہ ثابت کیا جاتا ہے +

ان صحراؤن اور غیر آباد مرغزارون کو دیکھو۔ جسکے قدرتی رنگ مین رنگے ہوئے دامن پر کسی کے نقش قدم کا دھبّہ بھی نہین پڑا ہے + اگرچہ کوئی لطف اُٹھانیوالا نہین۔ مگر کس قیامت کی بہار دکھارہی ہین۔ عام خیالات کی بنا پر پریان۔ مذہبی معتقدات مین فرشتے۔ اور ایک جا نکلنے والے کی نظر مین صرف آزاد طیور۔ چہچہا چہچہا کے اُڑتے پھرتے ہین + اچھوتے اور پاک چشمے خوشنمائی کے ساتھ جاری ہین۔ اور چارونطرف باغبان قدرت کے ہاتھ کے لگائے ہوئے خودرو پھولون نے ہری ہری زمین پر رنگ رنگ کی گلکاریان کی ہین + یہ سما آجتک زمین کے اُن ٹکڑون پر جنھین ہمارے تکلفات نے بھدا بنا ڈالا ہے۔ کسی کو نظر آیا ہوگا + ہاے وہ بے تکلفی کہان ؟ کہ جو چیز ہے اپنے مقام پر آزاد ہے + چڑیان ہین۔ تو جہان چاہتی ہین۔ بیٹھ کے دو باتین اُڑا لیتی ہین + نہرین ہین۔ تو جدھر دل مین آتا ہے۔ مُڑ جاتی ہین + درخت ہین۔ تو جہان مناسب سمجھتے ہین اُگ آتے ہین + پھولون سے جبتک نبتا ہے۔ اپنی ہنسی کو روکتے ہین + جب جی چاہتا ہے۔ کھلکھلا پڑتے ہین + پھر آپ ہی جب وقت آجاتا ہے۔ اور پھولون کو اپنا جانشین کر کے افسردگی کے ساتھ گر پڑتے ہین + لیکن اُنکی افسردگی سبزہ زار کے جانفزا سین پر کوئی اثر نہین والتی۔ صحرا کے آزاد دلربأون (یعنی نازک پھولون کی) یہ صحبت اسقدر بے تکلفی اور بیغم ہے۔ کہ نہ کسی افسردگی کا کسی کو ملال ہوتا ہے۔ اور نہ کسی کی خوشی اور نازفروشی پر کوئی اترا اُٹھتا ہے + اگر کسی کو خوشی ہے۔ تو اپنی۔ اور غم ہے تو اپنا + یہ لطف بھلا وہان کہان نصیب ؟ - جہان ہمارا انسانی باغبان نیچر کے اصول توڑ کر ادھر کے درخت اُدھر اور اُدھر کے درخت ادھر لگاتا ہے۔ جہان آزادی پر پہرے بٹھائے گئے ہین۔ اور جہان ایک ادنیٰ بے تکلفی پہ کاٹ چھانٹ کے فوجداری قانون پر عملدرآمد کیا جاتا ہے + ہاے! وہان لالۂ خودرو ہی نہین جو دل چھین لیا کرتا تھا +

ہمارے باغ چمین کا ہر ہر پھول بڑی تمناؤن سے دو چار روز کے لئے شگفتہ ہوا ہے۔ لاکھ بہار کا موسم آئے۔ اور ہزار علم نباتات کے اصول برتے جائین۔ اصل تو یون ہے۔ کہ جب مقابلہ کیجئے۔ تو یہی دل مین آتا ہے۔ کہ سارے باغ کو لالۂ خودرو کے اس ایک دلفریب پھول پر قربان کر دیجئے۔ جو بے کسی کی کوشش کے خود بخود کسی صحرا مین اُگ آیا ہے +

باغ پر کیا منحصر ہے۔ اپنی اور قدرت کی کاریگریون کا جب مقابلہ کیجئے گا۔ اپنی صنعت کے دلکش

نمونے پھیکے نظر آنے لگین گے، شہرون کی عمارتین نظر سے ہر وقت گذرتی رہتی ہین۔ عالی شان محل اور مرتفع کوٹھیان اپنے مقام پر بڑی آن بان دکھا رہی ہین۔ اور نہایت باشان و شوکت معلوم ہوتی ہین۔ مگر جب اُس ریگستانی سین کو دیکھیے جہان بالو کے خوشنما سفید ٹیلے کوسون تک چلے گئے ہین جنھین ہوا ہر وقت برابر کرتی رہتی ہے۔ تو اُن عمارتون سے دل ہٹ جاتا ہے۔ اور جی مین بے اختیار یہی آتا ہے۔ کہ بس یہین کے ہو رہیے۔ ان ٹیلون کے آس پاس رہنے مین سو طرح کی تکلیف ہے۔ مگر قدرت نے اُنکی سادگی مین خدا جانے کیا دلکشی پیدا کر دی ہے۔ کہ بادی النظر مین دل ان سب سختیون اور تکلیفون کے گوارا کر لینے کا وعدہ کرتا ہے، کیون؟ اسلیے۔ کہ وہ اپنے اسٹیشن کے لالۂ خودرو ہین، دنیا مین سیکڑون دفعہ روشنی دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور صرف معمولی طرز کی روشنی نہین۔ وہ روشنی جسے یورپ کی نئی جدتون نے بہت صاف اور پاکیزہ کر دیا ہے۔ مگر کبھی کسی کے خیال مین بھی گذرا ہے۔ کہ آسمان کے جگمگاتے ہوئے تارون کی بہار کسی دنیاوی روشنی کے آگے ماند پڑ سکتی ہے، ان تارون کی روشنی مین یہ بھی ہے۔ کہ کوئی کم چمکتا ہے۔ اور کوئی زیادہ، کسی شکستہ ہار کے موتیون کی طرح بے ترتیب اور بکھرے بھی پڑے ہین۔ مگر باوجود ان سب باتون کے انکا جھلملانا بھی ایسا بھلا معلوم ہوتا ہے۔ کہ انکے ہوتے کسی قسم کی روشنی نظر مین نہین جچتی، اصل مین یہ تارے اگر غور سے دیکھیے۔ تو ایک قسم کے لالۂ خودرو ہین۔ کیونکہ خاص قدرت کی کاریگری کا نمونہ ہین، لالۂ خودرو کچھ وہ سُرخ داغدار پھول ہی نہین ہے۔ جس سے ہمارے شعرا عشاق کے دلون کی تشبیہ کا کام لیا کرتے ہین، ہر وہ چیز جسکو قدرت صرف اپنی فیاضی کا نمونہ بنائے۔ اور نیچر کے سانچے مین ڈھل کر اچھوتے اور بے تکلفانہ سادگی کے ساتھ دنیا والون کی نظر کے سامنے پیش ہو جائے۔ لالۂ خودرو ہے۔

یہ جہان تاب آفتاب۔ چودھوین کا چاند۔ یہ اندھیری راتون کے تارے۔ یہ نیلگون آسمان سچ پوچھیے۔ تو اپنے اپنے محل پر سب لالۂ خودرو ہین، انمین سے کون ہے؟ جسکے مقابلے دنیا باوجودیکہ اتنی دور تک بڑھ آئی۔ اپنی کاریگری کا ایک نمونہ بھی پیش کر سکی ہو۔ کھلی اور اونچی کوٹھیون مین خس کی ٹٹیون سے چھن چھن کر ہوا آتی ہے۔ اور دل و دماغ تازہ کر دیتی ہے۔ مگر یہ ہوا چونکہ انسانی حکمتون سے بنائی گئی ہے۔ اسلیے اسمین وہ لطف نہین۔ جو کسی سبزہ زار اور کھلے میدان مین نسیم سحر سے حاصل ہوا کرتا ہے، اُس ہوا پر ہماری تدبیرون کا کچھ اثر نہین پڑا ہے، ہماری کثافتون سے بالکل پاک و صاف ہے۔ سیدھی خدا کے پاس سے آتی ہے۔ اور آزادی کے ساتھ کھلے اور وسیع صحراؤن مین خوش خرامیان کرنے لگتی ہے۔

منازل حیات

یہ مضمون مولوی عبدالرشید صاحب دہلوی کے ایک ناول منازل السائرہ سے لیا گیا ہے، مولوی عبدالرشید صاحب شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم دہلوی کے بھائی نہایت قابل اہل زبان ہیں، آپنے یہ ناول عورتوں کی تعلیم کے لئے لکھا ہے جیسا کہ مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے توبۃ النصوح وغیرہ لکھی ہے، اسکی زبان نہایت پیاری ہے - خیالات نہایت پاکیزہ - جس سے اخلاق پر عمدہ اثر پڑسکتا ہے، اس ناول میں انسان کی عمر کے چار زمانوں کے حالات کا سچا فوٹو ایک مقام پر دکھلایا ہے - وہ مضمون یہاں منتخب کیا جاتا ہے۔

گلزار شیرخوارگی

یہ ایک چھوٹا سا مگر خوشنما و شاداب باغیچہ تھا + مختلف عمروں کے آدمی مرد اور عورتیں باد بہاری کا لطف اُٹھاتے پھر رہے تھے + صبح سعادت کا وقت تھا، گلہائے رنگین کی پیاری صورتوں نے زمین چمن کو بوقلمون کر رکھا تھا + شبنم نے موتیوں کے ہار بچھا دیئے تھے + باد صبا فرحت و انبساط کے مژدے دیتی پھر رہی تھی + عورتوں کی گودمیں چھوٹے چھوٹے بچے تھے + مرد جوق جوق ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہنستے بولتے - اِدھر اُدھر ٹہل رہے تھے + امیدوں نے اُنکے چہرے مالا مال اور دل چونچال کر رکھے تھے + ہرے بھرے گلزار آنکھوں کے سامنے لہلہا رہے تھے + اور مالوں کے قدرتی چشمے کشت اُمید کو تر و تازہ کر رہے تھے + انتہائے نظر اور حد خیال تک چپّہ چپّہ اور ذرّہ ذرّہ شاداب دکھائی دیتا تھا + وسط چمن میں ایک دودھ کی نہر لہریں لے رہی تھی + کیا بیفکری کا زمانہ تھا! مسافر! وہی چھوٹے چھوٹے بچے، بھوک لگی - کنارے پر آئے - مُنہ جھکایا - اور سیر ہو گئے + ہائے کیا نعمت تھی! - کہ کلیجے سے لگا کر دنیا بھر کی کلفت دور ہو جاتی تھی، افکار و ملال خواب و خیال ہو جاتے تھے + رنج و غم غلط ہو جاتا تھا + کیا دولت تھی! جسکے مقابل ہفت اقلیم کی سلطنت ہیچ و بے وقعت تھی + بادشاہ وقت کا حکم اتنا مناسب تھا - کہ ہر شخص مسافر نوازی اپنا فرض سمجھتا تھا، اگر کوئی اللہ کا بندہ اس خدمت سے محروم رہجاتا تو اپنے تئیں نہایت بدقسمت تصور کرتا + کیا مبارک سرزمین تھی! جو مرد نظر آیا شگفتہ + جو عورت دکھائی دی - وہ باغ باغ - عورتیں پرے کے پرے جس وقت مسافر کو گود میں لیکر گلگشت کو نکلتے تھے - درختوں کی صدا [illegible]

یہ محافظ و خبرگیر جو مسافرون کی خدمت پر متعین تھے۔ایسے اچھے لوگ تھے۔کہ سوطرح سے نثار تھے، ذرا مسافر کے پھانس لگی۔اور بیچین ہوئے، ان لوگون کی پیشانیان ستارہ صبح کی طرح روشن تھین۔اور اُنکے دل برکت نور سے معمور، محبت کا سرمہ اُنکے آنکھون مین لگا ہوا تھا۔اور خدمتگزاری کی روشنی اُنکے چہرون پر چمک رہی تھی، مکر کا نام نہ تھا۔ریا کا کام نہ تھا، خالص محبت تھی۔اور سچی خدمت، اللہ اللہ۔کیا لوگ تھے!۔کہ جان تک دریغ نہ کرتے تھے، خوش قسمت میزبان تھے۔کہ کامیابی کے ساتھ مہمانون کی خدمت ختم کرتے تھے، اگر کوئی مسافر اُنکی خدمت ہی مین ہمیشہ کیواسطے رخصت ہوجاتا تھا۔تو روتے تھے۔اور پیٹتے تھے، یہان ایک بات دیکھ کر بہت ہی تعجب ہوا، بہت کم مسافر ایسے نظر آئے۔کہ خدمت محافظین کو مدنظر رکھا، اس خدمت کا معاوضہ تو خیر ناممکن تھا جب وہ وقت آتا۔کہ وہ ان کے محتاج ہوتے۔تو یہ آنکھ چُرا جاتے۔لذا نفسانی کے پابند ہو جاتے۔غیرون سے محبت کرتے۔دوستون سے اختلاط کرتے۔خود محافظ ہوکر مسافرون کی خدمت کرتے۔لیکن وہ محسن فراموش کردیتے۔جسکی بدولت خدا نے اس قابل کیا، پھربھی وہ اللہ کے بندے ہر حال مین خوش تھے۔جسکو سُنا یہ ہی کہتے ہین "خدمت کرو تمہاری سعادت ہے۔نہ کرو کچھ شکایت نہین"۔

منزلون مسافرون کے ہمراہ جاتے۔اور حتی المقدور آنکھ سے اوجہل نہ ہونے دیتے، ہر منزل مین خدمت کرتے۔اور ہر مصیبت مین شریک رہتے، انمین بعض ناعاقبت اندیش ایسے بھی تھے۔جو عقل کی آنکھون پر پردے ڈال لیتے تھے۔اور درجہ محبت کو کمال پر پہونچا کر جا بیجا کا امتیاز کھو دیتے تھے، اپنے بُرے اعمال اور ناقص افعال کا نمونہ دکھا کر مطلب صیاحی خبط کردیتے تھے۔اور پہلی ہی منزل سے مسافر بیچارون کی بات ماری شروع کردیتے تھے،

سرائے طفولیت

سرائے طفولیت ایک عالی شان محل حیات آباد مین آسمان سے کھڑا باتین کررہا تھا۔ شہر کے ہر چہار طرف چونہ گچی کی پختہ عمارتین بنی ہوئی تھین، سرائے کے دروازۂ خاص پر رنگ برنگ کے جھنڈے ہوا مین لہرا رہے تھے، دیوارون کی گلکاریان۔محرابون کے نقش و نگار موسم بہار کا

مزہ دے رہے تھے + زنگارنگ کے جواہرات جڑے ہوئے جگمگ جگمگ کر رہے تھے + لوگ خوش حال اور فارغ البال۔ نہ کوئی مفلس نہ کنگال + بازار کشادہ و بارونق + دکاندار خلیق و منکسر مزاج + عجیب مقام تھا کہ ہر طرف بے فکری کے ڈنکے بج رہے تھے +

سرائے کے اندر ہر طرف وسیع و پختہ کمرے بنے ہوئے تھے۔ بے فکری کا دور تھا + اطمینان و فارغ البالی کی حکومت تھی + امیری کا کارخانہ تھا + بادشاہت کا زمانہ تھا + محافظ زیادہ وہی تھے۔ جو منزل اول میں تھے + مگر محبت کا ثمر پہلے سے بڑھ گیا تھا + مسافروں کی قدر و منزلت روز بروز زیادہ ہوتی جاتی تھی + کیا مبارک سرزمین تھی ! ۔ کہ رنج و غم پاس آکر نہ پھٹکتا تھا + نا عاقبت اندیشی۔ انواع و اقسام کی نعمتیں اُنکے دستر خوان پر چُن دی تھی + کھیل کود کے خلعت گران بہا زیب تن ۔ خوشی کا تاج سر پر لگائے ہوئے ۔ ادھر اُدھر پھرتے تھے + کیا دن تھے۔ کہ پھر نہ آئے ! ۔ اور کیا جگہ تھی۔ کہ دوبارہ دیکھنی نصیب نہ ہوئی ! ۔ بغض و حسد کا گذر نہ تھا + فکر معیشت کا پتہ نہ تھا + دولت و عُسرت کا امتیاز نہ تھا + نخوت و غیبت کا نام نہ تھا + جو ضرورت ہوئی۔ وہ رفع + جو خواہش ہوئی۔ وہ پوری + اُنکی بھولی بھولی باتون اور سیدھے سادے معاملون پر آسمان انصاف سے موتی برس رہے تھے + فراغت و اطمینان کا باغ خوشی و خرمی کے پھول نچھاور کر رہا تھا۔ محبت و پیار کے ہار گلے مین پڑے تھے + کامیابی کے گلدستے طاقون مین چنے ہوئے تھے + آرام و آسائش کی بیلین دیوارون پر چڑھی ہوئی تھین۔ غرض ہر قطع گلزار ارم بنا ہوا تھا +

محافظ و خبر گیر کیسے کیسے خدمتگزار ! ۔ کہ حکم کی دیر اور تعمیل کو تیار + ایسے ایسے ناز بردار کہ ذرا سے اشارے پر جان نثار کرنے کو آمادہ + انتظام اتنا معقول۔ کہ بڑے بڑے سرکش و تاجدار مسافرون کے سامنے عاجز و لاچار تھے ۔ اس منزل کا تمام زمانہ آزادانہ و بیباکانہ گذر گیا + ضرورت سے پہلے اور حاجت سے پیشتر ہر چیز تیار اور موجود + نہ کسی بات کا کھٹکا تھا۔ نہ کسی قسم کا خوف + نہ عزت کی خواہش تھی ۔ نہ دولت کا ارمان + نہ نخوت کے اسباب۔ نہ غرور کا سامان۔ جو ملا۔ کھالیا + جہان نیند آئی۔ وہان پڑ رہے + طبیعت مین شر نہ تھا۔ اور دل مین فساد نہ تھا + "کیا ہوگا۔"

کا فکر نہ تھا" کیا ہوگیا" یہ یاد نہ تھا + کوئی بات خلاف مزاج ہوئی - روئے + کوئی چیز اچھی ہاتھ آگئی - ہنس دیئے + مگر طبیعتوں مین قبولیت کا مادہ موجود تھا + جو سنتے تھے - وہ کہتے تھے + جو دیکھتے تھے - وہ کرتے تھے + نتائج سفر کا دارو مدار اسی جگہ تھا + ذراسی لاپروائی بدتر سے بدتر بنادیتی تھی +

چمنستان شباب

چمنستان شباب کی سرحد مین داخل ہوتے ہی طبیعت خود بخود شگفتہ ہونے لگی + ہوا کے فرحت بخش جھونکے دل و دماغ کو تر و تازہ کرنے لگے + پھولوں کی تیز اور مست خوشبو سے کوسون تک جنگل مہک رہا تھا + جون جون آگے بڑھتے گئے - دل مین اُمنگ اور خواہشین پیدا ہوتی گئین + پاس پہونچکر دیکھا + ایک خوشنما باغ دور تک چلا گیا ہے + دروازے لگے ہوئے ہین + چار دیواری کھینچی ہوئی ہے - مگر اندر جانے کے واسطے اجازت عام ہے + کسی قسم کی روک ٹوک نہین + آگے قدم بڑھایا + تمام عالم سرسبز و شاداب نظر آیا + ہر قطعہ چمن بہشت برین بنا ہوا ہے + رنگ برنگ کے پھول کھل رہے ہین + خوشبوؤن نے ہوا اور ہواؤن نے باغ کو لہکا رکھا ہے + گلاب کے تختے پھیلے ہوئے ہین + میٹھے اور ٹھنڈے پانی کے چشمے بہ رہے ہین + بارآور درخت جھنڈ کے جھنڈ جھوم جھوم کر زمین کو چوم رہے ہین + طائران خوش الحان ڈالیون پر بیٹھے چہکار رہے ہین + ہرے بھرے درخت کھڑے لہلہا رہے ہین + پرند کلیلین کر رہے ہین + گملے قطار در قطار چلے گئے ہین + کیلے کی چھاؤن دُور تک پھیلی ہوئی ہے + سنگ مرمر کے حوض بنے ہوئے ہین + رنگ برنگ کی مچھلیان تیر رہی ہین + وسط چمن مین ایک بارہ دری ہے - پٹاپٹی کے پردے پڑے ہوئے ہین + مخمل رومی و کاشانی کا فرش بچھا ہوا ہے + کنیزان مہرو سر سے پاؤن تک جواہرات مین ڈوبی زرق برق لباس سے آراستہ پیراستہ اِدھر اُدھر پھر رہی ہین +

سرائے طفولیت کے طرف سے مسافر بھاگے دوڑے چلے آرہے تھے - اور چمنستان شباب کے اسباب دیکھ کر اسطرح دلدادہ ہوتے تھے - کہ گویا اب تمام عمر یہ فرحت و شگفتگی اُن کا

ساتھ نہ چھوڑیگی + اس سرزمین کی ہر چیز مین کچھ ایسا مقناطیسی اثر تھا۔ کہ دل خودبخود کھنچا چلا جاتا تھا + دو چار صورتین ایسی بھی دکھائی دین۔ جنھون نے اس بات کا پتہ لگا لیا۔ کہ یہ دلفریب جلوے عارضی و فانی ہین +

غور سے دیکھا۔ تو درحقیقت تمام چمنستان ایک جادو کا کارخانہ تھا + گلاب کے پودے کانٹون سے پٹے پڑے تھے + چنبیلی کے پھولون مین شہد کی مکھیان چھپی بیٹھی تھین + بیلون مین سانپ بچھو لپٹے ہوئے تھے + چشمون کا پانی دیکھنے مین صاف شفاف۔ مگر پینے مین زہر ہلاہل + چور۔ قزاق۔ گرہ کٹ۔ اُٹھائی گیرے آنکھون کے سامنے پھر رہے تھے۔ اور اپنے فن کے ایسے کامل و ہوشیار۔ کہ کیسا ہی تجربہ کار آدمی کیون نہ ہو۔ بات کی۔ اور گرفتار ہوا۔ فتنے کا سا عالم تھا + جو نظر آیا۔ وہ بیخود و سرشار + دیوارون پر خوبصورت تصویرین بنی ہوئی تھین۔ مگر تصویر ایک دام تزویر تھا + ذرا آنکھ اُٹھا کر دیکھا۔ اور گلے کا ہار ہوئی + جو چیز تھی۔ دیکھنے مین کچھ۔ برتنے مین کچھ + ہوا کے خوشگوار جھونکون تک مین سمیت ملی ہوئی تھی + ذرا ہوا لگی۔ اور مسافر کچھ کا کچھ ہوا + باغ کے اُس طرف ایک بیابان تھا + ڈھاکے کا جنگل کوسون دور چلا گیا تھا + جانور صحرائی ہر طرف بسے ہوئے تھے + درندون کی خوفناک آواز سے رات کو تمام جنگل گونج جاتا تھا + بھیڑیئے بسا اوقات اندر گھس آتے تھے + شیرون کے مُنہ کو خون لگا ہوا تھا + چیتے ہر وقت تاک لگائے رہتے تھے۔ ہاتھیون کا غول بار ہا ادھر سے اُدھر نکل جاتا تھا +

چمنستان شباب کے پانی مین خاص طور پر یہ تاثیر تھی۔ کہ مسافر اپنی اصلیت بھول جاتا تھا + حرص و تمنا دامنگیر ہو جاتی تھی + خواہش و ارمان کا ہجوم ہو جاتا تھا + مزاج مین نخوت آ جاتی تھی + آنکھون پر غفلت کے پردے پڑ جاتے تھے + حسن و عشق کی تصویرین دلون کو مسخر کر لیتی تھین + اتلاف حقوق ظلم و تعدی عادات ہو جاتے تھے + خوف خدا غارت ہو جاتا تھا + خود غرضی کا جال ایک طرف بچھا ہوا تھا + علائق کی زنجیرین دوسری طرف پڑی ہوئی تھین غرض از ابتدا تا انتہا چمنستان اور بارہ دری ایک سانچا تھا۔ کہ مسافر کو ڈھالا۔ اور دوسرے سانچ

پھینکدیا + گرفتاران بلا ہاتھ مین ہتکڑیان پاؤن مین بیڑیان جکڑے ہوئے اور کسے ہوئے دھکے کھاکر باہر نکلے ستھے + زمانہ گذشتہ کی یادگار دو چار کلنگ کے ٹیکے دس پانچ بدنامیون کے تمغے باقی رہ جاتے ستھے + گناہون کی بھاری گٹھری سرپر ہوتی تھی - مڑ مڑکر دیکھتے جاتے تھے - مگر جو قدم اُٹھتا تھا - پھر پلٹ نہین سکتا تھا +

یہ لوگ اپنے پاؤن مین کلہاڑیان مارتے ستھے - ورنہ خود چمنستان شباب کے واقعات اگر چشم بصیرت سے دیکھتے - اور تامل صحیح کرتے - تو اصلاح کو کافی ستھے + بیار پڑے ہوئے کراہ رہے ستھے + مصیبت زدہ چیخ چلا رہے ستھے + قبرستان قبرون سے - اور مرگھٹ کھوپڑیون اور ہڈیون سے پٹ رہے ستھے - کوئی مان کے غم مین سوگوار تھا + کوئی باپ کے رنج مین بیقرار + کسی کی بہن چھٹ رہی تھی - کسی کا بھائی جدا ہو رہا تھا + ایک جوان بیٹی کو رو رہا تھا - دوسرا بیٹے پر جان کھو رہا تھا + کوئی رو رہا تھا - کوئی ہنس رہا تھا + کہین پیدائش - کہین موت - کہین چھٹی - کہین برات - کہین دن - کہین رات + زمین سے لیکر آسمان تک ہر چیز رنج مین ڈوبی ہوئی مرد مغموم - عورتین متفکر - غرض جو تھا - بڈھا ہو - یا جوان حیران و پریشان + عظیم الشان محل ویران پڑے ستھے + سنگین و پختہ عمارتین سنسان کھڑی تھین + آبادی بیشمار تھی - مگر ہر ایک اپنے دُکھ درد مین گرفتار تھا - بہت سے ایسے بھی ستھے - جنکو خدا نے ہر اعتبار سے مالا مال کر رکھا تھا + عنایت ایزدی شامل حال تھی - صاحب اولاد تھے فارغ البال ستھے - مگر غور سے دیکھا تو رنج و آفات مین بال بال جکڑے ہوئے ستھے + مساہلت و غفلت کی انگلیان اُنکے کانون مین ٹھسی ہوئی تھین - اور طمع و حرص کے پردے آنکھون پر پڑے ہوئے ستھے +

عالم ضعیفی یادریاے انحطاط

چمنستان شباب کے اُس کنارے پر حیات آباد سے ملا ہوا دریاے انحطاط لہرے رہا تھا - لوگ کشتیون مین بیٹھ بیٹھ کر پار اُترنے کی کوشش کر رہے ستھے + موجون کے

تھپیڑے۔ پانی کے گرداب۔ پہاڑون کی چٹانین۔ باد مخالف کے جھونکے۔ دھارے کے سامنے بھی مشکل سے آنے دیتے تھے + غفلت ولا پروائی کے ناخدا جب کسی بلا کا سامنا ہوتا۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھ جاتے۔ مسافرون کی آنکھون پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے تھے + ساتھ کی کشتیان برابر ڈوبتی چلی جاتی تھین۔ اور اپنی بربادی کا خیال بھول کر نہ آتا تھا + حیاتِ ابدی کا تکیہ لگائے ہوئے ہوس دارون کے میٹھے ترانے سنتے چلے جاتے تھے + اختتام سفر کا کوئی وقت معین نہ تھا + زندگی کے تمام سامان کشتیون مین موجود تھے۔ اور دنیا بھر کے کاروبار پانی مین ہو رہے تھے + عاقبت اندیشی کا گذر نہ تھا + انجام پر نظر نہ تھی + غرور کا سودا دماغون مین سمایا ہوا تھا + طمع زر دست شفقت پھیر رہی تھی + ذرائع ناجایز گودین لوٹ رہے تھے + بے ایمانی کی گھٹا سرون پہ چھائی ہوئی تھی۔ نام و نمود کے کُہرے نے کوسون تک تیرہ وتار کر رکھا تھا + ناپائداری دُنیا کا ابر تُلا ہوا سرون پر کھڑا تھا۔ مگر ہٹ دھرمی اور خودپسندی کی خوبصورت دیبیان آنکھ اُٹھانے کی مہلت نہ دیتی تھین + ریاکاری کا تلاطم برپا تھا + مکر و فریب کے گھڑیال مُنہ کھولے بیٹھے تھے + اتلاف حقوق کے بھنور جابجا پڑے تھے۔ مگر یہ اُمید کے بندے "ہمچو من دیگرے نیست" کے نعرے مار رہے تھے +

گناہ اور قصور کے اونچے اونچے پہاڑ پراجمائے کھڑے تھے + قطب نما اور دوربین خاک کام نہ کرتی تھین + پاپ کی ناؤ ٹکر کھا کر بیچ منجدھار مین ڈوبتی تھی + ساتھ کی کشتیون کو ڈوبتا دیکھ کر بھی باقیماندہ ہمسفر احتیاط نہ کرتے تھے۔ ہر شخص یہ سمجھتا تھا۔ کہ جو ڈوبا۔ وہ اسی نتیجے کا سزاوار تھا۔ مجھکو کوئی کھٹکا نہین + دوسری کشتیون کی تباہی دیکھ کر ہنستے تھے۔ اور جب اپنے اوپر آکر پڑتی تھی۔ تو چیخنے جانے تھے۔ اور ڈوبتے جاتے تھے +

دریا کے انحطاط مین ایک جزیرہ نظر آیا "جزیرۂ ندامت" + چند نیک سیرت۔ بزرگ صورت پھوس کی جھونپڑیان ڈالے ہوئے سرنگون بیٹھے تھے + اُنکی سپید ڈارھیان اُنکے چہرون پر نور برسا رہی تھین + فضیلت کے بڑے بڑے عمامے سر سے بندھے ہوئے تھے۔ مگر فتنہ پردازی کی چھینٹین پڑی ہوئی تھین۔ اور سُگھٹے پڑی ہوئی پیشانیون پر کلنگ کا ٹیکا

چمک رہا تھا + افعال گذشتہ کا تاسف اور اعمال کی پشیمانی چارون طرف سے گھیرے ہوئے تھی +
سر سے پیر تک عرق خجالت مین ڈوبے ہوتے تھے + آسمان پر نگاہ تھی - اور لب پر اللہ ہی اللہ تھا
ایک گروہ دیکھا + قوی بالکل بیکار ہو گئے تھے + مُنہ سے بات نہ نکلتی تھی + سر پر موت
منڈلا رہی تھی - مگر حسرت و ارمان دونون طرف مورچھل ہلا رہے تھے + انقلاب زمانہ نے
اُنکی صورتین بگاڑ دی تھین + دُنیا اُن سے بھاگ رہی تھی - اور وہ دُنیا کو لپٹ رہے تھے +

ایک جم غفیر عورتون کا ایسا ملا - کہ اس کبرسنی مین بھی جبکہ قبرون مین پاؤن لٹکائے
بیٹھی تھین - اپنی نمائش ظاہری سے فرصت نہ تھی + بغض و حسد کا کاجل آنکھون مین پھیلا ہوا
تھا + نخوت و غیبت کے تیل سے سر گندھے ہوے - کذب و افترا کا زیور پہنے ہوئے - نافرمانی
کا جھومر لگا ہوا - مکر و فریب کا تکیہ لگاے ہوئے - حیات ابدی کا پٹہ لکھائے ہوئے - تن تن کر
اپنے حسن صورت کو دیکھ رہی تھین + ایک شخص کو دیکھا + آنکھون سے اندھا - ہاتھون سے
لولا - پاؤن سے لنگڑا - مُنہ مین دانت نہین - پیٹ مین آنت نہین - ڈاڑھی سفید بگلے کا پر -
پلکین روئی کا گالا + ایک درخت کے نیچے کھڑا بیاج کے ٹوٹے کو رو رہا تھا +

اس سے ملی ہوئی سرحد عدم آباد تھی - جس کی پختہ سنگین فصیل آسمان سے باتین
کر رہی تھی - بلندی کا یہ حال تھا - کہ پرندہ بھی پر نہ مار سکتا تھا + وسعت و رفعت کی یہ کیفیت تھی
کہ اندر کی آواز باہر نہ آتی تھی + مسافرون کو لوگ پھاٹک تک پہونچا سکتے تھے + آگے کا کچھ حال
معلوم نہ ہو سکتا تھا + دروازے پر ایک تختی لگی ہوئی تھی - جسپر لکھا ہوا تھا " مبارک ہین وہ لوگ
جو اپنا سفر نیکنامی کے ساتھ پورا کر کے آئے "

مرزا محمدؐ رفیع سودا

پیدایش دلی ۱۱۲۵ھ　　　　وفات لکھنؤ ۱۱۹۵ھ

سوودا تخلص۔ مرزا محمدؐ رفیع نام + شہر دہلی کو انکے کمال سے فخر تھا + انکے باپ مرزا محمدؐ شفیع میرزایان کابل سے تھے + بزرگونکا پیشہ سپہگری تھا + مرزا محمدؐ شفیع بطریق تجارت وارد ہندوستان ہوئے + ہند کی خاک دامنگیر نے ایسے قدم پکڑے کہ یہین رہے +

سودا ۱۱۲۵ھ مین دہلی مین پیدا ہوئے۔ اور وہین پرورش اور تربیت پائی + کابلی دروازہ کے علاقہ مین انکا گھر تھا + بموجب رسم زمانہ پہلے سلیمان قلی خان وداد کے۔ پھر شاہ حاتم کے شاگرد ہوئے + خان آرزو کے شاگرد نہ تھے۔ مگر انکی صحبت سے فائدے بہت حاصل کئے + چنانچہ پہلے فارسی شعر کہا کرتے تھے۔ خان آرزو کے فہمایش سے اُردو زبان مین شعر کہنے لگے + طبیعت کی مناسبت اور مشق کی کثرت سے دلی جیسے شہر مین انکی استادی نے خاص و عام سے اقرار لیا۔ کہ انکے سامنے ہی انکی غزلین گھر گھر اور کوچہ و بازار مین خاص و عام کی زبانون پر جاری تھین +

جب کلام کا شہرہ عالمگیر ہوا۔ تو شاہ عالم بادشاہ اپنا کلام اصلاح کے لئے دینے لگے + مرزا بڑے نازک مزاج اور نہایت غیور تھے + ایک دن کسی بات پر بادشاہ سے ناراض ہو گئے + ہرچند بادشاہ نے بلوایا۔ نہ گئے دہلی کے اکثر اُمرا خصوصاً مہربان خان و بسنت خان انکی بڑی قدر کرتے تھے + فارغ البالی سے بسر ہوتی تھی +

جب انکے کلام کا شہرہ لکھنؤ تک پہونچا۔ تو نواب شجاع الدولہ نے کمال اشتیاق سے خط لکھکر خرچ سفر بھیجا۔ اور طلب کیا + انھین دلّی چھوڑنا گوارا نہ ہوا + جواب مین فقط اس رباعی پر حسن معذرت کو ختم کیا +

"سودا پئے دُنیا تو بہر سو کب تک　　　آوارہ ازین کوچہ بآن کو کب تک

حاصل یہی اس سے کہ دُنیا ہوئے　　　بالفرض ہوا یون بھی تو پھر تو کب تک"

کئی برس کے بعد وہ قدردان مرگئے + زمانے بدل گئے + سودا بہت گھبرائے + ساٹھ چھیاسٹھ برس کی عمر مین انکو دلی چھوڑنا پڑا + چند روز فرخ آباد مین نواب بنگش کے پاس رہے + وہان سے لکھنؤ پہونچے [illegible] کی ملازمت حاصل کی + وہ بہت اعزاز سے ملے۔ اور انکے آنے پر کمال خورسندی ظاہر کی۔ لیکن یا تو بے تکلفی سے یا طنز سے اتنا کہا۔ کہ "مرزا وہ رباعی تمہاری ابتک میرے دل پر نقش ہے"۔ اور اُسی کو کئی دفعہ پڑھا + انھین اپنے حال پر بڑا رنج ہوا + اور پاس وضعداری پھر دربار نہ گئے۔ یہانتک کہ شجاع الدولہ [illegible]

اُنکے بیٹے نواب آصف الدولہ نے چھ ہزار روپیہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ اور نہایت عزت سے اُنکو رکھا + تقریباً ۷۰ برس کی عمر مین سنہ ۱۱۹۵ھ مین وہین انتقال کیا +

سودا۔ اُردو کے مسلم الثبوت استاد ہین + انھون نے تقریباً تمام اصناف سخن مین طبع آزمائی کی ہے۔ مگر اُردو مین قصائد کا کہنا۔ اور پھر اس دھوم دھام سے۔ اعلیٰ درجۂ فصاحت و بلاغت پر پہونچانا انکا پہلا فخر ہے + وہ اس میدان مین فارسی کے نامی شہسوارون کے ساتھ عنان در عنان ہی نہین گئے۔ بلکہ اکثر میدانون مین آگے نکل گئے ہین + انکے کلام کا زور و شور انوری اور خاقانی کو دباتا ہے۔ اور نزاکت مضمون مین عرفی و ظہوری کو شرماتا ہے +

مرزا کے کلام کے خصوصیات۔ زبان پر حاکمانہ قدرت رکھتے ہین + کلام کا زور مضمون کے نزاکت سے ایسا دست و گریبان ہے۔ جیسے آگ کے شعلہ مین گرمی اور روشنی + بندش کی چستی اور ترتیب کی درستی سے لفظون کو اس در و بست کے ساتھ پہلو بہ پہلو جڑتے ہین۔ گویا ولایتی طپنچہ کی چانپین جڑی ہوئی ہین۔ اور یہ خاص انکا حصہ ہے + خیالات نازک اور مضامین تازہ باندھتے ہین + تشبیہ اور استعارے بھی انکے کلام مین ہین۔ مگر اتنے جیسا کھانے مین نمک + انکی طبیعت ایک ڈھنگ کی پابند نہ تھی + نئے نئے خیال اور قافئے جس پہلو سے جتتے دیکھتے جا دیتے تھے + جن اشخاص نے زبان اُردو کو پاک صاف کیا ہے۔ مرزا کا انمین پہلا نمبر ہے + انھون نے فارسی محاورون کو بھاشا مین کھپا کر ایسا ایک کیا ہے۔ جو کہین سے جدا نہین معلوم ہوتے + ہندی زبان کو فارسی محاورون اور استعارون سے نہایت زور بخشا ہے انھین کا زور طبع تھا۔ کہ جنکی نزاکت سے دو زبانین ترکیب پا کر تیسری زبان پیدا ہو گئی۔ اور ایسی قبولیت عام حاصل ہوئی۔ کہ آیندہ کے لئے وہی ہندوستان کی زبان ٹھہری۔ جس نے حکام کے دربارون اور عوام کے خزانون پر قبضہ کر لیا +

مرزا قصیدے کے بادشاہ ہین۔ مگر غزل مین میر کے برابر سوز و گداز نہین + تصوف انکا حصہ نہین۔ وہ میر درد کے حصہ کا مضمون ہے +

قصیدہ۔ ا۔ بہاریہ

اُٹھ گیا بہمن و دی کا چمنستان سے عمل — تیغ اردی نے کیا ملکِ خزان مستاصل
سجدۂ شکر مین ہے شاخِ ثمردار ہر ایک — دیکھکر باغِ جہان مین کرمِ عز و جل
قوتِ نامیہ لیتی ہے نباتات کا عرض — ڈال سے پات تلک پھول سے لیکر تا پھل
واسطے خلعتِ نوروز کے ہر باغ کے بیچ — آپ جو قطع لگے کرنے روش پر مخمل
بخشتی ہے گلِ نورستہ کی رنگ آمیزی — پوشش چھیٹ قلمکار بہر دشت و جبل

عکسِ گلبن پہ زمین پر ہے کہ جھکے آگے | کار نقاشیِ مانی ہے دوم وہ اوّل
تارِ بارش مین پروتے ہین گہرہاے تگرگ | ہار پہنانے کو اشجار کے ہر سو بادل
بار سے آبِ روان عکسِ ہجومِ گل کے | لوٹے ہے سبزہ پہ از بس کہ ہوا سے بیکل
شاخ مین گل کے نزاکت یہ بہم ہے پہونچی | شمع سان گرمیِ نظارہ سے جاتی ہے پگھل
جوشِ روئیدگیِ خاک سے کچھ دور نہین | شاخ مین گاوزمین کے بھی جو پھوٹے کونپل
دمِ عیسی سے فزون فیضِ ہوا ہے یان تک | دین مین قسمِ جمادات سے شاید ہو نخل
فکر رہتی ہے مجھے یہ کہ زبان سے اپنے | کہین دعواے خدائی نہ کرین لات و ہبل
حدِ ایام کی پیش از مددِ نامیہ سے | بچۂ مرغِ چمن تخم سے آتا ہے نکل
سبز ہوتا ہے فصیحی کے سبب سے ہر بار | جو زبان سے سخن اب بلوطی کے آتا ہے نکل
دستِ گل خوردہ و شاخِ گل و گلزار ہم | یجہان نشو و نما کرنے مین ہین ضرب مثل
غنچہ پر کچھ نہین موقوف عجب فصل ہے یہ | گل بہم پہونچنے سے ہے عقدہ ہر کسی طرح کا حل
آوے ہے اُنکے نظر لاکھ طرح کا وہ پھول | اُن گلون چھٹا جو نگہ کے ہین سدا مستعمل
یاسمن رنگ جو رکھتی ہے خزان سے مانا | چاہتی ہے یہ سماجت کرے سبزے سے بدل
چشمِ نرگس کی بصارت کے زبس ہے درپے | غنچۂ لالہ سے سرمہ سے بھری ہے مکحل
اسقدر محوِ تماشا ہے کہ نرگس کی طرح | چشمِ سیار گلستان مین جھپکتی نہین پل
آبِ جو گردِ چمن لمعۂ خورشید سے ہے | خطِ گلزار کے صفحہ پہ طلائی جدول
سایۂ برگ ہے اس لطف سے ہر ایک گل پر | ساغرِ لعل مین جون کیجیے زمرد کو حل
رنگ نے رتبۂ آئینہ کیا ہے پیدا | تیغِ کہسار ہوئی بس کہ ہوا سے صیقل
برگ برگِ چمن ایسی ہی صفا رکھتا ہے | گل کو دیکھو تو نگہ جا رہے سنبل پہ پھسل
لڑکھڑاتی ہوئی پھرتی ہے خیابان مین نسیم | پانون رکھتی ہے صبا صحن مین گلشن کے سنبھل
اتنی ہے کثرتِ لغزش بزمین ہر باغ | جو ثمر شاخ سے اُترا سو گرا سر کے بل

فیضِ تاثیرِ ہوا یہ ہے کہ اب حنظل سے
شہد ٹپکے جو لگے نشترِ زنبورِ عسل

دانہ جس شور زمین مین نہ پھلا دہقان سے
سبز دان دانۂ شبنم سے ہُوا ہے جنگل

کِشت کرلے مین ہر اک تخم سے از فیض ہوا
گرتے گرتے بزمین برگ و برآتا ہے نکل

جوہری کو چمنستانِ جہان مین اس فصل
آگیا لعل و زمرد کے پرکھنے مین خلل

تاکجا شرح کرون مَین کہ بقولِ عُرفی
اخگر از فیضِ ہوا سبز شود در منقل

قصیدہ ۲۰

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیحِ سلیمانی

ہنر پیدا کر اول ترک کیجو تب لباس اپنا
نہو جون تیغ بے جوہر و گرنہ ننگِ عریانی

فراہم زر کا کرنا باعثِ اندوہ دل ہووے
نہین کچھ جمع سے غنچہ کو حاصل جز پریشانی

خوشامد کب کرین عالی طبیعت اہلِ دولت کی
نہ جھاڑے آستینِ کہکشان شاہون کی پیشانی

عروجِ دستِ ہمت کو نہین ہے قدر بیش و کم
سدا خورشید کی جگ پر مساوی ہے زرافشانی

کرے ہے کلفتِ ایام ضائع قدر مردون کی
ہوئی جب تیغ زنگ آلودہ کم جاتی ہے پہچانی

اکیلا ہوکے رہ دنیا مین گر چاہے بہت جینا
ہوئی ہے فیض تنہائی سے عمرِ خضر طولانی

اذیت وصل مین دونی جدائی سے ہو عاشق کو
بہت رہتا ہے نالان فصلِ گل مین مرغِ بستانی

موقر جان اربابِ ہنر کو بے لباسی مین
کہ ہو جو تیغ با جوہر اسے عزت ہے عریانی

برنگِ کوہ رہ خاموش حرفِ ناسزا سُنکر
کہ تا بدگو صدائے غیب سے کھینچے پشیمانی

یہ روشن ہے برنگِ شمع ربطِ باد و آتش سے
موافق گر نہ ہووے دوست ہے وہ دشمنِ جانی

نہین غیر از ہوا کوئی ترقی بخش آتش کا
نفس جبتک ہے داغِ دل سے فرصت کیونکہ ہے پانی

کرے ہے دہر زینت ظالمون پر تیرہ روزی کو
کہ زیبِ تُرکِ چشمِ یار سُرمہ ہے صفاہانی

طلوعِ مہر ہو پامال حسرت آسمان اوپر
لکھون گا پھر غزل گر اس زمین مین مطلعِ ثانی

مطلع ثانی

عجب نادان ہین جنکو ہے عجب تاجِ سلطانی! فلکِ بالِ ہما کو پل مین سونپے ہے مگس رانی
نہین معلوم اُن نے خاک مین کیا کیا ملا دیکھا کہ چشم نقش پا سے تا عدم نکلی نہ حیرانی
ہماری آہ دل تیرا نہ نرماوے تو یا قسمت وگرنہ دیکھ آئینہ کو پتھر ہو گئے پانی
تیری زلفون سے اپنی روسیاہی کہہ نہین سکتا کہ ہے جمعیتِ خاطر مجھے اُن کی پریشانی
زمانہ مین نہین کھلتا ہے کارِ بستہ حیران ہون گرہ غنچے کی کھولے ہے صبا کیونکر بآسانی
جنون کے ہاتھ سے سرتا قدم کاہیدہ آسا ہون کہ اعضا دیدۂ زنجیر کی کرتے ہین مژگانی
نہ رکھا جگ مین رسمِ دوستی اندوہِ روزی نے مگر زانو سے اب باقی رہا ہے ربطِ پیشانی
سیہ بختی مین اسے سودا نہین طولِ امل لازم نمط خامی کی سرکٹوائیگی ایسی زبان دانی
سمجھ اسے ناقباحت فہم! کبتک یہ بیان ہوگا ادائے چینِ پیشانی و لطفِ زلفِ طولانی
خدا کے واسطے باز آ تو اب ملنے سے خوبان کے نہین ہے اُن سے ہرگز فائدہ غیر از پشیمانی
نظر رکھنے سے حاصل اُنکے چشم و زلف کے اوپر مگر بیمار ہووے صعب یا کھینچے پریشانی

غزلیات

مقدور نہین اُسکی تجلّی کے بیان کا جون شمع سراپا ہو اگر صرف زبان کا
پردے کو تعین کے درِ دل سے اُٹھادے کھلتا ہے ابھی پل مین طلسمات جہان کا
ٹک دیکھ صنم خانۂ عشق آنکے اے شیخ جون شمع حرم رنگ جھلکتا ہے بُتان کا
اِس گلشنِ ہستی مین عجب دید ہے۔ لیکن جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہے خزان کا
دکھلایئے لیجا کے تجھے مصر کا بازار لیکن نہین خواہان کوئی وان۔ جنسِ گران کا
سودا جو کبھی گوش سے ہمت کے سنے تو مضمون یہی ہے جرسِ دل کی فغان کا
"ہستی سے عدم تک نفسِ چند کی ہے راہ دُنیا سے گذرنا سفر ایسا ہے کہان کا؟"

۲

کرتا ہون سیر جب سے باغِ جہان بنایا
کیا جانے گُل خدا نے تجھ سا کہان بنایا؟

اک نام تو سُنا ہے۔ دیکھا نہین کسو نے
حق نے نشان عنقا تیرا وہان بنایا

جتنے ہین خوبرویان سب دلستان ہین لیکن
اللہ نے تجھی کو اک جان ستان بنایا

جنسِ دُوم کو اوّل بزاز کھولتا ہے
یوسف سے تو بہا مین تجکو گران بنایا

صدقے مین تیرے یارب ہم سون کو کرکے پیدا
گلے کا آپ کو تین اک پاسبان بنایا

دیر و حرم کو دیکھا۔ اللہ رے فضولی!
یہ کیا ضرور تھا جب دل کا مکان بنایا

تو مت پکار اُس کو اے باغبان! کہ ہمنے
نزدیک آتشِ گل آپ آشیان بنایا

عالم کے قمری آسا ہے طوق بندگی کا
قامت کو تیرے جب سے سرِ روان بنایا

اکثر نشان بنے ہین عالم مین نام خاطر
تو نے سخن کو سودا اپنا نشان بنایا

۳

اعمال سے مین اپنے بہت بے خبر چلا
آیا تھا آہ کس لئے اور کیا مین کر چلا

ہے فکرِ وصل صبح۔ تو اندوہِ ہجر شام
اس روز و شب کے دھندے مین مین اب تو مر چلا

مجلس سے مجھکو اُٹھتے جلیسون کے سامنے
عزت کبھو نہ دی یہ کہ پوچھے "کدھر چلا؟"

کیا اس چمن مین آن کے لیجائے گا کوئی؟
دامن کو میرے سامنے گُل جھاڑ کر چلا

۴

سیرِ چمنِ عمر جو کی ہم نے تو کیا ہیچ؟
رنگین ہے جوانی کا گُل اسمین سو تھا ہیچ

شیشے کو بھی توڑو تو نکلتی ہے اک آواز
عاشق ہی کا وہ دل ہے کہ ٹوٹے تو صدا ہیچ

اسبابِ جہان دل نے کیا جب نظر انداز
پوچھا جو مین کیا دیکھے ہے دیوانے کہا "ہیچ"

اس جامہ پہ اتنا نہ اُبھر بلبلے کی طرح
جامہ یہ ترا پوچ ہے تو غنچہ ہوا ہیچ

کیا قافلۂ عمر سبکسار رَوِش ہے کہ جس مین
چاہے جو سُنے سامعہ آوازِ درا ہیچ

شاہان سے سوال اپنا رعونت شکنی ہے
کو میں تملک ورنہ ہے پیشِ فقرا ہیچ

۵

دلِ نا آشنا سے نالہ سے صدرہ جرس بہتر
نہو مژگان جو خون آغشتہ اُنسے خار و خس بہتر

نہ دیکھی خوشدلی جز یک تبسم ہمنے غنچے مین
ہوا سے اس چمن کے ہے دلا! ترکِ ہوس بہتر

وفا نے گل مین ۔ نے چشمِ مروت باغبان مین ہے
نکل بلبل! کہ ہے اس باغ سے کنجِ قفس بہتر

نظر مین اُنکے جنکو دولت استغنائی بخشی ہے
مگس سے ہے ہما بہتر ہما سے ہے مگس بہتر

بلند آتش جہان ہووے ہوائے جنبشِ لب سے
تو اپنی فہمِ ناقص مین ہے وان ضبطِ نفس بہتر

بگردِ دل ہے طوفِ کعبہ سے نزد اپنے لے منعم!
بسانِ دانہ ہائے سبحہ پھرنا پیش و پس بہتر

کہے ہے دیکھکر شانے کو یہ سودا سے دیوانہ
شبِ تاریک مین تنہا نہین گشت اے عسس بہتر

۶

جاتے ہین لوگ قافلہ کے پیش و پس چلے
دُنیا عجب سرا ہے جہان آکے بس چلے

کہیو صبا! سلام ہمارا بہار سے
ہم تو چمن کو چھوڑکے سوئے قفس چلے

اے غنچہ آنکھ کھول کے ٹک تو چمن کو دیکھ
جمعیتِ دلی پہ ترے پھول ہنس چلے

تیرے سخن کو مین بسر و چشم ناصحا!
مانون ہزار بار اگر دل سے بس چلے

نکلا جو دل سے نالہ ۔ تو سینے سے دوڑی اشک
سُن مردمانِ قافلہ بانگِ جرس چلے

صیاد اب تو کیجے قفس سے ہمین رہا
ظالم پھڑک پھڑک کے پر و بال گھس چلے

کام اُس گلی مین سر سے یہ سودا گذر چکا
کیا تاب اک قدم جو اُدھر بوالہوس چلے

خواجہ میر درد

پیدائش دہلی ۱۱۳۳ھ وفات دہلی ۱۱۹۹ھ

درد تخلص ۔ خواجہ میر نام ۔ زبان اُردو کے چار رکنون مین سے ایک رکن ہین ۔ خواجہ محمد ناصر عندلیب انکے باپ تھے ۔ اور شاہ گلشن صاحب سے نسبت ارادت رکھتے تھے ۔ خاندان انکا دلی مین بہت پیری مریدی کے

نہایت معزز اور معظم تھا + علوم رسمی سے آگاہ تھے +
انکا دیوان اُردو مختصر ہے + سوا غزلیات اور ترجیع بند اور رباعیون کے اور کچھ نہین + قصائد و مثنوی وغیرہ۔ کہ عادت شعرا کی ہے۔ انھون نے نہین لکھی + باوجود اسکے سودا اور میر تقی کی غزلون پر جو غزلین لکھی ہین۔ ہرگز اُن سے کم نہین +
تصنیف کا شوق طبیعت مین خداداد تھا + علم تصوف مین بہت سے رسالے اور بڑی بڑی کتابین اُنکی یادگار ہین + انکی غزل ۷ شعر ۹ شعر کی ہوتی ہے۔ مگر انتخاب ہوتی ہے + خصوصاً چھوٹی چھوٹی بحرون مین۔ جو اکثر غزلین کہتے تھے۔ گویا تلوارون کی آبداری نشتر مین بھر دیتے تھے + خیالات انکے سنجیدہ اور متین تھے + کسی کی ہجو سے سودا کی طرح انکی زبان آلودہ نہین ہوئی + تصوف جیسا انھون نے کہا۔ اُردو مین آجتک کسی سے نہین ہوا +
خواجہ صاحب ۲۴ صفر یوم جمعہ ۱۱۹۹ھ ۶۸ برس کی عمر مین شہر دہلی مین فوت ہوئے + کسی مرید با اعتقاد نے تاریخ کہی۔ ع ”حیف دُنیا سے سدھارا وہ خدا کا محبوب“ +

غزلیات

مقدور ہمین کب ترے وصفون کے رقم کا؟ حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا
اُس مسندِ عزت پہ کہ تو جلوہ نما ہے کیا تاب گذر ہووے تعقل کے قدم کا!
بستے ہین ترے سایہ مین سب شیخ و برہمن آباد تجھی سے تو ہے گھر دیر و حرم کا
ہے خوف اگر جی مین۔ تو ہے تیرے غضب سے اور دل مین بھروسا ہے۔ تو ہے تیرے کرم کا
مانندِ حباب آنکھ تو اے درد کھلی تھی کھینچا نہ پر اس بحر مین عرصہ کوئی دم کا

۲

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بتخانہ تھا ہم سبھی مہمان تھے وان تو ہی صاحبخانہ تھا
وائے نادانی کہ وقتِ مرگ یہ ثابت ہوا خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا
حیف کہتے ہین ہوا گلزار تاراجِ خزان آشنا اپنا بھی وان اک سبزۂ بیگانہ تھا
ہو گیا مہمان سرائے کثرتِ موہوم آہ وہ دلِ خالی جو تیرا خاص خلوتخانہ تھا
بھول جا خوش رہ عبث وہ سابقے مت یاد کر
درد یہ مذکور کیا ہے؟ آشنا تھا یا نہ تھا

۳

اکسیر پر ہوس اتنا نہ ناز کرنا　　بہتر ہے کیمیا سے دل کا گداز کرنا
کب دل ملے کسیکا ہم غمزدوں سے کھلکر؟　　ہے اپنے دل سے لازم چون غنچہ ساز کرنا
اے آنسوؤ! نہ آوے کچھ دل کی بات منھ پر　　لڑکے ہو تم۔ کہین مت افشاے راز کرنا
تو اپنے ہاتھون آپ ہی پڑتا ہے تفرقہ مین　　اے امتیاز نادان ٹک امتیاز کرنا
ہم جانتے نہین ہین اے درد کیا ہے کعبہ؟　　جیدھر ہلے وہ ابرو اودھر نماز کرنا

۴

مثلِ نگین جو ہمسے ہوا کام رہ گیا　　ہم روسیاہ جاتے رہے نام رہ گیا
یارب! یہ دل ہے یا کوئی مہمانسرا ہے؟　　غم رہ گیا کبھو کبھو آرام رہ گیا
ساقی! مرے بھی دل کیطرف ٹک نگاہ کر　　لب تشنہ تیری بزم مین یہ جام رہ گیا
سو بار سوز دل نے ہے دی آگ پر ہنوز　　دل وہ کباب ہے کہ جگر خام رہ گیا
ہم کب کے چل بسے تھے پر اے مژدۂ وصال!　　کچھ آج ہوتے ہوتے سرانجام رہ گیا
از بسکہ ہم نے حرف دوئی کا اُٹھادیا　　اے درد اپنے وقت مین ایہام رہ گیا

۵

جگ مین آکر اِدھر اُدھر دیکھا　　تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا
جان سے ہو گئے بدن خالی　　جس طرف تو نے آنکھ بھر دیکھا
نالہ فریاد آہ اور زاری　　آپ سے ہوسکا۔ سو کر دیکھا
اُن لبون نے نہ کی مسیحائی　　ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا
زور عاشق مزاج ہے کوئی　　درد کو قصہ مختصر دیکھا

۶

اگر یون ہی یہ دل ستاتا رہیگا　　تو اک دن مرا جی ہی جاتا رہیگا

مین جاتا ہون دلکو ترے پاس چھوڑے / مری یاد تجھکو دلاتا رہیگا
گلی سے ترے دلکو لے تو چلا ہون / مین پہونچونگا جبتک یہ آتا رہیگا
جفاسے غرض امتحانِ وفا ہے / تو کہہ کب تلک آزماتا رہیگا؟
قفس مین کوئی تمسے اے ہمصفیر / خبر گل کی ہم کو سناتا رہیگا
خفا ہوکے اے درد مرتو چلا تو / کہان تک غم اپنا چھپاتا رہیگا؟

۷

دُنیا مین کون کون نہ یکبار ہوگیا! / پر مُنہہ پھر اسطرف نہ کیا اُسنے جو گیا
پھرتی ہے میری خاک صبا دربدر لئے / اے چشم اشکبار! یہ کیا تجکو ہوگیا؟
آگاہ اس جہان سے نہین غیر بیخودان / جاگا وہ ہی اُدھر سے جو موند آنکھ سوگیا
طوفانِ نوح نے تو ڈوبائی زمین فقط / مین ننگ خلق ساری خدائی ڈبو گیا
واعظ کسے ڈرائے ہے یوم الحساب سے؟ / گریہ مرا تو نامۂ اعمال دھو گیا
پھولیگی اس زبان سے گلزار معرفت / یان مین زمین شعر مین یہ تخم بو گیا
آیا نہ اعتدال پہ ہرگز مزاجِ دھر / مین گرچہ گرم و سرد زمانہ سمو گیا
اے درد جسکی آنکھ کُھلی اس جہان مین / شبنم کی طرح جان کو اپنے وہ رو گیا

۸

تجھی کو جو یان جلوہ فرما نہ دیکھا / برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا
مرا غنچۂ دل ہے وہ دل گرفتہ / کہ جسکو کسو نے کبھو وا نہ دیکھا
یگانہ ہے تو آہ بیگانگی مین / کوئی دوسرا اور ایسا نہ دیکھا
اذیت مصیبت ملامت بلائین / ترے عشق مین ہم نے کیا کیا نہ دیکھا!
کیا مجکو داغون سے سروِ چراغان / کبھو تو نے آکر تماشا نہ دیکھا؟
تغافل نے تیرے یہ کچھ دن دکھائے / ادھر تو نے لیکن نہ دیکھا نہ دیکھا

جوابِ رخِ یار تھے آپ ہی ہم — کھلی آنکھ جب کوئی پردا نہ دیکھا
شب و روز اے دردؔ درپے ہون اُسکے — کسو نے جسے یان نہ سمجھا نہ دیکھا

٩

جون نورِ نظر ترا تصور — تھا پیشِ نظر جدھر گئے ہم
جز اہلِ صفا بتا تو جون عکس — اے آئینہ کس کے گھر گئے ہم ؟
کسنے یہ ہمین بھلا دیا ہے ؟ — معلوم نہین کدھر گئے ہم
تھا عالمِ جبر کیا بتاوین — کس طور سے زیست کر گئے ہم ؟
جس طرح ہوا اُسی طرح سے — پیمانۂ عمر بھر گئے ہم
افسوس کہ دردؔ اُسکو جب تک — ہووے ہی خبر گذر گئے ہم

١٠

کچھ لائے نہ تھے کہ کھو گئے ہم — تھے آپ ہی ایک سو گئے ہم
جون آئینہ جس پہ یان نظر کی — ساتھ اپنے دوچار ہو گئے ہم
ماتم کدۂ جہان مین جون ابر — اپنے تئین آپ رو گئے ہم
ہستی نے تو ٹک جگا دیا تھا — پھر کھلتے ہی آنکھ سو گئے ہم
یارون ہی سے دردؔ یہ پوچھا — پھر کوئی نہین ہے جو گئے ہم

١١

ن مین صبح یہ کہتی تھی ہو کر چشمِ تر شبنم — "بہارِ باغ تو یون ہی رہی لیکن کدھر شبنم"
ق کی بوند اُسکی زُلف سے رخسار پر ٹپکی — تعجب کی ہے یہ جاگہ پڑی خورشید پر شبنم
ہین تو باغ تجھ بن خانۂ ماتم نظر آیا — اِدھر گل پھاڑتے تھے جیب روتی تھی اُدھر شبنم
رے ہے کچھ سے کچھ تاثیرِ صحبت صافِ باطن کی — ہوئی آتش سے گل کے بیٹھتے رشکِ شرر شبنم
بھلا ٹک صبح ہونے دو اسے بھی دیکھ لیوینگے — کسی عاشق کے رونے سے نہین رکھتی خبر شبنم

نہین اسباب کچھ لازم سبکساروں کے اُٹھنے کو
گئی اُڑ دیکھتے اپنے بغیر از بال و پر شبنم

نہ پایا جو گیا اس باغ سے ہرگز سراغ اُسکا
نہ پلٹی پھر صبا ایدھر نہ آئی پھر نظر شبنم

نہ سمجھا درد ہمنے بھید یان کی شادی و غم کا
سحر خندان ہے کیون رو دتی ہے کسکو یاد کر شبنم

۱۲

گلیم بختِ سیہ سایہ دار رکھتے ہین
یہی بساط ہین ہم خاکسار رکھتے ہین

لبانِ کاغذِ آتش زدہ مرے گلرو!
ترے جلے بُجھے اور ہی بہار رکھتے ہین

بلا ہے نشۂ دُنیا کہ تا قیامت آہ!
سب اہل قبر اسی کا خمار رکھتے ہین

جہان کے باغ سے ہم دل سوا نہ پھل پایا
فقط یہی ثمر داغدار رکھتے ہین

ہمارے پاس ہے کیا جو فدا کرین تجھپر؟
مگر یہ زندگیِ مُستعار رکھتے ہین

فلک سمجھ تو سہی۔ ہمسے اور گلوگیری
یہ ایک جیب ہے سُو تار تار رکھتے ہین

نہ برق ہین نہ شرر ہم نہ شعلے نے سیلاب
وہ کچھ ہین۔ پر کہ سدا اضطراب رکھتے ہین

جنھونکے دلمین جگہ کی ہے نقش عبرت نے
سدا نظر مین وہ لوحِ مزار رکھتے ہین

وہ زندگی کی طرح ایکدم نہین رہتا
اگرچہ درد اُسے ہم ہزار رکھتے ہین

۱۳

مژگانِ تر ہون یا رگِ تاکِ بریدہ ہون
جو کچھ کہ ہون سو ہون۔ غرض آفت رسیدہ ہون

کھینچے ہے دور آپ کو میری فروتنی
اُفتادہ ہون پہ سایۂ قدِ کشیدہ ہون

ہر شام مثلِ شام ہون مین تیرہ روزگار
ہر صبح مثلِ صبح گریبان دریدہ ہون

کرتی ہے بُوئے گل تو میرے ساتھ اختلاط
پر آہ مین تو موجِ نسیمِ وزیدہ ہون

یہ چاہتی ہے تو تپشِ دل کہ بعد مرگ
کنجِ مزار مین بھی نہ مین آرمیدہ ہون

اے درد جا چکا ہے مرا کام ضبط سے
مین غمزدہ تو قطرۂ اشکِ چکیدہ ہون۔

١٤

هم تجھ سے کس ہوس کی فلک جستجو کرین؟ / دل ہی نہین رہا ہے جو کچھ آرزو کرین
مٹ جائین ایک آن مین کثرت نمائیان / ہم آئینہ کے سامنے جب آکے ہُو کرین
تر دامنی پہ شیخ ہمارے نہ جا۔ ابھی / دامن نچوڑ دون تو فرشتے وضو کرین
سرتا قدم زبان ہین جون شمع گو کہ ہم / پر یہ کہان مجال جو کچھ گفتگو کرین؟
ہر چند آئینہ ہون۔ پر اتنا ہون ناقبول / مُنہ پھیر لے وہ جسکے مجھے روبرو کرین
نہ گُل کو ہے ثبات نہ ہمکو ہے اعتبار / کس بات پر چمن ہوسِ رنگ و بو کرین؟
ہے اپنی یہ صلاح کہ سب زاہدانِ شہر / اے درد آکے بیعتِ دستِ سبو کرین

١٥

کیا فرق داغ و گُل مین کہ جس گُل مین بو نہو؟ / کس کام کا وہ دل ہے کہ جس دل مین تُو نہو؟
جو کچھ کہ ہمنے کی ہے تمنا ملی۔ مگر / یہ آرزو رہی ہے کہ کچھ آرزو نہ ہو
جون شمع جمع ہو وین گر اہلِ زبان ہزار / آپس مین چاہیئے کہ کبھی گفتگو نہو
جون صبح چاک سینہ مرا اے رفوگران! / یان تو کسو کے ہاتھ بھی ہرگز رفو نہوا!
اے درد زنگِ صورت اگر اسمین جا کرے / اہلِ صفا مین آئینۂ دل کو رو نہو

١٦

اہلِ فنا کو نام سے ہستی کے ننگ ہے / لوحِ مزار بھی مری چھاتی پہ سنگ ہے
فارغ ہو بیٹھ فکر سے دونون جہان کے / خطرہ جو ہے سو آئینۂ دل پہ زنگ ہے
حیرت زدہ نہین ہے فقط تو ہی آئینہ / یان تک بھی جسکی آنکھ کھُلی ہے سو دنگ ہے
اس ہستیِ خراب سے کیا کام تھا ہمین / اے نشۂ ظہور یہ تیری ہی ترنگ ہے
کلگیر مُنہ پسار نہ تو شمع کی طرف / اُسکی زبان ہی اُسے کامِ نہنگ ہے
عالم سے اختیار کی ہر چند صلح کُل / پر اپنے ساتھ مجکو شب و روز جنگ ہے

مین کیا کہون تجھے نظر آیا نہین ہے کیا؟ اس گلشن جہان کا جو کچھ کہ ڈھنگ ہے
غنچہ شگفتہ ہووے ہی ہووے کہ اُسمین درد دیکھا چمن مین جاکے تو کچھ اور رنگ ہے!

۱۷

چھاتی پہ گر پہاڑ بھی ہووے تو ٹل سکے مشکل ہے جی مین بیٹھے سو جی سے نکل سکے
نشو و نما کی کسکو اُمید اے بہار یان مین خشک شاخ ہون کہ نہ پھولے نہ پھل سکے؟
تحریک ہے یہ اُس ید قدرت کی - ورنہ کب بے دست و پا صبا سے کوئی پات ہل سکے؟
مثل حباب جبکہ تنفس سے گیا گیا مین وہ غریق ہون اکہ نہ ڈوبا اچھل سکے
گرنے نہ دیوین خلق کی نظرون سے دلکو ہم کوئی اگر کسو کے سنبھالے سنبھل سکے
روشن ضمیر جتنے ہین عالم مین جون نجوم چرخ آسیا سے اپنے یہ دانے نہ دل سکے
کرتے عبث ہو شیشہ گران! سنگ کو گداز پگھلایئے جو تمسے کوئی دل پگھل سکے
کہہ اور بھی غزل کوئی پھر اس ردیف مین اے درد قافیہ کو اگر تو بدل سکے

۱۸

ارض و سما کہان تری وسعت کو پا سکے؟ میرا ہی دل ہے وہ کہ جہان تو سما سکے
وحدت مین تیرے حرف دوئی کا نہ آ سکے آئینہ کیا مجال تجھے منہ دکھا سکے!
مین وہ فتادہ ہون کہ بغیر از فنا مجھے نقش قدم کی طرح نہ کوئی اُٹھا سکے
قاصد! نہین یہ کام ترا اپنی راہ لے اُسکا پیام دل کے سوا کون لا سکے؟
غافل! خدا کی یاد پہ مت بھول زینہار اپنے تئین بھلا دے اگر تو بھلا سکے
یارب یہ کیا طلسم ہے ادراک فہم یان دوڑے ہزار آپ سے باہر نہ جا سکے
گو بحث کرکے بات بٹھائی - پہ کیا حصول؟ دل سے اُٹھا خلاف اگر تو اُٹھا سکے

مست شراب عشق وہ بیخود ہے جسکو حشر
اے درد چاہے لائے بخود پھر نہ لا سکے

۱۹

تہمتِ چند اپنے ذمے دھر چلے | جس لئے آئے تھے سو ہم کر چلے
زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے؟ | ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے
کیا ہمیں کام ان گلوں سے ای صبا! | ایک دم آئے ادھر اودھر چلے
دوستو! دیکھا تماشایان کا بس | تم رہو اب ہم تو اپنے گھر چلے
شمع کے مانند ہم اس بزم مین | چشم نم آئے تھے دامن تر چلے
ڈھونڈھتے ہین آپسے اسکو پرے | شیخ صاحب چھوڑ گھر باہر چلے
ہم جہان مین آئے تھے تنہا ولے | ساتھ اپنے اب اُسے لیکر چلے
جون شرارے ہستیِ بے بود! یان | بارے ہم بھی اپنی باری بھر چلے
ساقیا! یان لگ رہا ہے چل چلاؤ | جب تلک بس چل سکے ساغر چلے
درد کچھ معلوم ہے یہ لوگ سب | کس طرف سے آئے تھے کیدھر چلے

رباعیات

جلوہ تو ہر اک طرح کا ہر شان مین دیکھا | جو کچھ کہ سُنا تجھ مین سوا انسان مین دیکھا
ان غنچہ بجز اک دلِ صد چاک نہ پایا | مُنہ ڈال کے جب مین نے گریبان مین دیکھا

۲

دلِ نادان کو یاد کرکے صبا! | اتنا کہنا جہان وہ قاتل ہو
نیم بسمل کوئی کسو کو چھوڑ | اس طرح بیٹھتا ہے غافل ہو؟

۳

بیگانہ گر نظر پڑے تو آشنا کو دیکھ | بندہ گر آوے سامنے تو بھی خدا کو دیکھ
ہن ہو یا ہو سنگ ہے سب جلوہ گاہِ یار | جون آئینہ ہر ایک گذر مین صفا کو دیکھ

۴

یہی پیغام درد کا کہنا   گر کوئی کوے یار مین گذرے
کون سی رات آن ملئے گا؟   دن بہت انتظار مین گذرے

۵

ہمارے جامۂ تن مین نہین کچھ اور بس باقی   گریبان مین ہے مثلِ صبح اک تارِ نفس باقی
یکایک عشق کی آتش کا شعلہ اسقدر بھڑکا   نہ چھوڑا سرزمینِ دل مین کوئی خار و خس باقی

۶

گر معرفت کا چشم بصیرت مین نور ہے   تو جس طرف کو دیکھئے اُسکا ظہور ہے
آتی ہے دل مین اور ہی صورت نظر مجھے   شاید یہ آئینہ بھی کسی کے حضور ہے

۷

پیدا کرے ہرچند تقدس بندہ   مشکل ہے کہ ہو حرص سے دل برکندا
جنت مین بھی اکل و شُرب سے کب ہے نجات؟   دوزخ کا بہشت مین بھی ہوگا دھندا

۸

پیری چلی اور گئی جوانی اپنی   اے درد کہان ہے زندگانی اپنی؟
کل اور کوئی بیان کرے گا اُس کو   کہتے ہین اب آپ ہم کہانی اپنی

۹

ہر بت کے لئے کب تئین مرتے رہئے؟   کب تک یہ کفر دل مین بھرتے رہئے؟
اب درد جو کچھ کہ زندگی باقی ہے   اللہ کو اپنے یاد کرتے رہئے

میر محمد تقی میر

پیدایش اکبرآباد ۱۱۲۵ھ   وفات لکھنؤ ۱۲۲۵ھ

میر تخلص۔ محمد تقی نام + خلف میر عبداللہ۔ شرفاے اکبرآباد سے تھے۔ باپ کے مرنے کے بعد دلی مین

آئے - اور سراج الدین علیخان آرزو (جو اُنکے رشتہ دار تھے) کے پاس اُنھون نے اور اُنکی شاعری نے پرورش پائی، فن شاعری مین وہ کمال پیدا کیا - کہ ہر چند انکا تخلص میر تھا - مگر گنجیفۂ سخن کی بازی مین آفتاب ہوکر چمکے + قدردانی نے انکے کلام کو جواہر اور موتیون کے نگاہون دیکھا + اور نام کو پھولون کی مہک بناکر اُڑایا + ہندوستان مین یہ بات انھین کو نصیب ہوئی ہے کہ مسافر غزلون کو تحفہ کے طور پر شہر سے شہر مین لیجاتے تھے +

دلی کی سلطنت کے زوال کی وجہ سے تنگدستی سے پریشان ہوکر ۱۱۹۰ھ مین **لکھنو** آئے + ایک سرا مین اُترے ، معلوم ہوا - کہ آج یہان ایک جگہ مشاعرہ ہے + اُسی وقت غزل لکھی - اور مشاعرہ مین جاکر شامل ہوئے + انکی قدیمانہ وضع کو دیکھکر سب ہنسنے لگے + میر صاحب بیچارے غریب الوطن زمانے کے ہاتھ سے پہلے ہی شکستہ دل تھے۔ اور بھی دلتنگ ہوئے - اور ایک طرف بیٹھ گئے + شمع انکے سامنے آئی - تو پھر سب کی نظر پڑی - اور بعض اشخاص نے پوچھا کہ "حضور کا وطن کہان ہے" ؟ - میر صاحب نے فوراً ہی یہ قطعہ کہکر غزل طرحی مین داخل کیا +

"کیا بود باش پوچھو ہو - پورب کے ساکنو! ہم کو غریب جان کے ہنس ہنس پکار کے
دلی جو ایک شہر تھا عالم مین انتخاب رہتے تھے منتخب ہی جہان روزگار کے
اُس کو فلک نے لوٹ کے ویران کردیا ہم رہنے والے ہین اُسی اُجڑے دیار کے"

سب کو حال معلوم ہوا + بہت معذرت کی + کمال کے طالب تھے + صبح ہوتے ہوتے شہر مین شہرہ ہوگیا - کہ میر صاحب تشریف لائے + رفتہ رفتہ نواب **آصف الدولہ** مرحوم نے سُنا - اور دوسو روپیہ مہینہ کردیا - لیکن بدو ماغی اور نازک مزاجی نے جو انکے ذاتی مصاحب تھے - یہان بھی انکا ساتھ نہ چھوڑا + ایک دن نواب صاحب سے کسی بات پر بگڑ گئی - دربار کا آنا جانا چھوڑ دیا - اور بدستور اپنے گھر مین بیٹھے رہے - اور فقر و فاقہ مین گذارہ کرتے رہے + آخر ۱۲۲۵ھ مین فوت ہوئے + سو برس کی عمر پائی - **ناسخ** نے تاریخ کہی - ع

"واویلا مرد شہ شاعران" +

کلام کے خصوصیات

- میر صاحب کی زبان شستہ - کلام صاف - بیان ایسا پاکیزہ - جیسے باتین کرتے ہین + دل کے خیالات کو - جو سب کی طبیعتون کے مطابق ہین - محاورے کا رنگ دیکر باتون باتون مین ادا کردیتے ہین اور زبان مین خدا نے ایسی تاثیر دیدی ہے - کہ وہی باتین ایک مضمون بن جاتی ہین + اسی واسطے ان مین بہ نسبت اور شعرا کے اصلیت کچھ زیادہ قائم رہتی ہے - بلکہ اکثر جگہ یہی معلوم ہوتا ہے - کہ گویا نیچر کی تصویر کھینچ رہے ہین + یہی سبب ہے - کہ دلون پر اثر بھی زیادہ کرتی ہین - وہ گویا اُردو کے سعدی ہین +

ایشیا کے تمام شعرا حسرت - مایوسی - ناکامی کا دُکھڑا روتے ہین - مگر اُنکے تمام مضامین خیالی ہین - اور میر صاحب کے حالی اس لئے - کہ میر صاحب کی ساری عمر مصیبت اور غم مین گذری - اور انکی طبیعت قدرتی درد خیز اور دل حسرت انگیز تھا - کہ غزل کی جان ہے + انکا کلام صاف کہدیتا ہے - کہ جس دل سے نکل کر آیا ہون - وہ غم و درد کا پتلا نہین - حسرت و اندوہ کا جنازہ تھا + ہمیشہ وہی خیالات لیے رہتے تھے + بس جو دل پر گذرتے تھے - وہی زبان سے کہدیتے تھے - کہ سُننے والون کے لئے نشتر کا کام کر جاتے تھے +

انکی غزلین ہر بحر مین ہین + کہین شربت اور کہین شیر و شکر ہین - مگر چھوٹی چھوٹی بحرین فقط آبحیات بہاتے ہین + جو لفظ مُنہ سے نکلتا ہے - تاثیر مین ڈوبا ہوا نکلتا ہے - انکی غزل اصول غزلیت کے لحاظ سے سودا سے بہتر ہے*

انکا صاف اور سلجھا ہوا کلام اپنی سادگی مین ایک انداز دکھاتا ہے - اور فکر کو بجاے کاہش کے لذت بخشتا ہے + اسی واسطے خواص مین معزز اور عوام مین ہر دل عزیز رہے +

چونکہ مطالب کی دقت - مضامین کی بلند پروازی - الفاظ کی شان وشکوہ - بندش کی چستی - لازمہ قصائد کا ہے - وہ طبیعت کی شگفتگی اور جوش وخروش کا ثمر ہوتا ہے + اسی واسطے میر صاحب کے قصیدے کم ہین - اور اسی قدر درجہ مین بھی کم ہین + انھون نے طالب سخن پر روشن کر دیا ہے - کہ قصیدہ اور غزل کے دو میدانون مین دن اور رات کا فرق ہے - اور اسی منزل مین آکر سودا اور میر کے کلام کا حال کھلتا ہے + نقادانِ سخن کی یہ راے ہے - کہ جو مرتبہ مرزا کا قصیدہ مین ہے - وہی مرتبہ میر کا غزل مین ہے +

غزلیات

تھا مستعارِ حسن سے اُسکے جو نور تھا / خورشید مین بھی اُس ہی کا ذرہ ظہور تھا
ہنگامہ گرم کُن جو دلِ ناصبور تھا / پیدا ہر ایک نالے سے شورِ نشور تھا
پہونچا جو آپکو تو مین پہونچا خدا کے تئین / معلوم اب ہوا کہ بہت مین بھی دور تھا
آتش بلند دل کی نہ تھی ورنہ اے کلیم! / یک شعلہ برق خرمنِ صد کوہِ طور تھا
مجلس مین رات ایک ترے پرتوے بغیر / کیا شمع کیا پتنگ ہر اک بیحضور تھا
کل پانون ایک کاسۂ سر پر جو آگیا / یکسر وہ استخوان شکستون سے چور تھا
کہنے لگا کہ "دیکھ کے چل راہ بے خبر! / مین بھی کبھو کسو کا سرِ پرغرور تھا"
تھا وہ تو رشکِ حورِ بہشتی ہم ہی مین میر / سمجھے نہ ہم تو فہم کا اپنے قصور تھا

۲

جس سر کو غرور آج ہے یان تاجوری کا / کل اُس پہ یہین شور ہے پھر نوحہ گری کا
آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت؟ / اسباب لٹا راہ مین یان ہر سفری کا
زندان مین بھی شورش نہ گئی اپنے جنون کی / اب سنگِ مداوا ہے اُس آشفتہ سری کا
یہ زخمِ جگر داورِ محشر سے ہمارا / انصاف طلب ہے تری بیدادگری کا
ہر موسمِ گل ہمکو تہِ بال ہی گذرے / مقدور نہ دیکھا کبھو بے بال و پری کا
اس رنگ سے جھلکے ہے پلک پر کہ کہے تو / ٹکڑا ہے ترا اشک عقیقِ جگری کا

کل سیر کیا ہمنے سمندر کو بھی جاکر — تھا دستِ نگر پنجۂ مژگان کی تری کا
لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام — آفاق کی اس کارگہِ شیشہ گری کا
ٹک میرِ جگر سوختہ کی جلد خبر لے — کیا یار بھروسہ ہے چراغِ سحری کا؟

۳

بیتاب جی کو دیکھا دل کو کباب دیکھا — جیتے رہے تھے کیون ہم جو یہ عذاب دیکھا؟
پودا ستم کا جس نے اس باغ مین لگایا — اپنے کیے کا اُن نے ثمرہ شباب دیکھا
آباد جس مین تمکو دیکھا تھا ایک مدت — اُس دل کی مملکت کو اب ہم خراب دیکھا؟
لیتے ہی نام اُسکا سوتے سے چونک اُٹھے ہو — ہے خیر میر صاحب! کچھ تمنے خواب دیکھا؟

۴

جب جنون سے ہمین توسل تھا — اپنی زنجیر پائی کا غل تھا
بستر اتھا چمن مین جون بُلبُل — نالہ سرمایۂ توکل تھا
اک نگہ کو وفا نہ کی گویا — موسمِ گُل صفیرِ بُلبُل تھا
اب تو دل کو نہ تاب ہے نہ قرار — یادِ ایامِ جب تحمل تھا
خوب دریافت جو کیا ہم نے — وقتِ خوش میر نکہتِ گُل تھا

۵

دل و دماغ ہے اب کسکو زندگانی کا؟ — جو کوئی دم ہے تو افسوس ہے جوانی کا
اگرچہ عمر کے دس دن یہ لب رہے خاموش — سخن رہیگا سدا میری کم زبانی کا
ہزار جان سے قربان بے پری کے ہین — خیال ہی کبھو گذرا نہ پر فشانی کا
نمود کرکے وہین بحرِ غم مین بیٹھ گیا — کہے تو میر بھی اک بُلبُلا تھا پانی کا

۶

گُل و بُلبُل بہار مین دیکھا — ایک تجکو ہزار مین دیکھا

جل گیا دل سفید ہین آنکھین یہ تو کچھ انتظار مین دیکھا
آبلے کا بھی ہونا دامن گیر تیرے کوچے کے خار مین دیکھا
تیرہ عالم ہوا یہ روز سیاہ اپنے دل کے غبار مین دیکھا
جن بلاؤن کو میر سنتے تھے اُن کو اس روزگار مین دیکھا

۷

غلط تھا آپ سے غافل گذرنا نہ سمجھے ہم کہ اس قالب مین تو تھا
چمن کی وضع نے ہمکو کیا داغ کہ ہر غنچہ دلِ پر آرزو تھا
گل و آئینہ کیا خورشید و مہ کیا جدھر دیکھا تدھر تیرا ہی رُو تھا
کروگے یاد باتین تو کہوگے کہ کوئی رفتۂ بسیار گو تھا
جہان پُر ہے فسانے سے ہمارے دماغِ عشق ہم کو بھی کبھو تھا
مگر دیوانہ تھا دل بھی کسو کا کہ پیراہن بھی سو جا گہ رفو تھا
نہ دیکھا میر آوارہ کو لیکن غبار اک ناتوان سا کو بکو تھا

۸

ابتداے عشق ہے روتا ہی کیا؟ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہی کیا؟
قافلے مین صبح کے اک شور ہے یعنی غافل! ہم چلے سوتا ہے کیا؟
سبز ہوتی ہی نہین یہ سرزمین تخمِ خواہش دل مین تو بوتا ہے کیا؟
یہ نشانِ عشق ہین جاتے نہین داغ چھاتی کے عبث دھوتا ہی کیا؟
غیرتِ یوسف ہے یہ وقتِ عزیز میر اسکو رائگان کھوتا ہے کیا؟

۹

بارہا گور دل جھکا لایا ابکی شرطِ وفا بجا لایا
قدر رکھتی نہ تھی متاعِ دل سارے عالم مین مین دکھالایا

دل کہ یک قطرہ خون نہین ہے بیش ایک عالم کے سر بلا لایا
سب پہ جس بار نے گرانی کی اُسکو یہ ناتوان اُٹھا لایا
دل مجھے اُس گلی مین لیجا کر اور بھی خاک مین ملا لایا
ابتدا ہی مین مرگئے سب یار عشق کی کون انتہا لایا؟
اب تو جاتے ہین بتکدے سے میر پھر ملین گے اگر خدا لایا

۱۰

غم رہا جب تک کہ دم مین دم رہا دل کے جانے کا نہایت غم رہا
حُسن تھا تیرا بہت عالم فریب خط کے آنے پر بھی اک عالم رہا
دل نہ پہونچا گوشۂ داماں تلک قطرۂ خون تھا مژہ پر جم رہا
سنتے ہین لیلےٰ کے خیمے کو سیاہ اسمین مجنون کا مگر ماتم رہا
جامۂ احرامِ زاہد پر نہ جا تھا حرم مین لیک نامحرم رہا
میرے مرنے کی حقیقت جسمین تھی ایک مدت تک وہ کاغذ نم رہا
صبح پیری شام ہونے آئی میر تو نہ چیتا یان بہت دن کم رہا

۱۱

غلط ہے عشق مین ای بوالہوس اندیشہ راحت کا رواج اس ملک مین ہی درد و داغ و رنج و کلفت کا
زمین اک صفحۂ تصویر بیہوشان سے مانا ہے یہ مجلس جب سے ہے اچھا نہین کچھ رنگ صحبت کا
جہان جلوے سے اُس محبوب کے یکسر لبالب ہی نظر پیدا کر اؐے دل پھر تماشا دیکھ قدرت کا
ہنوز آوارۂ لیلی ہے جانِ رفتہ مجنون کی موئے پر بھی رہا ہوتا نہین وابستہ الفت کا
خرابی دل کی۔ اس حد ہی کہ یہ سمجھا نہین جاتا کہ آبادی بھی یان تھی یا کہ ویرانہ تھا مدت کا

قدم ٹک دیکھکر رکھ میر ہر دل سے نکالیگا
پلک سے شوخ تر کانٹا ہے صحراے محبت کا

۱۲

جو اس شور سے میرؔ روتا رہیگا — تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہیگا؟
مین وہ رونیوالا جہان سے چلا ہون — جسے ابر ہر سال روتا رہیگا
مجھے کام رونے سے اکثر ہے ناصح — تو کب تک مرے منہ کو دھوتا رہیگا؟
بس اے گریہ آنکھین تری کیا نہین ہین؟ — کہان تک جہان کو ڈبوتا رہیگا؟
مرے دل نے وہ نالہ پیدا کیا ہے — جرس کے بھی جو ہوش کھوتا رہیگا
بس اے میرؔ مژگان سے پونچھ آنسوؤن کو — تو کب تک یہ موتی پروتا رہیگا؟

۱۳

اللہ رے غرور و ناز تیرا! — مطلق نہین ہم سے ساز تیرا!
ہم سے کہ تجھی کو جانتے ہین — جاتا نہین احتراز تیرا!
کچھ عشق و ہوس مین فرق بھی کر — کیدھر ہے یہ امتیاز تیرا!
کہتے نہ تھے میرؔ مت کڑھا کر — دل ہو نہ گیا گداز تیرا!

۱۴

ہستی اپنی حباب کی سی ہے — یہ نمایش سراب کی سی ہے
چشم دل کھول اُس ہی عالم پر — یان کی اوقات خواب کی سی ہے
بار بار اُسکے در پہ جاتا ہون — حالت اب اضطراب کی سی ہے
مین جو بولا کہا کہ "یہ آواز — اُسی خانہ خراب کی سی ہے"
آتشِ غم مین دل بھُنا شاید — دیر سے بُو کباب کی سی ہے
دیکھئے ابر کی طرح اب کی — میری چشمِ پُر آب کی سی ہے

میرؔ ان نیم باز آنکھون مین
ساری مستی شراب کی سی ہے

۱۵

فقیرانہ آئے صدا کر چلے — میان خوش رہو ہم دعا کر چلے
جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم — سو اس عہد کو اب وفا کر چلے
شفا اپنی تقدیر ہی مین نہ تھی — کہ مقدور تک تو دوا کر چلے
وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لئے — ہر اک چیز سے دل اُٹھا کر چلے؟
کوئی نا اُمیدانہ کرتے نگاہ — سو تم ہم سے مُنہ بھی چھپا کر چلے
بہت آرزو تھی گلی کی ترے — سو یان سے لہو مین نہا کر چلے
دکھائی دئے یون کہ بیخود کیا — ہمین آپ سے بھی جدا کر چلے
جبین سجدہ کرتے ہی کرتے گئی — حقِ بندگی ہم ادا کر چلے
پرستش کی یان تک کہ اے بت تجھے — نظر مین سبھون کے خدا کر چلے
جھڑے پھول جس رنگ گلبن سے یون — چمن مین جہان کے ہم آکر چلے
نہ دیکھا غمِ دوستان شکر ہے — ہمین داغ اپنا دکھا کر چلے
گئی عمر در فکرِ بندِ غزل — سو اس فن کو ایسا بڑا کر چلے
کہین کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میرؔ — جہان مین تم آئے تھے کیا کر چلے

شیخ امام بخش ناسخ

پیدایش فیض آباد — **وفات لکھنؤ ۱۲۵۴ھ**

شیخ صاحب کی شاعری کا وطن لکھنؤ ہے۔ مگر کمال سے لاہور کو فخر کرنا چاہیئے۔ جو کہ انکے والد کا وطن تھا۔ خاندان کے باب مین فقط اسقدر کہہ سکتے ہین۔ کہ یہ خدا بخش خیمہ دوز کے بیٹے تھے۔ اور بعض اشخاص یہ کہتے ہین۔ کہ اُس دولتمند لاولد نے متبنیٰ کیا تھا۔ اصلی والد بعالم غربت مین مشرق سے مغرب کو گئے۔ فیض آباد مین انکی قسمت سے یہ ستارہ چمکا۔ کہ فلکِ نظم کا آفتاب ہوا۔

خدا کی دین کا موسےٰ سے پوچھئے احوال — کہ آگ لینے کو جائین پیمبری ہو جائے

غریب باپ سے صاحب نصیب بیٹے کے سوا وہان بھی نصیبے نے رفاقت نہ کی۔ مگر اُس دولتمند سوداگر

سنے کہ لاولد تھا۔ بلند اقبال لڑکے کو فرزندی مین لیکر ایسا تعلیم و تربیت کیا کہ بڑے ہوکر شیخ امام بخش ناسخ ہوگئے۔ اور اس مجازی باپ کی بدولت دُنیا کی ضروریات سے بے نیاز رہے۔ لکھنؤ کے دار الخلافت ہو جانے سے وہان آئے۔ اور وہین عمر بسر کی۔ ٹکسال ایک محلہ مشہور ہے + اسمین بیٹھکر شعر کے چاندی سونے پر سکہ لگاتے تھے۔ اور کھوٹے کھرے مضمون کو پرکھتے تھے +

فارسی کتابین حافظ وارث علی لکھنوی سے پڑھی تھین۔ اور علماے فرنگی محل سے بھی تحصیلی کتابین حاصل کی تھین + اگرچہ عربی استعداد فاضلانہ نہ تھی۔ مگر رواج علم اور صحبت کی برکت سے فن شاعری کی ضروریات سے پوری واقفیت تھی۔ اور نظم سخن مین انکی نہایت پابندی کرتے تھے + شاعری مین کسی کے شاگرد نہ تھے۔ مگر ابتدا سے شعر کا عشق تھا + شوق ہمیشہ مشاعرہ مین لیجا کر دل مین اُمنگ اور طبیعت مین جوش بڑھاتا تھا + اور آسودہ حالی اکثر شعرا۔ اہل فہم اور اہل کمال کو انکے گھر کھینچ لاتی + انکی صحبتون مین طبیعت خود بخود اصلاح پاتی گئی + رفتہ رفتہ خود اصلاح دینے لگے +

کسی کی نوکری نہین کی سرمایہ خداداد اور جوہر شناسون کی قدردانی سے نہایت خوشحالی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ پہلی دفعہ الہ آباد مین آئے ہوئے تھے۔ **راجہ چندو لال** نے ۱۳ ہزار روپئے بھیجکر بلا بھیجا + انھون نے لکھا کہ مین نے سید کا دامن پکڑا ہے۔ اسے چھوڑ کر نہین آسکتا + یہان سے جاؤنگا۔ تو لکھنؤ ہی جاؤنگا + راجہ موصوف نے پھر خط لکھا بلکہ ۱۵ ہزار روپئے بھیجکر بڑے اصرار سے کہا۔ کہ ”یہان تشریف لائیگا۔ تو **ملک الشعرا** کا خطاب دلواؤنگا + حاضری دربار کی قید نہ ہوگی + ملاقات آپکی خوشی پر رہیگی“ انھون نے منظور نہ کیا + ۱۲۵۴ھ مین انتقال فرمایا + **میر علی اوسط رشک** نے تاریخ لکھی“ ع ”والا شعر گوی اُٹھی لکھنؤ سے“ + عمر مین اختلاف ہے + بعض کہتے ہین کہ ۶۴ - ۶۵ برس کی عمر تھی“ + مولنا رحمی لکھتے ہین۔ کہ ”تقریباً سو برس کی عمر ہوگی“ +

تین دیوان ہین۔ مگر دو مشہور ہین + ان مین غزلون۔ رباعیون۔ تاریخون کے سوا اور قسم کی نظم نہین + قصائد کا شوق نہ تھا + ہجو کے کانٹون سے انکا باغ پاک ہے +

کلام کے خصوصیات۔ عموماً کلام انکا شاعری کے ظاہری عیبون اور لفظی سقمون سے بہت پاک ہے۔ اور اس امر مین انکی اتنی کوشش ہے۔ کہ اگر چہ ترکیب کی چستی یا کلام کی گرمی مین فرق آجاے۔ مگر اصول ہاتھ سے نہین جانے دیتے + غزلون مین شوکت الفاظ۔ بلند پردازی۔ نازک خیالی بہت ہے۔ اور نمک ظرافت کا چٹخارا اور تاثیر کم شوکت الفاظ کہتی ہے۔ اگر وہ قصیدہ کہتے۔ تو خوب کہتے +

اس عہد تک شعراے لکھنؤ اُن اُستادون کے شاگرد تھے۔ جنکا دریاے کمال دلی کے سرچشمہ سے نکلا تھا۔ اور فصحاے لکھنؤ بھی ہر محاورے کے لئے دلی ہی کو فخر سمجھتے تھے۔ کیونکہ وہ اکثر اُنھین بزرگون کے فرزند تھے جنھین زمانہ کی گردش نے اُڑا کر وہان پھینکا تھا۔ شیخ صاحب اور خواجہ حیدر علی آتش کے کمال نے لکھنؤ کو دلی کی قید پابندی سے آزاد کرکے استقلال کی سند دی۔ اور وہی مستند ہوئی +

انکے چند مشہور شاگرد ہین + خواجہ وزیر۔ برق۔ رشک۔ بحر۔ منیر شکوہ آبادی۔ نادر۔ یہ سب صاحب دیوان اور بجاے خود اُستاد ہین +

غزلیات

دشمن سر ہے تری گردن کشی مانند شمع   افسر زر شوق سے رکھ پر نہ اتنا سر اُٹھا

زندگی مین صرف کرتا ہو سکندروشی حصول　　مثلِ قارون خاک مین جا کر نہ بارِ زر اُٹھا
چاہیئے تعمیرِ دل جو ساتھ اُٹھا لیجائیگا　　یون خرابی کے لئے دیوار اُٹھا یا در اُٹھا
بات جن نازک مزاجون سے نہ اُٹھتی تھی کبھی　　بوجھ اُنسے سیکڑون من خاک کا کیونکر اُٹھا؟
کیا سخن سنجی سے حاصل جب سخندان ہی نہین؟　　زانوِ فکرت سے اے ناسخ تو اپنا سر اُٹھا

۲

مرتبہ کم حرصِ رفعت سے ہمارا ہوگیا　　آفتاب ایسا ہوا اونچا کہ تارا ہوگیا
باعثِ چاکِ کتان ہوتا ہے جلوہ ماہ کا　　وان چھپا وہ ماہ یان دل پارہ پارہ ہوگیا
ایک درہم اور داخل گنجِ قارون مین ہوا　　پست ایسا میرے طالع کا ستارہ ہوگیا
بے ثباتی جو ہوئی عالم کی ثابت اے فلک　　آفتاب اپنی نظر مین اک شرارہ ہوگیا

۳

میکشو! جسوقت ساقی کا کرم ہوجائیگا　　پھر مرا جامِ گدائی جامِ جم ہوجائیگا
پھیر دیگا دن ہمارے جب مقلبِ دہر کا　　داغِ افلاس اپنے سینے مین درم ہوجائیگا
مینہ کے کھلنے کی علامت ہی شفق کا پھولنا　　لال مجھپر وہ ہوا رونا بھی کم ہوجائیگا
شکر و شکوہ ہے سو وہ جاویگا اے ناسخ! یہی　　دوست و دشمن کا وجود اکدن عدم ہوجائیگا

۴

انسان کو انسان سے کینہ نہین اچھا　　جس سینہ مین کینہ ہو وہ سینہ نہین اچھا
آواز یہ آتی ہے لبِ آبِ بقا سے　　مرنا ہی یہان خوب ہے جینا نہین اچھا
پہونچا ہے کوئی اوجِ حقیقت کو کب اس سے؟　　واعظ ترے ممبر کا یہ زینہ نہین اچھا
ہو سیر جو منظور دلا بحرِ جہان کی　　جز کشتیِ درویش سفینہ نہین اچھا

ہے ہند بھلا کیا ترے رہنے کو کہ ناسخ!
مکہ نہین اچھا کہ مدینہ نہین اچھا؟

۵

ہو وطن مین خاک میرے گوہرِ مضمون کی قدر
لعل قیمت کو پہونچتا ہے بدخشان چھوڑکر

ہوتی ہے غربت مین عزت پر پڑی ایذا کے بعد
رنج اُٹھائے کسقدر یوسف نے کنعان چھوڑکر

اعتماد اصلا نہین۔ گر ہے جہان زیرِ نگین
اُٹھ گیا دُنیا سے خاتم کو سلیمان چھوڑکر

آج تو پوشاک پر مرتا ہے تو کل دیکھیو
جائیگا نبّاش تیری لاش عُریان چھوڑکر

۶

مین وہ شوریدہ سر دیوانہ تھا جو بعدِ مردن بھی
چڑھا جاتے ہین پتھر لوگ آکر میرے مدفن پر

ہمارے نالہائے پر اثر کی طرز اُڑاتی ہے
گریبان چاک ہو گل کا نہ کیون بلبل کے شیون پر؟

جہان مین تیرہ دل جو ہین وہی بے رنج رہتے ہین
کہ نازل ہوتی ہے آفت۔ ہوا کی شمعِ روشن پر

ہمارے زخم کے نظارے کی کب تاب ہے اسکو؟
تو اے جراح! پہلے باندھ پٹی چشمِ سوزن پہ

کسی کا درد ہوتا ہے کسی کو کب زمانے مین؟
کہ جام و گل ہین خندان شیشہ و بلبل کے شیون پہ

اگر ہوتا ہے اک دانہ بھی دس مین میری قسمت کا
فلک بجلی گرادیتا ہے ناسخ میرے خرمن پہ

۷

خاکسارون سے ہے ہرجا سرکشون کی سرکشی
وہ زمین ہے کون جسپر آسمان ہوتا نہین؟

جو سعادتمند ہین رہتے ہین وہ بے خانمان
دہر مین پیدا ہما کا آشیان ہوتا نہین

جتنے ہین صاحب سخن اُنکی طبیعت نرم ہے
ہے دلیل اسپر۔ زبان مین استخوان ہوتا نہین

دم ہے جبتک جسم عاشق مین ہے خامی کی دلیل
خوب جل جاتی ہے جو شے پھر دھوان ہوتا نہین

عشق کا ہو درد اے ناسخ نہ کیونکر لادوا؟
زخمہائے تیرِ مژگان کا نشان ہوتا نہین

۸

سوائے مکر زمانے مین رسم و راہ نہین
وہ کون جا ہے جہان چاہ زیرِ کاہ نہین؟

مین گو کہ حسن سے ظاہر مین مثلِ ماہ نہین
ہزار شکر کہ باطن مرا سیاہ نہین

ہوئی ہے مجکو جرس سے یہ بات اب ثابت / شکستہ دل جو ہوا اُسکے لب پہ آہ نہین
جگر کے داغ ہین بے لطف گر نہ ہو ناسور / جہان مین کون ہے وہ باغ جسمین چاہ نہین؟
ہمیشہ کام مین غیرون کے ہین سعادتمند / ہما کو اپنے لئے فکرِ عز و جاہ نہین
ہجومِ فوجِ عدو سے جہان مین اے ناسخ! / سوائے قلعۂ مرقد کہین پناہ نہین

۹

مرد وارستہ کہین قیدِ مکان کرتا نہین / طائرِ نکہت خیالِ آشیان کرتا نہین
روز اک شام و سحر کرتا ہے پیدا بہرِ خلق / صبح میری شامِ غم کو آسمان کرتا نہین
ہے ہر اک آفت سے ایمن مسکنِ اہلِ فنا / باغِ جنت کو خدا ہرگز خزان کرتا نہین
رحم کر عشاق پر گر چاہیے عمرِ دراز / پیرِ گردون طفلِ ظالم کو جوان کرتا نہین
عیب اپنے آپ کر دیتے ہین ہم بدست فاش / شیشۂ مے جسطرح مے کو نہان کرتا نہین
جامِ مے مین دیکھتا ہون مین جہان کو مثلِ جم / گو سکندر کی طرح سیرِ جہان کرتا نہین

۱۰

دل مین پوشیدہ تپِ عشقِ تپان رکھتے ہین / آگ ہم سنگ کے مانند نہان رکھتے ہین
نے سواری تری دیکھین تو ہون گردِ دنبال / ہاتھ مین صبر کی جو لوگ عنان رکھتے ہین
بزمِ جانان مین کبھی بات نہ نکلی منہ سے / کہنے کو شمع کے مانند زبان رکھتے ہین
مثلِ پروانہ نہین کچھ زر و مال اپنے پاس / ہم فقط تجھ پہ فدا کرنے کو جان رکھتے ہین
طائرِ روح کو کر دیتے ہین کیونکر بسمل؟ / تیر رکھتے ہین پری رو نہ کمان رکھتے ہین
تازگی ہے سخنِ کہنہ مین یہ بعد وفات / لوگ اکثر مرے جینے کا گمان رکھتے ہین
عوضِ ملکِ جہان ملکِ سخن ہے ناسخ! / گو نہین حکم روان طبع روان رکھتے ہین

۱۱

خوش قدون کی خاک پہ اُٹھتی ہی ہر دم سرو قد / گرد و باد و اسے غفلت اس بیابان مین نہین

آج نقاشی کی چھت لگوا نہین مانع کوئی
کل بجز نقاش لیکن سقفِ ایوان مین نہین

دیکھنا کل آپ سے کوئی نہ رکھیگا قدم
آج جا ینکی اجازت جس گلستان مین نہین

دوست دشمن سب کے سب ہین رفتنی مثلِ نسیم
گل تو کیا کانٹا بھی اکدن اس گلستان مین نہین؟

نامِ حاتم رہ گیا ہے ہوگیا برباد تخت
آدمی کیا دیو بھی ملکِ سلیمان مین نہین؟

مورچھل نادان ہلاتے ہین کسے حیران ہون؟
ہڈیان بھی تربتِ فغفور و خاقان مین نہین

دُم دبا جاتے تھے جنکے سامنے شیرِ ژیان
غیرِ روباہ و شغال اب اُنکے ایوان مین نہین

آمدِ موسیٰ و ہارون کی قوی ہے یہ دلیل
کونسا فرعون ہے جو فکر سامان مین نہین؟

جو ترا جی چاہتا ہے بس وہی کرتا ہے تو
وہ پری ہے تو کہ فرمانِ سلیمان مین نہین

بے وطن ہوکر زمانہ مین ہوئے نالان بشر
آشنا نالون سے ہرگز نے نیستان مین نہین

مثلِ مجنون کس لئے صحرا بصحرا ہے خراب؟
کیا رسائی تجکو ناسخ! کوے جانان مین نہین؟

۱۴

رفعت کبھی کسی کی گوارا یہان نہین؟
جس سرزمین کے ہم ہین وہان آسمان نہین

دو روز ایک وضع پہ رنگِ جہان نہین
وہ کون سا چمن ہے کہ جسکو خزان نہین؟

عبرت کی جا ہے لاکھون ہی طفل و جوان نہین
پیری مین بھی خیال اجل کا یہان نہین

ہر گل ہے اس چمن سے گریزان برنگِ بو
سروِ چمن ہے کون جو سروِ روان نہین؟

آنکھون سے فائدہ جو نہین تیری گرد راہ
حاصل جبین سے کیا جو ترا آستان نہین؟

حاصل تجھے بصارتِ یعقوب ہو اگر
یوسف بغیر کوئی یہان کاروان نہین

منعم کے شکر مین بھی بلائین کبھی کبھی
تنہا برائے لذتِ دنیا زبان نہین

پژمردہ ایک ہے تو شگفتہ ہے دوسرا
باغِ جہان مین فصلِ بہار و خزان نہین

زردار جو ہین کیون نہ ہون خندان برنگِ گل؟
باغِ جہان مین زر بھی کم از زعفران نہین

جنکے سرون پہ آپ مگس ران رہے ہما
اُنکا لحد مین آج کوئی استخوان نہین

۱۳

یہ جسم زار ہے یون پیرہن کے پردے مین کہ جیسے روح نہان ہے بدن کے پردے مین

سوائے اہلِ سخن ہو مشاہدہ کسکو؟ نہان ہے شاہدِ معنی سخن کے پردے مین

تلاش جسکی ہے دن رات تجکو اے غافل! چھپا ہوا ہے وہ تیرے ہی تن کے پردے مین

جو عندلیب کے آنکھون سے دیکھے اور سمجھے ظہور ہے اُسی گُل کا چمن کے پردے مین

چمن مین لائی صبا کسکی بو جو آج شمیم؟ دمک رہی ہے گلِ یاسمن کے پردے مین

خبر نہ شامِ غریبی کی مجکو تھی ناسخ! چھپی ہوئی تھی یہ صبحِ وطن کے پردے مین

۱۴

بیان کیا ہو سکے عمرِ روان کی مجھ سے چالاکی؟ کہ اس توسن سے لگا ہے نہ ترکی کو نہ تازی کو

اکیلا دل مرا فوجِ تمنا کے مقابل ہے الٰہی! کیجیو تو فتحیاب اِس مردِ غازی کو!

ثمر پختہ جو ہے لے خام طبعو! باغِ عالم مین نہ کیونکر خاکساری سے وہ بدلے سرفرازی کو؟

۱۵

اجل سر پر کھڑی ہے خوابِ غفلت مین تو ما نہ ہو چھپر کھٹ کے عوض لازم جنازے کا بنانا ہے

دکھا دیتا ہے کافورِ سحر روز آسمان سب کو ولیکن غافل اپنی غسلِ میت سے دِوانہ ہے

مین وہ ہون مردۂ بیکس کے میری قبر کے اوپر بنے ہے برق جھالر ابرِ رحمت شامیانہ ہے

نہ ہوگا مزرعِ اعمالِ زاہد بار ور ہرگز کہ سرسبزی سے ہے محروم سبحہ کا جو دانہ ہے

جو مالک گنجِ زر کا ہو بجا ہے سرکشی اُسکو کہ فوارے کو دیکھو پاس پانی کا خزانہ ہے

ہوا ثابت جو دیکھا اژدہا و گنج کو باہم جو موذی ہین ہمیشہ اُنکے قبضے مین خزانہ ہے

غبارِ راہ ہم سمجھین نہ کیونکر جسمِ خاکی کو؟ رگِ جان توسنِ عمرِ روان کو تازیانہ ہے

نکلتا ہے جو ہر گل زر بکف گلزارِ عالم مین خدا جانے زمین مین دفن یہ کیسا خزانہ ہے؟

اشارہ آمد و رفتِ نفس کا ہے یہی ہر دم بدن مین دم جو آیا ہے مقرر اُسکو جانا ہے

کمی ہوتی نہین نقدِ سخن کی یان کبھی ناسخ!
ازل سے اپنے قابو مین معانی کا خزانہ ہے

۱۶

طالبِ دیدار جسکا ہے دلا! وہ تجھ مین ہے
جلوۂ برقِ تجلی تھا شرارِ طور سے

خلق کے اعمال پہ کرتے ہین ایسا انقلاب
جائے آتش جوش پانی کا ہوا تنور سے

ہضمِ موذی کے گھر کو اہلِ حاجت لوٹ لین
مانگتا ہے کب کوئی جا کر عسل زنبور سے؟

بانٹ لے کوئی کسی کا درد یہ ممکن نہین
بارِ غم دُنیا مین اٹھواتے نہین مزدور سے

دیکھتا ہون جب کلام اُسکا بہت آتا ہے یاد
اُنس تھا مجکو نہایت ناسخِ مغفور سے

دیکھنا اے اہلِ عبرت! انتقامِ آسمان
بنتے ہین جامِ گدا خاکِ سرِ فغفور سے

۱۷

توسنِ عمرِ رواں ایسا ہی گر چالاک ہے
گرد سان برباد اک دن میری مشتِ خاک ہے

آئنے کو دوست رکھتے ہین جہان کے خوب و زشت
دل ہوا جب صاف بس عالم سے جھگڑا پاک ہے

اسفل و اعلیٰ جو ہین ملجائینگے سب خاک مین
آسمان اس رتبۂ عالی پہ زیرِ خاک ہے

پست تر کرتیکو گردون سب کو کرتا ہے بلند
اُفتک بھی اس رتبۂ عالی پہ زیرِ خاک ہے

رُوح ہے ہر جسم مین مشتاقِ اخبارِ اجل
اسلئے یہ آمد و رفتِ نفس کی ڈاک ہے

۱۸

کیا ہون اشکون سے مرے دیدۂ بینا خالی؟
غمِ فرقت سے نہین ہے کوئی سینہ خالی

قلزمِ دہر مین رکھتا ہے تجرّد محفوظ
غرق کم ہوتا ہے دریا مین سفینہ خالی

کبھی ہوگی نہ یہان گنجِ معانی کی کمی
ورنہ ہو صرف سے قارون کا خزانہ خالی

ایک کے نفع سے ہے ایک کو نقصان یہان
جام بھر جائے جو ساقی تو ہو مینا خالی

کیا بھلا مہر و محبت کو جگہ ہو ناسخ!
یار کے سینے کو کرتا نہین کینہ خالی

خواجہ حیدر علی آتش

پیدایش دلی — وفات لکھنؤ ۱۲۶۳ھ

آتش تخلص - خواجہ حیدر علی نام + آپ دلی کے رہنے والے تھے + لکھنؤ مین جاکر سکونت اختیار کی + خواجہ زادون کا خاندان تھا - جسمین مسند فقر بھی قائم تھی - اور سلسلہ پیری مریدی کا بھی تھا + مگر شاعری اختیار کی - اور خاندانی طریقہ کو سلام کرکے اسمین سے فقط آزادی و بے پروائی کو رفاقت مین لے لیا + مصحفی کے شاگرد تھے - اور حق یہ ہے - کہ انکی آتش بیانی نے اُستاد کے نام کو روشن کیا - بلکہ کلام کی گرمی اور چمک کی دمک نے اُستاد شاگرد کے کلام مین اندھیرے اُجالے کا امتیاز دکھایا +

علمی استعداد معمولی تھی - مشق کی کثرت سے اپنے زمانہ مین مسلم الثبوت استاد ہو گئے - اور سیکڑون شاگرد مثل میر وزیر علی صبا - رند - خلیل - جلیل - تمنا - ورسبمل - نادر مرزا کے انکے دامن تربیت مین پرورش پاکر اُستاد کہلائے + ۱۲۶۳ھ مین ایک دن بیٹھے بیٹھے تھے - یکایک ایسا موت کا جھونکا آیا - شعلہ کی طرح بجھ کر رہ گئے + آتش کے گھر مین راکھ کے ڈھیر کے سوا اور کیا ہوتا تھا + میر علی اوسط رشک نے تاریخ لکھی - ع -

"خواجہ حیدر علی اسے وا مرد ند"

تمام عمر کی کمائی - جسے حیات جاودانی کا مول کہنا چاہئے - ایک دیوان غزلون کا ہے - جو کہ اُن کے سامنے رائج ہو گیا تھا + دوسرا تتمہ ہے - کہ پیچھے مرتب ہوا + جو کلام انکا ہے - حقیقت مین محاورہ اُردو کا دستور العمل ہے - اور انشا پردازی ہند کا اعلیٰ نمونہ + شرفاے لکھنؤ کی بول چال کا انداز اس سے معلوم ہوتا ہے + جس طرح لوگ باتین کرتے ہین - اُسیطرح اُنھون نے شعر کہدئے ہین + انکے کلام نے پسند خاص اور قبول عام کی سند حاصل کی + انکا کلام مضامین بلند سے خالی نہین + طرز بیان صاف ہے + سیدھی سی بات کو پیچ نہین دیتے - ترکیبون مین استعارے اور تشبیہین فارسیت کی بھی موجود ہین - مگر قریب الفہم +

غزلیات

عاجز نواز دوسرا تجھ سا نہین کوئی
رنجور کا انیس ہے ہمدم علیل کا

باغ و بہار آتشِ نمرود کو کیا
مشکل کے وقت تو ہوا حامی خلیل کا

موسے کو تیرے حکم سے دریا نے راہ دی
فرعون کو تو نے غرق کیا رود نیل کا

طوفان مین ناخدائی کے کشتیِ نوح کی
حقا جواب ہی نہین تجھ سے کفیل کا

سائل ہون مجکو قید کم و بیش کی نہین
مختار ہے کریم کثیر و قلیل کا

دیکھا تو خار و گل کا مقام ایک شاخ ہے
دل توڑتا نہین تو عزیز و ذلیل کا

آتش یہی دعا ہے خدائے کریم سے — محتاج اے کریم نہ کیجو بخیل کا

۲

محبت کا ترے بندہ ہر اک کو اے صنم پایا — برابر گردنِ شاہ و گدا دونون کو خم پایا
بہ رنگِ شمع جس نے دل جلایا تیری دوری مین — تو اُسنے منزلِ مقصود کو دو ہی قدم پایا
نشانہ تیرِ ہمت کا ہے میرا اخترِ طالع — اُٹھاؤن داغ مین تو آسمان سمجھے درم پایا
ہزارون حسرتین جاوینگے میرے ساتھ دُنیا سے — شرار و برق سے بھی عرصۂ ہستی کو کم پایا
سوائے رنج کچھ حاصل نہین ہے اس خرابے مین — غنیمت جان جو آرام تو نے کوئی دم پایا
نظر آیا تماشائے جہان جب بند کین آنکھین — صفائے قلب سے پہلو مین ہمنے جامِ جم پایا
جلایا اور مارا حُسن کی نیرنگ سازی نے — کبھی برقِ غضب اُسکو کبھی ابرِ کرم پایا
فراقِ انجام کار آغازِ وصلت کا بلا شک ہے — بہت رویا مین روح و تن کو جب مشتاق ہم پایا
ہوا ہرگز نہ خطِ شوق کا سامان درست آتش — سیاہی ہوگئی نایاب اگر ہمنے قلم پایا

۳

حُسنِ پری اک جلوۂ مستانہ ہے اُس کا — ہوشیار وہی ہے کہ جو دیوانہ ہے اُسکا
وہ شوخ نہان گنج کے مانند ہے اُسمین — معمورۂ عالم ہے جو ویرانہ ہے اُسکا
جو چشم کہ حیران ہوئی آئینہ ہے اُسکی — جو سینہ کہ صد چاک ہوا شانہ ہے اُسکا
دل قصرِ شہنشاہ ہے وہ شوخ اُسمین شہنشاہ — عرصہ یہ دو عالم کا جلو خانہ ہے اُسکا
وہ یاد ہے اُسکی کہ بُھلا دے دو جہان کو — حالت کو کرے غیر وہ یارانہ ہے اُسکا
یوسف نہین جو ہاتھ لگے چند درم سے — قیمت جو دو عالم کی ہے بیعانہ ہے اُسکا
آوارگیِ نکہتِ گُل ہے یہ اشارہ — جامہ سے وہ باہر ہے جو دیوانہ ہے اُسکا
یہ حال ہوا اُسکے فقیرون سے ہُویدا — آلودۂ دُنیا جو ہے بیگانہ ہے اُسکا
شکرانۂ ساقیِ ازل کرتا ہے آتش — لبریز مئے شوق سے پیمانہ ہے اُسکا

۴

حباب آسا میں دم بھرتا ہوں تیری آشنائی کا / نہایت غم ہے اس قطرہ کو دریا کی جدائی کا
تعلق روح سے مجکو جسد کا ناگوارا ہے / زمانے میں چلن ہے چار دن کی آشنائی کا
ہوئی منظور محتاجی نہ تجکو اپنے سائل کی / بنایا کاسۂ سر واژگون کاسہ گدائی کا
نکل اے جان! تن سے تا وصالِ یار حاصل ہو / چمن کی سیر ہے انجام بلبل کو رہائی کا
شکستِ خاطرِ احباب ہوتی ہے درست اس سے / توجہ میں ترے اے یار! اثر ہے مومیائی کا
نظر آتی ہیں ہر سو صورتیں ہی صورتیں مجکو / کوئی آئینہ خانہ کارخانہ ہے خدائی کا
دل اپنا آئینہ سے صاف عشقِ پاک رکھتا ہے / تماشا دیکھتا ہے حسن اسمیں خودنمائی کا
نہیں دیکھا ہے لیکن تجکو پہچانا ہے آتش نے / بجا ہے اے صنم! جو تجکو دعویٰ ہے خدائی کا

۵

غبارِ راہ ہوکر چشمِ مردم میں محل پایا / نہالِ خاکساری کو لگا کر ہم نے پھل پایا
برنگِ شمع ہم دل سوختوں نے بزمِ عالم میں / زبان کھولی نہ لیکن بات کرنے کا محل پایا
شکستہ دل ہوا انسان عوض ہر شے کا ملتا ہے / مُوا فرزند اگر تو داغِ دل نعم البدل پایا
رُعونت کونسی شے پر ہے ان عُزلت گزینوں کو؟ / حصیرِ کہنہ دیکھا دستِ خشک و پائے شل پایا
غضب ہے منزلِ ہستی میں آسایش طلب ہونا / ہجومِ خواب سے رہرو نے آخر کو خلل پایا
ہمیشہ جوشِ گریہ سے رہا پانی میں اے آتش / کبھی تازہ نہ لیکن اپنے دل کا یہ کنول پایا

۶

سُن تو سہی جہان میں ہے تیرا فسانہ کیا؟ / کہتی ہے تجکو خلقِ خدا غائبانہ کیا؟
زیرِ زمین سے آتا ہے جو گل سو زر بکف / قاروں نے راستے میں لُٹایا خزانہ کیا؟
اُڑتا ہے شوقِ راحتِ منزل سے اسپِ عمر / مہمیز کس کو کہتے ہیں اور تازیانہ کیا؟
چاروں طرف سے صورتِ جانانہ ہو جلوہ گر / دل صاف ہو ترا تو ہے آئینہ خانہ کیا؟

صیاد اسیرِ دامِ رگِ گل ہے عندلیب
دکھلا رہا ہے چھپ کے اُسے دام و دانہ کیا؟

طبل و علم ہی پاس ہے اپنے نہ ملک و مال
ہم سے خلاف ہو کے کریگا زمانہ کیا؟

آتی ہے کس طرح سے مری قبضِ روح کو؟
دیکھوں تو موت ڈھونڈ رہی ہے بہانہ کیا؟

ہوتا ہے زرد سُن کے جو نامرد مدعی
رستم کی داستان ہے ہمارا فسانہ کیا؟

صیاد گلعذار دکھاتا ہے سیرِ باغ
بُلبُل قفس میں یاد کرے آشیانہ کیا؟

یوں مدعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے
آتش غزل یہ تو نے کہی عاشقانہ کیا؟

۷

فریب کو دلِ اہلِ صفا میں راہ نہیں
وہ دشت ہے کہ جہاں آب زیرِ کاہ نہیں

بدن سا شہر نہیں دل سا بادشاہ نہیں
حواسِ خمسہ سے بہتر کوئی سپاہ نہیں

صدا یہ قبر سے بیدار دل کے آتی ہے
عمل جو نیک ہوں تو ایسی خوابگاہ نہیں

عذابِ گور ہے دُنیا کے رنج سے بدتر
سوا خدا کے کرم کے کہیں پناہ نہیں

فقیر بنکے قدم اسمیں مارا ے آتش!
طریق احمدِ مرسل ہے شاہراہ نہیں

۸

جانبِ دشتِ عدم خیمہ رواں کرنے دو
وحشتِ دل کو علاجِ خفقاں کرنے دو

سوزِ دل میری طرح سے نہ بیاں ہوئیگا
شمع کا نور کو بھی چرب زباں کرنے دو

کوہِ غم ٹوٹنے پر آہ ہے یاں کم ظرفی
ٹھیس سے کاسۂ چینی کو فغاں کرنے دو

سامنے آ ہی گیا لشکرِ اندوہ و ملال
اب تو سیدھی مری آنکھوں کو نشاں کرنے دو

آخرِ کار تہِ خاک ہے مسکن سب کا
اہلِ دولت کو بلند آج مکاں کرنے دو

پھوٹ بہنے دو انھیں یار کے آگے آتش!
دل کا احوال بھی آنکھوں کو بیاں کرنے دو

۹

کام ہمت سے جوانمرد اگر لیتا ہے
سانپ کو مار کے گنجینۂ زر لیتا ہے

ناگوارا کو جو کرتا ہے گوارا انسان — زہر کھا کر مزۂ شیر و شکر لیتا ہے
منزلِ فقر و فنا جائے ادب ہے غافل — بادشہ تخت سے یان اپنے اُتر لیتا ہے
عقل کر دیتی ہے انسان کی جہالت زائل — موت سے جان چھپانے کو سپر لیتا ہے
غیرتِ نالۂ و فریاد نہ کھوائے آتش — آشنا کوئی نہین کون خبر لیتا ہے

۱۰

یہ کس رشکِ مسیحا کا مکان ہے؟ — زمین یان کی چہارم آسمان ہے
خدا پنہان ہے عالم آشکارا — نہان ہے گنج ویرانہ عیان ہے
دلِ روشن ہے روشن گر کی منزل — یہ آئینہ سکندر کا مکان ہے
تکلف سے بری ہے حسنِ ذاتی — قبائے گل مین گل بوٹا کہان ہے؟
برنگِ بو ہون گلشن مین مین بلبل — بغل غنچہ کی میرا آشیان ہے
شگفتہ رہتی ہے خاطر ہمیشہ — قناعت بھی بہارِ بے خزان ہے
بہت آتا ہے یاد اے صبرِ مشکین! — خدا خوش رکھے تجکو تو جہان ہے
تعلق ہوتا ہے خوشبو سے اُسکے — کسی گلرو کا غنچہ عطردان ہے
وطن مین اپنے اہلِ شوق کیطرح — سفر مین روز و شب ریگِ روان ہے
سحر ہووے کہین شبنم کرے کوچ — گل و بلبل کے دریا درمیان ہے
سعادتمند قسمت پر ہین شاکر — ہما کو مغزِ بادام استخوان ہے
جرس کے ساتھ دل رہتے ہین نالان — مرے یوسف کا عاشق کاروان ہے
قدِ محبوب کو شاعر کہین سرو — قیامت کا یہ اے آتش زبان ہے

۱۱

بازارِ دہر مین تری منزل کہان نہ تھی ؟ — یوسف نہ جسمین ہو کوئی ایسی دکان نہ تھی
منزل ہی دور ہے جو یہ پہونچی نہین ہنوز — دم لینے والی راہ مین عمرِ روان نہ تھی

دکھلاسے سیر آنکھوں کو بامِ مُراد کی — ایسی کوئی کمند کوئی نردبان نہ تھی
رہجانا پیچھے جسم کا جان سے عجب نہین — کس کاروان کی گرد پسِ کاروان نہ تھی؟
نافہمی کی دلیل ہے یہ سجدہ سے اِبا — ابلیس کو حقیقتِ آدم عیان نہ تھی
افسوس کیا جوانیِ رفتہ کا کیجئے — وہ کون سی بہار تھی جسکو خزان نہ تھی؟
نالون سے ایک دن نہ سکئے گرم گوشِ یار — آتش مگر تمھارے دہن مین زبان نہ تھی

۱۴

مسافر کی طرح رہ خانہ بدوش — نہین جاے اقامت دارِ فانی
یقین ہے دیدۂ باریک بین کو — کرے عینک طلب یہ ناتوانی
یہ مشتِ خاک ہو مقبولِ درگاہ — صبا کی چاہتا ہون مہربانی
سفیدی مو کی ہو کافور ہر چند — کوئی مٹتا ہے داغِ نوجوانی؟
نہ خوش ہو فربہیِ تن سے غافل — سبک کرتی ہے مُردے کو گرانی
موے جو پیشتر مرنے سے وہ لوگ — کفن سمجھے قباے زندگانی
ہوا کوئی نہ حالِ دل سے آگاہ — رہی مشتاقِ گوش اپنی کہانی
خدا کے حکم سے ہے قوتِ نطق — کلام اپنا ہے ہاتف کی زبانی
مرا دیوان ہے اے آتش اِک خزانہ — ہراک بیت اسمین ہے گنجِ معانی

خاقانیِ ہند شیخ محمد ابراہیم ذوق

پیدایش دلی سنہ ۱۲۰۴ھ — وفات دلی سنہ ۱۲۷۱ھ

شیخ محمد رمضان کے لڑکے تھے - جو ایک غریب سپاہی تھے + ۱۱- ذی الحجہ سنہ ۱۲۰۴ھ مین دہلی مین پیدا ہوے + ابتداءً حافظ غلام رسول صاحب شوق سے پڑھتے تھے + انھین کی خدمت مین شعر و شاعری کا شوق ہوا + اسی محلہ مین میر کاظم حسین صاحب بیقرار ایک انکے ہمسبق تھے - وہ بھی حافظ غلام رسول صاحب

سے اصلاح لیا کرتے تھے + ایکدن وہ ایک غزل لکھکر لائے + غزل اچھی تھی، شیخ نے سنکر کہا۔ کہ خوب شعر نکالے ہین" + انھون نے کہا کہ "ہم تو شاہ نصیر کے شاگرد ہو گئے" + شیخ مرحوم کو بھی شوق ہوا + اُن کے ساتھ جاکر شاگرد ہو گئے + برابر اصلاح لیتے رہے + ایکبار مرزا رفیع السودا کے غزل پر غزل کہی، شاہ صاحب پاس لے گئے + انھون نے خفا ہو کر غزل پھینکدی۔ کہ اُستاد کی غزل پر غزل کہتا ہے + اب تو مرزا رفیع سے بھی اونچا اُڑنے لگا" یہ وہان سے چپکے چلے آئے + اُس دن سے کسی سے اصلاح نہین لی + خود کہتے اور مشاعرون مین پڑھتے۔ یہانتک کہ طبیعت کی شوخی اور شعر کی گرمی سُننے والون کے دلون پر اثر برق کیطرح دوڑی۔ اور کلام کا چرچا بڑھا +

اکبر شاہ کے ولیعہد مرزا ابو ظفر۔ کہ بادشاہ ہو کر بہادر شاہ ہوئے۔ شعر کے شیدا تھے۔ اور ظفر تخلص سے ملک شہرت کو تسخیر کیا تھا + دربار شاہی مین جو جو کہنہ مشق شاعر تھے۔ سب وہین آکر جمع ہوتے تھے + اپنے اپنے کلام سُناتے تھے + میر کاظم حسین بیقرار ولیعہد کے ملازم خاص تھے۔ انکی وساطت سے یہ قلعہ مین پہونچے۔ اور اکثر دربار ولیعہدی مین جانے لگے + شاہ نصیر کہ ولیعہد کی غزل کو اصلاح دیا کرتے تھے۔ دکن چلے گئے + میر کاظم حسین صاحب میر منشی ہو کر **لشکار پورسٹہ**۔ وغیرہ چلے گئے + چندروز کے بعد ایک دن ولیعہد نے ایک غزل جیب سے نکالکر دی کہ "ذرا اسے بنا دو" یہ وہین بیٹھ گئے۔ اور غزل بنا کر سُنائی + ولیعہد بہادر بہت خوش ہوئے۔ اور کہا کہ "بھئی کبھی کبھی تم آکر ہماری غزل بنا جایا کرو" پھر برابر انھین سے اصلاح لیتے رہے + چند سال کے بعد ایک قصیدہ اکبر شاہ کے دربار مین لکھکر سُنایا جسکے مختلف شعرون مین انواع واقسام کے صنائع وبدائع صرف کئے تھے + مطلع اُسکا یہ تھا +

"جبکہ سرطان واسد مہر کا ٹھہرا مسکن — آب وایلولہ ہوئے نشوونمائے گلشن

اسپر بادشاہ نے خاقانی ہند کا خطاب عطا کیا + اُسوقت شیخ مرحوم کی عمر ۱۹ برس کی تھی +

جب مرزا ابو ظفر بادشاہ ہو کر بہادر شاہ ہوئے۔ تو پہلے اُنھون نے قصیدہ گذرانا + اسپر تنخواہ مین ایک معتدبہ اضافہ ہوا + آخر ایام مین ایک دفعہ بادشاہ بیمار ہوئے + جب شفا پائی۔ اور انھون نے ایک قصیدہ غرا لکھکر نذر گذرانا۔ تو خلعت کے علاوہ خطاب **خان بہادر** اور ایک ہاتھی مع حوضۂ نقرئی انعام ہوا + پھر ایک بڑے زور شور کا قصیدہ لکھکر گذرانا۔ جسکا مطلع یہ ہے ۔ **ع** ۔

"شب کو مین اپنے سربستر خواب راحت" + اسپر ایک گانون جاگیر مین عطا ہوا ۔

۲۴ ۔ صفر سنہ ۱۲۷۱ھ جمعرات کا دن تھا۔ کہ ۱۷ دن بیمار رہکر وفات پائی مرنے سے تین گھنٹے پہلے یہ شعر کہا تھا +

"کہتے ہین آج **ذوق** جہان سے گذر گیا — کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے"

علوم متداولہ مین مہارت کامل رکھتے تھے + تصوف خوب جانتے تھے۔ نجوم رمل موسیقی مین بھی

دخل تھا۔ غزلون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عام جوہر انکے کلام کا تازگی مضمون۔ صفائی کلام۔ چستی ترکیب۔ خوبی محاورہ ہے۔ مگر حقیقت مین رنگ مختلف وقتون مین مختلف رہا۔ قصائد مین اصلی میلان انکی طبیعت کا سودا کے انداز پر زیادہ تھا۔ سودا کے بعد شیخ مرحوم کے سوا کسی نے اسپر قلم نہین اُٹھایا۔

کلام کو دیکھکر یہ عام انداز معلوم ہوتا ہے۔ کہ مضامین کے ستارے آسمان سے اُتارے ہین۔ مگر اپنے لفظون کی ترکیب سے اُنھین ایسی شان وشکوہ کی کرسیون پر بیٹھایا ہے۔ کہ پہلے سے بھی اونچے نظر آتے ہین۔ انھین قادر کلامی کے دربار سے ملک سخن پر حکومت مل گئی ہے۔ کہ ہر قسم کے خیال کو جس رنگ سے چاہتے ہین۔ کہہ جاتے ہین۔ کبھی تشبیہ کے رنگ سے سجاکر استعارہ کی بو سے بساتے ہین۔ کبھی بالکل سادے لباس مین جلوہ دکھاتے ہین مگر ایسا کچھ کہہ جاتے ہین۔ کہ دل مین نشتر سا کھٹک جاتا ہے۔ اور مُنہ سے کبھی واہ اور کبھی آہ نکلتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ انکے ہونٹون مین شستہ اور برجستہ لفظون کے خزانے بھرے ہین۔ اور ترکیب الفاظ کے ہزارون رنگ ہین۔ مگر جیسے جہان سجتا دیکھتے ہین۔ وہ گویا وہین کے لئے ہوتا ہے۔ وہ طبیب کامل کی طرح ہر مضمون کی طبیعت کو پہچانتے تھے۔ کہ کون ہے۔ کہ سادگی مین رنگ دیجائیگا۔ اور کون رنگینی مین۔ کامل مصور کی تیزی قلم کو اُسکے رنگون کی شوخی روشن کرتی ہے۔ اسی طرح انکے مضمون کی باریکی کو اُنکے الفاظ کی لطافت جلوہ دیتی ہے۔ اُنھین اس بات کا کمال تھا۔ کہ باریک سے باریک مطلب اور پیچیدہ سے پیچیدہ مضمون کو اس صفائی سے ادا کر جاتے تھے۔ گویا ایک شربت کا گھونٹ تھا۔ کہ کانون کے رستہ سے پلادیا۔ ہر ایک نازک اور باریک خیال کو محاورہ اور ضرب المثل مین اسطرح ترکیب دیتے۔ جیسے آئینہ گر شیشہ کو قلعی سے ترکیب دیکر آئینہ بناتا ہے۔ اسی واسطے ہر ایک شخص کے سمجھ مین آتا ہے۔ اور دل پر اثر بھی کرتا ہے۔

قصیدہ

مرزا ابوظفر بہادر شاہ نے عالم ولیعہدی مین بیماری کے بعد غسل صحت کیا تھا۔ اسکی مبارکباد مین یہ قصیدہ لکھا گیا تھا۔

واہ وا کیا معتدل ہے باغ عالم مین ہوا!
مثل نبض صاحب صحت ہے ہر موج صبا

بھرتی ہے کیا کیا مسیحائی کا دم باد بہار!
بنگیا گلزار عالم رشک صد دار الشفا

ہے گلون کے حق مین شبنم مرہم زخم جگر
شاخ بشکستہ کو ہے باران کا قطرہ مومیا

ہوگیا موقوف یہ سودا کا بالکل احتراق
لالہ پے داغ سیہ پانے لگا نشو و نما

ہوگیا زایل مزاج دہر سے یا تپک جنون
بید مجنون کا بھی صحرا مین نہین باقی پتا

ہوتا ہے لُطفِ ہوا سے اسقدر پیدا لہو
برگ مین ہر نخل کے سُرخی ہے جون رنگِ حنا

پائی یہ اصلاح صفرا نے کہ دُنیا مین کہین
زرد چشم اب دیکھنے کو بھی نہین ہے کہربا

ہر مزاجِ بلغمی مین ہوتی ہے تولید خون
چاندنی کا پھول ہو گر ارغوانی ہے بجا

نام کو اشیا مین نے تلخی رہی نے سمیّت
بن گئی تریاک افیون زہر میٹھا ہو گیا

کیا عجب جدوار کی تاثیر گر رکھے زقوم
کیا عجب گر آب حنظل دیوے شربت کا مزا

نیش کی جا نوش ہو دُنبالۂ زنبور مین
کام مین افعی کے ہو مُہرہ بجائے آبلہ

راحت و آرام کا اِس دور مین ہے دوردور
چاہیئے واقف نہ ہو دوران سر سے آسیا

موتیا بند آنکھ مین اپنی جو رکھتی ہے صدف
اب رکھے ہے روشنی مثلِ دلِ اہلِ صفا

آگیا اصلاح پر ایسا زمانے کا مزاج
تازبانِ خامہ بھی آتا نہین حرفِ دوا

نسخہ پر لکھنے نہین پاتا ہُوالشافی طبیب
کہتا ہے بیمار بس کر مجھکو بالکل ہے شفا"

فرق جاہا یہانتک اعضاے بدن سی درد نے
درد کے جو حرف ہین وہ آپ ہی سب ہین جُدا

لاغرون کو ہو کمالِ تاب وطاقت یہ شتاب
کیسے دو ہفتہ ہلال اک شب مین ہو بدر الدجیٰ؟

صبح صادق کے ہے گو سر مین سفیدی آگئی
لیکن اِس پیری مین بھی صادق ہے ایسی اشتہا

بھوک کی شدت سے اُسکو اک نفس فرصت نہو
قرص سے خورشید کے جبتک نہ کرلے ناشتا

رات بھر ڈھونڈھا کیا انجم کے دانے چرخ پیر
پھر جو دیکھا صبح کو اصلا شکم مین کچھ نہ تھا

پہونچی یہ تفتیح کی نوبت کہ نوبت خانہ مین
لیتی ہے جی کھولکر کیا کیا ڈکارین کرنا

کوس پھولا ہے خوشی سے نفخ کا کیا دخل ہے؟
جون حباب اسکی نہین مطلق شکم مین امتلا

ہضم کامل اسقدر معدہ نے پہونچایا بہم
جیّد الکیموس ہے جو حلق سے اُترے غذا

ہے مزاجِ اہلِ عالم یہ قریب اعتدال
ساتون اقلیمین ہین گویا اب بخطِ استوا

رکھیگا تعویذ اور گنڈا کوئی کیون اپنے پاس؟
باغ عالم مین یہی عالم جو صحت کا رہا

دیگا طاؤس اپنے بازو سے سارے نقش دھو
پھینکدیگی توڑ کر گنڈا اسکے گلے سے فاختہ

اسقدر جاتی رہی عالم سے بیماری کہ آج
نام گلشن مین نہین ہے نرگسِ بیمار کا

واقعی کس طرح سے صحت نہ اک عالم کو ہو
جبکہ ہو اُسکی نوید غسلِ صحت جانفزا

وہ ولیعہدِ زمان **مرزا محمد بو ظفر**
اُسکی قوت گر ضعیفون کو بنا دے اقویا

تقویت کا یہ اثر ہو عام - جو ہین برگِ زرد
ہون مقویِ دل و جان مثل اوراقِ طلا

شادیِ صحت سے اُسکی آج ہوکر شاد شاد
تہنیت خوانی مین ہین سرگرم سب نزہت سرا

مین بھی اس رشکِ چمن محفل مین وہ مطلع پڑھون
بلبلِ تصویر سُنکر بول اُٹھے مرحبا

مطلع دوم

آج ہے عالم مین وہ روزِ سعادت انتما
دے اگر زاغ و زغن بیضہ تو پیدا ہو ہما

مژدۂ جان بخش صحت ہے ترا ماءالحیات
جس سے جون سیماب کشتہ مردہ دل زندہ ہوا

ہے بقاے عمر سے تیری بقاے عمرِ خلق
ذات سے تیری جہان مین چشمۂ آبِ بقا

قطرہ افشانی سے آبِ غسلِ صحت کے ترے
ہون دُرِ خوش آب پیدا اسقدر قوّت فزا

ہووین استعمال یاقوتی مین وہ موتی اگر
بخشے پیرانِ کہن کو نوجوانون کے قوا

جسم کو مل مل کے دھویا تو نے جسدم وقتِ غسل
گردِ کلفت کو دلِ عالم سے گویا دھو دیا

دل عدوِ سنگدل کا تھا شقاوت سے جو سخت
زیرِ پا پامال ہوتا تھا برنگِ سنگِ پا

خوردۂ دل کو صبا لائی تصدق کے لئے
دے گیا ابرِ بہاری نذرِ دُرِّ بے بہا

شادیِ صحت کا تیری کیا کہون عالم کہ آج
جوشِ عشرت سے یہ عالم بن گیا عشرت سرا

چھیڑدے تارِ شمع کو گر ناخنِ موجِ نسیم
بزم مین پیدا ہو تارِ سازِ مطرب کی صدا

لب پہ ساغر کے ہے جون موجِ تبسم موجِ مے
شورِ قلقل لب پہ ہے مینائے مے کے قہقہا

بزم تصویرات فانوسِ خیالی کی طرح
حلقۂ رقاصگان ہے زیرِ گردون جابجا

کر رہا صحنِ چمن ہی مین ہو کیا طاؤس رقص؟
آشیانہ مین ہے رقصان طائرِ قبلہ نما

خانہ ہاے چشم مین بھی پتلیون کا رقص ہے
ہے جو منظورِ نظر سب کو تماشا رقص کا

چھوٹی آتشبازی ایسی جسکی گلکاری کو دیکھ
رات کو کہتے تھے آپس مین ثریا و سہا

صنع آتشباز پر حیرت زدہ ہوتی ہے عقل
سنگ پارس سے کہین باروت کو پسوایا تھا کیا؟

ہوگئی تاثیر اسکی یہ کہ ہر گل ریز سے
ریزۂ فولاد نکلے بنکے گلہاے طلا

گنج چھٹتے تھے ستارونکے عجب انداز سے
ماہ پارون کا تھا گویا خندۂ دندان نما

مُنہ ہے کیا جو رنگ سے مہتاب کے مہتاب ہو
غازہ سے ہر چند چمکے رنگ روے مہ لقا

بُرج جو اُڑتے ہوئے قندیل شب زیر فلک
برج تھے جتنے فلک پر سب کو روشن کر دیا

فی الحقیقت یہ وہ شادی ہے کہ اسکے روبرو
جشن جمشیدی کا کچھ مطلق نہین رتبہ رہا

ہے زبان خامہ عاجز آگے بس تعریف مین
ذوق کہتا ہے اُٹھا کر ذوق مین دست دُعا

رکھے صحت سے ہمیشہ شافی مطلق تجھے
جو ترے بد خواہ ہون وہ رنج مین ہون مبتلا

قصیدہ مسدس دعائیہ

سر پر آراے گردون جبتک سلطان خاور ہو
قمر دستور اعظم صدر اعلےٰ سعد اکبر ہو

عطارد میر منشی زُہرہ ناظر آسمان پر ہو
زُحل میر عمارت تُرک گردون میر لشکر ہو

سپہر ہفت آسمان جبتک کہ دور ہفت اختر ہو
الٰہی یہ بہادر شاہ شاہ ہفت کشور ہو

رہے نام سلیمان تا نگین حکمرانی سے
رہے نام فریدون تا درفش کاویانی سے

رہے دارا کو تا نام آوری تاج کیانی سے
سکندر تا ہو نامی سکۂ کشورستانی سے

ترا اے خسرو والاحشم عالم مسخر ہو
سر پر سلطنت پر تو ہمیشہ دادگستر ہو

بخار ارض سے تا ابر ہو اور ابر مین پانی
روان پانی سے تا دریا ہو اور دریا کو طغیانی

زمین مین تا ہو کان اور کان مین ہو جوہر کانی
پئے جوہر ہو قیمت اور قیمت کو فراوانی

تری شمشیر جوہر دار مین نصرت کا جوہر ہو
ترے قبضہ مین بھر بھر کے گہر ہو کان پُر زر ہو

رکھین تا عود کو آتش پہ اور آتش کو مجمر مین
گل تر تا ہو گلدان مین تری ہو تا گل تر مین

رہے تا نافہ مین مشک اذفر اور بو مشک اذفر مین
صدف مین تا ہو گوہر اور ہو تا آب گوہر مین

ترے ابرِ کرم سے باغِ عالم تازہ و تر ہو — شمیمِ خُلق سے تیرے جہاں یکسر معطر ہو
طریقِ رہبری میں خضر ہو جبتک ہدایت فن — سہارا ہووے تا بحرِ غریق الیاس کا دامن
رہے ادریس تا قطعِ تعلق سے جناں مسکن — مسیحا کا ہو بالا خانہ تا خورشید سے روشن
چراغِ عمر سے تیرے جہاں سارا منور ہو — فروغِ اسلام کو ہو رونقِ دینِ پیمبر ہو
شفق گلگونہ ہو جبتک سحر کے رُوئے نیکو کو — کرے آراستہ تا شام اپنے موئے گیسو کو
ثریا نور تن تا کہکشاں کے ہوئے بازو کو — کرے وسمہ سے تا قوسِ قزح سبزا اپنے ابرو کو
لبِ پا نخوردہ دشمن کے لہو سے تیرا خنجر ہو — بسر بد خواہ خندق تیرے انگشتِ سناں پر ہو
گلستاں میں ہو تا گُل اور گُل سے شاخ ہو زیبا — نیستاں میں ہو تا نے اور نے سے نغمہ ہو پیدا
نہالِ تاک میں انگور ہو انگور میں صہبا — نشہ صہبا میں ہو اور ہو نشہ جبتک نشاط افزا
شرابِ عیش سے خالی کبھی تیرا نہ ساغر ہو — ہمیشہ جشنِ جمشیدی سے تیرا جشن بہتر ہو
قلم تا راستی پیشہ ہو اور کاغذ صفا آئین — قلمزن تا ہو مشک افشاں و کاغذ خط سے مشک آگین
زباں پر تا سخن ہو اور سخن میں معنیِ رنگین — سخن تا داد چاہے اور تا اہلِ سخن تحسین
ترا مداح دائم خسروِ **ذوقِ** سخنور ہو — ہمیشہ تہنیت خواں ہو دعا گو ہو ثنا گر ہو

سہرا

نواب زینت محل کو بادشاہ کے مزاج میں بہت دخل تھا + **مرزا جوان بخت** اُنکے بیٹے تھے - اور باوجودیکہ بہت مرشد زادوں سے چھوٹے تھے - مگر بیگم کی خاطر سے اُنکی ولیعہدی کے لئے کوشش کر رہے تھے + اُنکی شادی کا موقع آیا + بڑی دھوم دھام کے سامان ہوئے + بیگم کی ایما سے **غالب** مرحوم نے یہ سہرا کہکر زرنگار کاغذ پر لکھکر ایک سونے کی کشتی میں رکھکر بڑے تکلف کے ساتھ حضور میں گذرانا +

خوش ہو اے بخت! کہ ہے آج ترے سر سہرا — باندھ شہزادے جواں بخت کے سر پر سہرا
کیا ہی اس چاند سے مکھڑے پہ بھلا لگتا ہے! — ہے ترے حُسنِ دل افروز کا زیور سہرا
سر پہ چڑھنا تجھے پھبتا ہے پر اے طرفِ کلاہ! — مجھ کو ڈر ہے کہ نہ چھینے ترا لمبر سہرا

تاؤ بھر کر ہی پروئے گئے ہونگے موتی
تب بنا ہوگا اِس انداز کا گز بھر سہرا

رُخ پہ دولھا کے جو گرمی سے پسینا ٹپکا
ہے رگِ ابر گہر بار سراسر سہرا

یہ بھی اک بے ادبی تھی کہ قبا سے بڑھ جائے
رُک گیا آن کے دامن کے برابر سہرا

جی مین اترائین نہ موتی کہ ہمین ہین اک چیز
چاہئے پھولون کا بھی ایک مقرر سہرا

جبکہ اپنے مین سمائین نہ خوشی کے مارے
گوندھے پھولون کا بھلا پھر کوئی کیونکر سہرا؟

رُخِ روشن کی دمک گوہرِ غلطان کی چمک
کیون نہ دکھلائے فروغِ مہ و اختر سہرا؟

تارِ ریشم کا نہین ہے یہ رگِ ابرِ بہار
لائے گا تابِ گرانبارئ گوہر سہرا؟

ہم سخن فہم ہین **غالب** کے طرفدار نہین
دیکھیں اِس سہرے سے کہدے کوئی بہتر سہرا"

جب سہرے کو ملاحظہ فرمایا تو مقطع کو دیکھکر حضور کو بھی خیال بلکہ ملال ہوا۔ **ذوق** مرحوم حسبِ معمول حضور مین گئے تو وہ سہرا دیا کہ اُستاد اسے تو دیکھو۔ انھون نے پڑھا اور بموجب عادت کے عرض کی۔ پیر و مرشد درست۔ بادشاہ نے کہا تم بھی ایک سہرا کہدو۔ عرض کی بہت خوب۔ پھر فرمایا کہ ابھی لکھدو۔ اور کہا کہ مقطع کو بھی دیکھا۔ عرض کی حضور دیکھا۔ غرض بیٹھ گئے اور عرض کیا۔

اے جوان بخت! مبارک تجھے سر پر سہرا
آج ہے یُمن و سعادت کا ترے سر سہرا

آج وہ دن ہے کہ لائے دُرِ انجم سے فلک
کشتئ زر مین مہِ نو کی لگا کر سہرا

تابشِ حُسن سے مانندِ شعاعِ خورشید
رُخِ پُر نور پہ ہے تیرے منور سہرا

وہ کہے "صَلِّ علیٰ" یہ کہے "سبحان اللہ"
دیکھے مکھڑے پہ جو تیرے مہ و اختر سہرا

تا بنے اور بنی مین رہے اِخلاص بہم
گوندھئے سورۂ اخلاص کو پڑھ کر سہرا

دھوم ہے گلشنِ آفاق مین اس سہرے کی
گائین مرغانِ نوا سنج نہ کیونکر سہرا؟

روئے فرخ پہ جو ہین تیرے برستے انوار
تارِ بارش سے بنا ایک سراسر سہرا

ایک کو ایک پہ تزئین ہے دمِ آرایش
سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا

ایک گہر بھی نہین صدکان گہر مین چھوڑا
تیرا بنوایا ہے لے لے کے جو گوہر سہرا

پھرتی خوشبو سے ہے اتراتی ہوئی بادِ بہار — اللہ اللہ رے پھولون کا معطر سہرا
سر پہ طرہ ہے مزین تو گلے مین بدّھی — کنگنا ہاتھ مین زیبا ہے تو سر پر سہرا
رونمائی مین تجھے دے مہ و خورشید و فلک — کھولدے مُنہ کو جو تو مُنہ سے اُٹھا کر سہرا
کثرتِ تارِ نظر سے ہے تماشائیون کے — دمِ نظارہ ترے روے نکو پر سہرا
درِ خوش آبِ مضامین سے بنا کر لایا — واسطے تیرے ترا ذوق ثنا گر سہرا
جن کو دعوی ہو سخن کا یہ سُنادو اُن کو — دیکھو اس طرح سے کہتے ہین سخنور سہرا

مرزا بڑے ادا شناس تھے۔ جب اُنکو اسکی خبر ہوئی۔ سمجھے کہ کیا تھا کچھ اور ہو گیا کچھ اور۔ یہ قطعہ کہکر حضور مین گذرانا۔ سب طرف سے تعریفین ہوئین ✤

منظور ہے گذارشِ احوالِ واقعی — اپنا بیانِ حُسنِ طبیعت نہین مجھے
سَو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہگری — کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہین مجھے
آزادہ رو ہون اور مرا مسلک ہے صلحِ کل — ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہین مجھے
کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہون — مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہین مجھے
اُستادِ شہ سے ہو مجھے پرخاش کا خیال! — یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہین مجھے
جامِ جہان نما ہے شہنشاہ کا ضمیر — سوگند اور گواہی کی حاجت نہین مجھے
مین کون اور ریختہ؟ ہان اس سے مدعا — جز انبساطِ خاطرِ حضرت نہین مجھے
سہرا لکھا گیا ز رہِ امتثالِ امر — دیکھا کہ چارہ غیرِ اطاعت نہین مجھے
مقطع مین آپڑی ہے سخن گسترانہ بات — مقصود اس سے قطعِ محبت نہین مجھے
روے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ — سودا نہین جنون نہین وحشت نہین مجھے
قسمت بُری سہی پہ طبیعت بُری نہین — ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہین مجھے

صادق ہون اپنے قول کا غالب خدا گواہ
کہتا ہون سچ کہ جھوٹ کی عادت نہین مجھے

غزلیات

اُسے ہمنے بہت ڈھونڈا نہ پایا   اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا
جس انسان کو سگِ دُنیا نہ پایا   فرشتہ اُسکا ہمپایہ نہ پایا
مقدر ہی پہ گر سود و زیان ہے   تو ہمنے یان نہ کچھ کھویا نہ پایا
سراغِ عمرِ رفتہ ہاتھ کیا آئے؟   کہین جسکا نشانِ پا نہ پایا
کرے کیا سیر دل ملکِ فنا کی؟   کہ اس بازار مین سودا نہ پایا
رہِ گم گشتگی مین ہمنے اپنا   غبارِ راہ بھی عنقا نہ پایا
رہا ٹیڑھا مثالِ نیشِ کژدم   کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا
فلک کے گنبدِ بے در سے ہم تو   نکلجاتے مگر رستہ نہ پایا
جہان دیکھا کسی کے ساتھ دیکھا   کہین ہم نے تجھے تنہا نہ پایا
چراغِ داغ لیکر دل مین ڈھونڈا   اثر پر صبر و طاقت کا نہ پایا
وہ از خود رفتہ ہون جسکو خودی نے   خدائی مین اگر ڈھونڈا نہ پایا
یہی ہر دم ہے زخمِ دل کا رونا   دہن پایا لبِ گویا نہ پایا
کبھی تو اور کبھی تیرا رہا غم   غرض خالی دلِ شیدا نہ پایا
نظیر اُسکا کہان عالم مین اے ذوق   کہین ایسا نہ پائے گا نہ پایا

۲

مرے سینہ سے تیرا تیر جب اے جنگجو نکلا   دہانِ زخم سے خون ہو کے حرفِ آرزو نکلا
مرا گھر تیرا منزلگاہ ہو ایسے کہان طالع؟   خدا جانے کدھر کا چاند آج اے ماہرو نکلا؟
پھرا گر آسمان تو شوق مین تیرے ہی سرگردان   اگر خورشید نکلا تیرا گرمِ جستجو نکلا
مے عشرت کا تھا خمخانۂ افلاک پر دھوکا   کہ تھا لبریزِ غم اس خمکدہ سے جب سبو نکلا
کہین تجھکو نہ پایا گرچہ ہمنے اک جہان ڈھونڈا   پھر آخر دل ہی مین دیکھا بغل ہی مین سے تو نکلا

خجل اپنے گناہون سے ہون یہانتک مین کہ جیدویا
تو جو آنسو مری آنکھون سے نکلا سُرخرو نکلا

گھسے سب ناخنِ تدبیر اور ٹوٹی سرِ سوزن
مگر تھا دلمین جو کانٹا نہ وہ ہرگز کبھو نکلا

اُسے عیار پایا یار سمجھے ذوق ہم جس کو
جسے یان دوست اپنا ہم سنے جانا وہ عدو نکلا

۳

لکھتے اُسے خط مین کہ ستم اُٹھ نہین سکتا
پر ضعف سے ہاتھون مین قلم اُٹھ نہین سکتا

بیمار ترا صورتِ تصویرِ نہالی
کیا اُسکے سرِ بسترِ غم اُٹھ نہین سکتا؟

آتی ہے صداے جرسِ ناقہ لیلےٰ
پر حیف کہ مجنون کا قدم اُٹھ نہین سکتا

جون دانہ روئیدہ تہ خاک ہمارا
سر زیرِ گران بارِ الم اُٹھ نہین سکتا

ہر داغِ معاصی مرا اُس دامنِ تر سے
جون حرف سرِ کاغذِ نم اُٹھ نہین سکتا

اتنا ہون ترے تیغ کا شرمندۂ احسان
سر میرا ترے سر کی قسم اُٹھ نہین سکتا

پردہ درِ کعبہ سے اُٹھانا تو ہے آسان
پر پردۂ رخسارِ صنم اُٹھ نہین سکتا

کیون اتنا گران بار ہے جوزادِ سفر بھی
اے راہ روِ ملکِ عدم اُٹھ نہین سکتا

دُنیا کا زر و مال کیا جمع تو کیا ذوق؟
کچھ فائدہ بے دستِ کرم اُٹھ نہین سکتا

۴

نالہ کہتا ہے کہ "تا چرخِ زحل جاؤنگا
بلکہ مین توڑ کے اُسکو بھی نکل جاؤنگا

آج اگر راہ نہ پاؤنگا تو کل جاؤنگا
کوچۂ یار مین پر سر ہی کے بل جاؤنگا"

دل سے کہتا ہون کہ "تو ساتھ نہ لیجا مجکو
جاکے مین وان ترے قابو سے نکل جاؤنگا

مدرسہ مین بھی اگر جاؤنگا تو جاے کتاب
شیشۂ بادہ لئے زیرِ بغل جاؤن گا"

دل یہ کہتا ہے "مجھے سینۂ روزن سے نکال
ورنہ خون ہوکے مین آنکھون سے نکل جاؤنگا

آنکھ سے اشک صفت مجکو گرا کر نہ اُٹھا
دل نہین مین کہ سنبھالے سے سنبھل جاؤنگا"

گر پڑا آگ مین پروانہ دمِ گرمیِ شوق
سمجھا اتنا بھی نہ کم بخت کہ جل جاؤنگا

کہتا پیراہنِ گُل ہے یہ نزاکت سے نسیم / "ہاتھ مجکو نہ لگاتا کہ نکل جاؤنگا"

سُنتے ہو زاہد و ناصح جو ہین سمجھاتے مجھے / کیا بدل دیوینگے یہ اور مین بدل جاؤنگا؟

مین وہ مشتاقِ شہادت ہون کہ سر دینے کو / پاسے کو بان تہِ شمشیرِ اجل جاؤنگا

جنبشِ برگ صفت باغِ جہان مین اے ذوق / کچھ نہ ہاتھ آئیگا تو ہاتھ تو مل جاؤنگا

۵

ابر کیا ہے؟ آنسو بہانا کوئی ہم سے سیکھ جاے / برق کیا ہے؟ تلملانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

پوچھے ملا سے۔ جسے کرنا ہو سجدہ سہو کا / سیکھے۔ گر اپنا بُھلانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

تیر و پیکان جتنے دلمین تھے۔ دئے ہمنے نکال / اپنے ہاتھون گھر لُٹانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

دیکھ کر قاتل کو بھر لائے خراشِ دلمین خون / سچ تو یون ہے مسکرانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

خط مین لکھوا کر اُنھین بھیجا تو مطلع درد کا / درد دل اپنا جتانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

تیغ تو اوچھی پڑی تھی۔ گر پڑے ہم آپ سے / دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

جب کہا "مرتا ہون" - وہ بولے مرا سر کاٹ کر / "جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جاے"

دہان ہلے ابرو۔ یہان پھیری گلے پر ہمنے تیغ / بات کا ایما بھی پانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

سُنکر آمد اُنکی از خود رفتہ ہو جاتے ہین ہم / پیشوا لینے کو جانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

ہمنے پہلے ہی کہا تھا "تو کرے گا ہم کو قتل" / تیورون کا تاڑ جانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

جو سکھایا اپنی قسمت نے۔ وگرنہ اُسکو غیر / کیا سکھائیگا؟ سکھانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

کیا ہوا اے **ذوق** ہین جون مردمک ہم روسیاہ؟ / لیکن آنکھون مین سمانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

۶

سر بوقتِ ذبح اپنا۔ اُسکے زیرِ پاے ہے / یہ نصیب اللہ اکبر! لوٹنے کی جاے ہے

رخصت اے زندان! جنون زنجیر در کھڑکاے ہے / مژدہ خارِ دشت پھر تلوا مرا کُھجلاے ہے

واہ وا شورِ محبت! خوب ہی چھڑکا نمک! / استخوان میرا ہما کس کس مزے سے کھاے ہے

دم کی ہے سینہ مین آکر ضعف سے گفتگو
دیکھئے لب تک خدا کس طرح سے پہنچائے ہے

بس کرم سوزِ درون! اب بجھ جائینگے دل اور جگر
رحم جوشِ گریہ! اچھا تو پھر ابھی بھر آئے ہے

بل بے استغنا کہ! وہ یان آتے آتے رہ گئے
اُف رے بیتابی! کہ یان تو دم ہی نکلا جائے ہے

نزع مین بھی **ذوق** کو تیرا ہی بس ہے انتظار
جانبِ در دیکھ لے ہے جبکہ ہوش آ جائے ہے

۷

دیوان چندو لال مدار المہام دربار حیدر آباد نے کئی ہزار روپئے بھیجکر بلا بھیجا - اور مصرع اپنی طرح مشاعرہ کا بھیجا، **ذوق** مرحوم نے زمین مذکور مین دو غزلہ کہکر بھیجدیا - اور روپیہ نہ لیا - اُسی سے یہ چند اشعار انتخاب کر کے یہان لکھے گئے ہین +

کل گئے تھے تم جسے بیمار ہجران چھوڑ کر
چل بسا وہ آج سب ہستی کا سامان چھوڑ کر

طفلِ اشک ایسا گرا دامانِ مژگان چھوڑ کر
پھر نہ اُٹھا کوچۂ چاکِ گریبان چھوڑ کر

کام یہ تیرا ہی تھا - رحمت ہے اے ابرِ کرم!
ورنہ جائے داغِ عصیان میرا دامان چھوڑ کر

مین ہون وہ گمنام جب دفتر مین نام آیا مرا
رہ گیا بس منشیِ قدرت جگہ وان چھوڑ کر

اہلِ جوہر کو وطن مین رہنے دیتا گر فلک
لعل کیون اس رنگ سے آتا بدخشان چھوڑ کر؟

گر خدا دیوے قناعت ماہِ یک ہفتہ کی طرح
دوڑے ساری کو کبھی آدھی نہ انسان چھوڑ کر

گرچہ ہے مُلکِ دکن مین ان دنون قدرِ سخن
کون جائے **ذوق** پر دلّی کی گلیان چھوڑ کر

۸

بلبل ہون صحنِ باغ سے دور اور شکستہ پر
پروانہ ہون چراغ سے دور اور شکستہ پر

کیا ڈھونڈے دشتِ گم شدگی مین مجھے کہ ہے
عنقا مرے سراغ سے دور اور شکستہ پر

اس مرغِ ناتوان پہ ہے حسرت جو رہ گیا
مُرغانِ کوہ و راغ سے دور اور شکستہ پر

ساقی بطِ شراب ہے تجھ بن پڑی ہوئی
خُم سے الگ ایاغ سے دور اور شکستہ پر

خود اُڑ کے پہونچے تا مہ - جو ہو مُرغ نامہ بر
اس شوخ خوش دماغ سے دور اور شکستہ پر

کرتا ہے دل کا قصد کماں دار تیرا تیر
پر ہے نشانِ داغ سے دور اور شکستہ پر

اے ذوق میرے طائرِ دل کو کہاں فراغ
کوسوں ہے وہ فراغ سے دور اور شکستہ پر

۹

لائی حیات آئے۔ قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی سے چلے

بہتر تو ہے یہی کہ نہ دُنیا سے دل لگے
پر کیا کریں جو کام نہ بے دل لگے چلے؟

کم ہونگے اس بساط پہ ہم جیسے بد قمار
جو چال ہم چلے سو نہایت بُری چلے

ہو عمرِ خضر بھی تو کہیں گے بوقت مرگ
ہم کیا رہے یہان ؟ ابھی آئے ابھی چلے

نازان نہ ہو خرد پہ جو ہونا ہو وہ ہی ہو
دانش تری نہ کچھ مری دانشوری چلے

دُنیا نے کس کا آہ فنا مین دیا ہے ساتھ؟
تم بھی چلے چلو یونہین جبتک چلی چلے

جاتے ہوائے شوق مین ہین اس چمن سے ذوق
اپنی بلا سے بادِ صبا اب کبھی چلے

انتخاب از کلیاتِ غالب

قصیدہ

ہان مہِ نو سنین ہم اُسکا نام
جسکو تو جھک کے کر رہا ہے سلام

دو دن آیا ہے تو نظر دمِ صبح
یہی انداز اور یہی اندام

بارے دو دن کہان رہا غائب؟
بندہ عاجز ہے گردشِ ایام

اُڑکے جاتا کہان کہ تارون کا
آسمان نے بچھا رکھا تھا دام؟

عذر مین تین دن نہ آنے کے
لیکے آیا ہے عید کا پیغام

اُسکو بھولا نہ چاہیئے کہنا
صبح جو جائے اور آئے شام

ایک مین کیا کہ سب نے جان لیا
تیرا آغاز اور ترا انجام؟

رازِ دل مجھ سے کیون چھپاتا ہے؟
مجکو سمجھا ہے کیا کہین نمام؟

جانتا ہون کہ آج دُنیا مین — ایک ہی ہے اُمیدگاہِ انام
مینے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش — غالب اُسکا مگر نہین ہے غلام؟
جانتا ہون کہ جانتا ہے تو — تب کہا ہے بطرزِ استفہام
مہرِ تابان کو ہو تو ہو اے ماہ — قرب ہر روزہ برسبیلِ دوام
تجھکو کیا پایہ روشناسی کا — جز بہ تقریبِ عیدِ ماہِ صیام؟
جانتا ہون کہ اُسکے فیض سے تو — پھر بنا چاہتا ہے ماہِ تمام
ماہ بن ماہتاب بن مَین کون؟ — مجھکو کیا بانٹ دیگا کیا انعام؟
میرا اپنا جدا معاملہ ہے — اور کے لین دین سے کیا کام؟
ہے مجھے آرزوے بخششِ خاص — گر تجھے ہے امیدِ بخششِ عام
جو کہ بخشیگا تجھکو فرِّ فروغ — کیا نہ دیگا مجھے مئے گلفام؟
جبکہ چودہ منازلِ فلکی — کرچکی قطع تیری تیزیِ گام
تیرے پرتو سے ہون فروغ پذیر — کوے و مشکوے و صحن و منظر و بام
دیکھنا میرے ہاتھ مین لبریز — اپنی صورت کا اک بلورین جام

آفتاب

صبحدم دروازۂ خاور کھلا — مہرِ عالمتاب کا منظر کھلا
خسروِ انجم کے آیا صرف مین — شب کو تھا گنجینۂ گوہر کھلا
وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود — صبح کو رازِ مہ و اختر کھلا
ہین کواکب کچھ نظر آتے ہین کچھ — دیتے ہین دھوکا یہ بازیگر کھلا
سطحِ گردون پر پڑا تھا رات کو — موتیون کا ہر طرف زیور کھلا
صبح آیا جانبِ مشرق نظر — اک نگارِ آتشین رُخ سر کھلا
تھی نظربندی کیا جب ردِ سحر — بادۂ گلرنگ کا ساغر کھلا

لاکے ساقی نے صبوحی کے لئے
رکھدیا ہے ایک جامِ زر کھلا

در صفت انبہ

ہان! دلِ دردمندِ زمزمہ ساز
کیون نہ کھولے درِ خزینۂ راز؟

خامے کا صفحہ پر روان ہونا
شاخِ گل کا ہے گلفشان ہونا

مجھسے کیا پوچھتا ہے کیا لکھئے؟
نکتہ ہائے خرد فزا لکھیے

بارے آمون کا کچھ بیان ہوجائے
خامہ نخلِ رطب فشان ہوجائے

آم کا کون مردِ میدان ہے؟
ثمر و شاخ گوے و چوگان ہے

تاک کے جی مین کیون رہے ارمان؟
آئے یہ گوے اور یہ میدان

آم کے آگے پیش جاوے خاک
پھوڑتا ہے جلے پھپھولے تاک

نہ چلا جب کسی طرح مقدور
بادۂ ناب بن گیا انگور

یہ بھی ناچار جی کا کھونا ہے
شرم سے پانی پانی ہونا ہے

مجھ سے پوچھو تمھین خبر کیا ہے؟
آم کے آگے نیشکر کیا ہے؟

نہ گل اسمین نہ شاخ و برگ نہ بار
جب خزان آئے تب ہو اسکی بہار

اور دوڑائیے قیاس کہان؟
جانِ شیرین مین یہ مٹھاس کہان؟

جان مین ہوتی گر یہ شیرینی
ق کوہکن باوجودِ غمگینی

جان دینے مین اسکو یکتا جان
پر وہ یون سہل دے نہ سکتا جان

نظر آتا ہے یون مجھے یہ ثمر
ق کہ دواخانۂ ازل مین مگر

آتشِ گل پہ قند کا ہے قوام
شیرہ کے تار کا ہے ریشہ نام

یا یہ ہوگا کہ فرطِ رافت سے
ق باغبانون نے باغِ جنت سے

انگبین کے بہ حکمِ ربُّ النّاس
بھر کے بھیجے ہین سربمہر گلاس

یا لگا کر خضر نے شاخِ نبات
ق مدتون تک دیا ہے آبِ حیات

تب ہوا ہے ثمر فشان یہ نخل
ہم کہان ورنہ اور کہان یہ نخل؟
تھا ترنج زر ایک خسرو پاس
رنگ کا زرد پر کہان بوباس؟
آم کو دیکھتا اگر یک بار
پھینک دیتا طلائے دست افشار
رونقِ کارگاہِ برگ و نوا
نازشِ دودمانِ آب و ہوا
رہرو راہِ خلد کا توشہ
طوبیٰ و سدرہ کا جگر گوشہ
صاحبِ شاخ و برگ و بار ہے آم
ناز پروردۂ بہار ہے آم

قطعہ

اے تازہ واردانِ ہوائے بساطِ دل!
زنہار اگر تمھین ہوسِ نائے و نوش ہے
دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو
میری سنو جو گوشِ نصیحت نیوش ہے
یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ بساط
دامانِ باغبان و کفِ گلفروش ہے
لطفِ خرامِ ساقی و ذوقِ صدائے چنگ
یہ جنتِ نگاہ وہ فردوسِ گوش ہے
یا صبحدم جو دیکھیے آکر تو بزم مین
نے وہ سرور و سوز نہ جوش و خروش ہے
داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہگئی ہے سو وہ بھی خموش ہے
آتے ہین غیب سے یہ مضامین خیال مین
غالب صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

غزلیات

دوست غمخواری مین میری سعی فرمائینگے کیا؟
زخم کے بڑھنے تلک ناخن نہ بڑھ آئینگے کیا؟
بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک
ہم کہینگے حالِ دل اور آپ فرمائینگے کیا؟
حضرتِ ناصح گر آوین دیدہ و دل فرشِ راہ
کوئی مجکو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائینگے کیا؟
آج وان تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہون مین
عذر میرے قتل کرنے مین وہ اب لائینگے کیا؟
گر کیا ناصح نے ہمکو قید اچھا یون سہی
یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائینگے کیا؟
خانہ زادِ زلف ہین زنجیر سے بھاگینگے کیون؟
ہین گرفتارِ وفا زندان سے گھبرائینگے کیا؟

ہے اب اس معمورہ مین قحطِ غمِ الفت اسد — ہمنے مانا یہ کہ دلی مین رہین کھائینگے کیا؟

۲

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا — اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

ترے وعدہ پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا — کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا؟

یہ کہان کی دوستی ہے کہ بنے ہین دوست ناصح؟ — کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا؟

رگِ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا — جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا

کہون کس سے مین کہ کیا ہے شبِ غم بری بلا ہے — مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا؟

ہوے مرکے ہم جو رسوا ہوے کیون نہ غرقِ دریا؟ — نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہین مزار ہوتا

اسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا — جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہین دوچار ہوتا

یہ مسائلِ تصوف یہ ترا بیان غالب — تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

۳

ہے بسکہ ہر اک انکے اشارے مین نشان اور — کرتے ہین محبت تو گذرتا ہے گمان اور

یارب وہ نہ سمجھے ہین نہ سمجھینگے مری بات — دے اور دل انکو جو نہ دے مجھکو زبان اور

تم شہر مین ہو تو ہمین کیا غم؟ جب اٹھینگے — لے آئینگے بازار سے جاکر دل و جان اور

ہے خونِ جگر جوش مین دل کھول کے روتا — ہوتے جو کئی دیدۂ خونابہ فشان اور

لوگون کو ہے خورشیدِ جہان تاب کا دھوکا — ہر روز دکھاتا ہون مین اک داغِ نہان اور

لیتا نہ اگر دل تمھین دیتا کوئی دم چین — کرتا جو نہ مرتا کوئی دن آہ و فغان اور

پاتے نہین جب راہ تو چڑھ جاتے ہین نالے — رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے روان اور

ہین اور بھی دنیا مین سخنور بہت اچھے — کہتے ہین کہ غالب کا ہے اندازِ بیان اور

۴

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستہ کوئی دن اور — تنہا گئے کیون؟ اب رہو تنہا کوئی دن اور

آئے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ "جاؤن"
مانا کہ ہمیشہ نہین اچھا کوئی دن اور

جاتے ہوئے کہتے ہو "قیامت کو ملینگے"
کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور؟

ہان اے فلکِ پیر جوان تھا ابھی عارف
کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور؟

تم ماہِ شبِ چاردہم تھے مرے گھر کے
پھر کیون نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دن اور؟

تم کون سے ایسے تھے کھرے داد و ستد کے؟
کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور

مجھ سے تمھین نفرت سہی نیر سے لڑائی
بچون کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور؟

گذری نہ بہر حال یہ مدت خوش و ناخوش
کرنا تھا جوان مرگ گذارا کوئی دن اور

نادان ہو جو کہتے ہو کہ کیون جیتے ہو غالب
قسمت مین ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

۵

آہ کو چاہیئے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک؟

دامِ ہر موج مین ہے حلقۂ صد کامِ نہنگ
دیکھین کیا گذرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب
دل کا کیا رنگ کرون خونِ جگر ہونے تک

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن
خاک ہو جائینگے ہم تم کو خبر ہونے تک

پرتوِ خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
مین بھی ہون ایک عنایت کی نظر ہونے تک

اک نظر بیش نہین فرصتِ ہستی غافل
گرمیِ بزم ہے اک رقصِ شرر ہونے تک

غمِ ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج؟
شمع ہر رنگ مین جلتی ہے سحر ہونے تک

۶

سب کہان؟ کچھ لالہ و گل مین نمایان ہو گئین
خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہو گئین؟

یاد تھین ہم کو بھی رنگارنگ بزم آرائیان
لیکن اب نقش و نگارِ طاقِ نسیان ہو گئین

قید مین یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر
لیکن آنکھین روزنِ دیوارِ زندان ہو گئین

مین چمن مین کیا گیا گویا دبستان کھل گیا
بلبلین سنکر مرے نالے غزلخوان ہو گئین

بسکہ روکا مین نے اور سینے مین اُبھرین پے بہ پے
میری آہین بخیۂ چاکِ گریبان ہوگئین

ہم موحد ہین ہمارا کیش ہے ترکِ رسوم
ملتین جب مٹ گئین اجزاے ایمان ہوگئین

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہی رنج
مشکلین مجھپر پڑین اتنی کہ آسان ہوگئین

یون ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہلِ جہان!
دیکھنا ان بستیون کو تم کہ ویران ہوگئین

۷

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی

نہ سنو گر بُرا کہے کوئی
نہ کہو گر بُرا کرے کوئی

روک لو گر غلط چلے کوئی
بخش دو گر خطا کرے کوئی

کون ہے جو نہین ہے حاجتمند؟
کس کی حاجت روا کرے کوئی؟

کیا کیا خضر نے سکندر سے؟
اب کسے رہنما کرے کوئی؟

جب توقع ہی اُٹھ گئی غالب
کیون کسی کا گلہ کرے کوئی؟

۸

پھر اِس انداز سے بہار آئی
کہ ہوئے مہر و مہ تماشائی

دیکھو اے ساکنانِ خطۂ خاک
اِس کو کہتے ہین عالم آرائی

کہ زمین ہوگئی ہے سر تا سر
روکشِ سطحِ چرخِ مینائی

سبزہ کو جب کہین جگہ نہ ملی
بنگیا روے آب پر کائی

سبزہ و گل کے دیکھنے کے لئے
چشمِ نرگس کو دی ہے بینائی

ہے ہوا مین شراب کی تاثیر
بادہ نوشی ہے بادہ پیمائی

کیون نہ دُنیا کو ہو خوشی غالب
شاہِ دیندار نے شفا پائی

۹

کوئی اُمید بر نہین آتی
کوئی صورت نظر نہین آتی

موت کا ایک دن معین ہے   نیند کیوں رات بھر نہیں آتی؟
آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی   اب کسی بات پر نہیں آتی
جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد   پر طبیعت ادھر نہیں آتی
ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں   ورنہ کیا بات کر نہیں آتی؟
ہم وہاں ہیں جہاں سے ہمکو بھی   کچھ ہماری خبر نہیں آتی
مرتے ہیں آرزو میں مرنے کے   موت آتی ہے پر نہیں آتی
کعبہ کس منہ سے جاؤگے غالبؔ؟   شرم تم کو مگر نہیں آتی

۱۰

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے؟   آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟
ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار   یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟
میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں   کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے؟
جبکہ تجھ بن نہیں کوئی موجود   پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟
یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں؟   غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے؟
شکنِ زلفِ عنبریں کیوں ہے؟   نگہِ چشمِ سرمہ سا کیا ہے؟
سبزہ و گل کہاں سے آتے ہیں؟   ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے؟
ہم کو اُن سے وفا کی ہے اُمید   جو نہیں جانتے وفا کیا ہے؟
ہاں بھلا کر ترا بھلا ہوگا   اور درویش کی صدا کیا ہے؟
جان تم پر نثار کرتا ہوں   میں نہیں جانتا دعا کیا ہے؟
میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالبؔ   مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے؟

۱۱

کی وفا ہم سے تو غیر اسکو جفا کہتے ہیں   ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں

آج ہم اپنی پریشانیِ خاطر اُن سے — کہنے جاتے تو ہین پر دیکھیے کیا کہتے ہین
اگلے وقتون کے ہین یہ لوگ انھین کچھ نہ کہو — جو مئے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہین
دلمین آ جائے ہے ہوتی ہر جو فرصت غش سے — اور پھر کون سے نالے کو رسا کہتے ہین
ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود — قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہین
دیکھیے لاتی ہے اُس شوخ کی نخوت کیا رنگ — اُسکی ہر بات پہ ہم نامِ خدا کہتے ہین
وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہوین شاید — مر گیا غالبِ آشفتہ نوا کہتے ہین

میر ببر علی انیس

پیدایش فیض آباد ۱۲۱۶ھ — وفات لکھنؤ ۱۲۹۱ھ

میر مستحسن خلیق کے بیٹے - اور میر حسن دہلوی کے پوتے تھے + لکھنؤ مین تربیت پائی - اور ضروریات فن سے آگاہی حاصل کی - اپنے خاندانی کمال مین باپ کے شاگرد تھے +

ابتدا مین انھین بھی غزل کا شوق تھا + ایک موقع پر کہین مشاعرہ مین گئے - اور غزل پڑھی + وہان بڑی تعریف ہوئی + شفیق باپ یہ خبر سنکر دلمین تو باغ باغ ہوا - مگر ہونہار فرزند سے پوچھا کہ کل رات کو کہان گئے تھے؟ انھون نے حال بیان کیا + غزل سنی - اور فرمایا - کہ بھائی! - اب اس غزل کو سلام کرو - اور اُس شغل مین زورِ طبع کو صرف کرو - جو دین و دُنیا کا سرمایہ ہے" + سعادتمند بیٹے نے اُسی دن اُدھر سے قطع نظر کی + غزل مذکور کی طرح مین سلام لکھا + دُنیا کو چھوڑکر دین کے دائرہ مین آ گئے - اور تمام عمر اسی مین صرف کر دی + نیک نیتی کی برکت نے اسی مین دین بھی دیا - اور دُنیا بھی +

انکی بلکہ انکے گھرانے کی زبان اُردوے معلی کے لحاظ سے تمام لکھنؤ مین سند تھی + حُسن بیان لُطف محاورہ - کلام کی صفائی اسدرجہ ہے - کہ کسی دوسرے کو نصیب نہین + انھون نے ایجاد مضامین کے دریا بہا دیے + ایک مقرری مضمون کو سیکڑون نہین - ہزارون رنگ سے ادا کیا + ہر مرثیہ کا چہرہ نیا - گھوڑا نیا - انداز نیا - مطالبہ نیا + اور اسپر کیا منحصر ہے - صبح کا عالم دیکھو - تو سُبحان اللہ - رات کی رُخصت - سیاہی کا گھٹنا - نور کا ظہور - آفتاب کا طلوع - مرغزار کی بہار - شام ہے - تو شام غریبان کی اُداسی - کبھی رات کا سنّاٹا - کبھی تارونکی چھاؤن کو چاندنی اور اندھیری کے ساتھ رنگ رنگ سے دکھانا - غرض جس حالت کو لیا ہے - اُسکا سما باندھ دیا ہے +

سنہ ولادت کا کسی تذکرہ سے پتہ نہین چلتا - مگر یہ معلوم ہے - کہ تقریباً ۷۴ برس کی عمر پائی - اور ۲۹ شوال ۱۲۹۱ھ بروز جمعہ اس جہان فانی سے آپ نے رحلت کی +

مناجات

یارب چمن نظم کو گلزار ارم کر
اے ابر کرم خشک زراعت پہ کرم کر
تو فیض کا مبدا ہے توجہ کوئی دم کر
گمنام کو اعجاز بیانون مین رقم کر!
جب تک یہ چمک مہر کے پرتو سے نہ جائے
اقلیم سخن میرے قلمرو سے نہ جائے

اس باغ مین چشمے ہین ترے فیض کے جاری
بلبل کی زبان پر ہے تری شکر گذاری
ہر نخل برومند ہے یا حضرت باری
پھل ہمکو بھی ملجائے ریاضت کا ہماری
وہ گل ہون عنایت چمن طبع نکو کو
بلبل نے بھی سونگھا نہ ہو جن پھولونکی بوکو

غواص طبیعت کو عطا کر وہ لآلی
ہو جنکی جگہ تاج سر عرش پہ خالی
ایک ایک لڑی نظم ثریا سے ہو عالی
عالم کی نگاہون سے گرے قطب شمالی
سب ہون در یکتا نہ علاقہ ہو کسی سے
نذر انکی یہ ہونگے جنھین نسبت ہے نبی سے

بھر دے در مقصود سے اس درج دہان کو
دریاے معانی سے بڑھا طبع روان کو
آگاہ کر انداز تکلم سے زبان کو
عاشق ہو فصاحت بھی وہ دے حسن بیان کو
تحسین کا سماوات سے غل تا بہ سمک ہو
ہر گوش بنے کان ملاحت وہ نمک ہو

تعریف مین چشمے کو سمندر سے ملا دون
قطرے کو جو دون آب تو گوہر سے ملا دون
ذرہ کی چمک مہر منور سے ملا دون
خارون کو نزاکت مین گل تر سے ملا دون
گلدستۂ معنی کو نئے ڈھنگ سے باندھون
اک پھول کا مضمون ہو تو سو رنگ سے باندھون

گر بزم کی جانب ہو توجہ دم تحریر
کھنچ جائے ابھی گلشن فردوس کی تصویر
دیکھے نہ کبھی صحبت انجم فلک پیر
ہو جائے ہوا بزم سلیمان کی بھی توقیر
یون تخت حسینان معانی اتر آئے
ہر چشم کو پریون کا اکھاڑا نظر آئے

ساقی کے کرم سے ہو وہ دور اور چلین جام
جسمین عوض نشۂ ہو کیفیت انجام
ہر مست فراموش کرے گردش ایام
صوفی کی زبان بھی نہ رہے فیض سے ناکام

ہان بادہ کشو پوچھ لو میخانہ نشین سے
کوثر کی یہ موج آگئی ہے خلدِ بریں سے

آؤن طرفِ رزم ابھی چھوڑ کے جب بزم
خیبر کی خبر لائے مری طبع الوالعزم

قطعِ سرِ اعدا کا ارادہ ہو جو با لجزم
دکھلا دے یہین سب کو زبان معرکۂ رزم

جل جائین عدو آگ بھڑکتی نظر آئے
تلوار پہ تلوار چمکتی نظر آئے

مصرع ہون صف آرا صفتِ لشکرِ جرار
الفاظ کی تیزی کو نہ پہونچے کوئی تلوار

نقطے ہون جو ڈھالین تو الف خنجرِ خونخوار
مد آگے بڑھیں برچھیون کو تول کے یکبار

غل ہو کبھی یون فوج کو لڑتے نہیں دیکھا
مقتل مین رن ایسا کبھی پڑتے نہیں دیکھا

ہو ایک زبان ماہ سے تا مسکنِ ماہی
عالم کو دکھا دے بُرشِ سیف الٰہی

جرأت کا دھنی تو ہے یہ چلائین سپاہی
لاریب ترے نام پہ ہے سکۂ شاہی

ہر دم یہ اشارہ ہو دوات اور قلم کا
تو مالک و مختار ہے اس طبل و علم کا

مناظرِ قدرت

عربی اور فارسی مین مناظر قدرت پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ اور اُردو مین تو گویا سرے سے اسکا وجود ہی نہ تھا + **میر ضمیر** نے سب سے پہلے اسپر طبع آزمائی کی۔ لیکن وہ مضمون بندی اور استعارات کو کلام کا اصلی جوہر سمجھتے تھے۔ اسلئے اصلی حالت نہ ادا کر سکے + **میر انیس** نے اس صنعت پر اگرچہ دو تین مرثئے لکھے ہین۔ لیکن جو کچھ لکھا ہے۔ کمال کے درجہ پر پہونچا دیا ہے +

صبح کا سمان

طے کر چکا جو منزلِ شب کاروانِ صبح
ہونے لگا اُفق سے ہویدا نشانِ صبح

گردون سے کوچ کرنے لگے اخترانِ صبح
ہر سو ہوئی بلند صدائے اذانِ صبح

پنہان نظر سے روئے شبِ تار ہو گیا
عالم تمام مطلعِ انوار ہو گیا

خورشید نے جو رُخ سے اُٹھائی نقابِ شب
درکھل گیا سحر کا ہوا بند بابِ شب

انجم کی فرد فرد سے لیکر حسابِ شب
دفتر کشائے صبح نے اُلٹی کتابِ شب

گردوں پہ رنگ چہرۂ مہتاب فق ہوا
سلطانِ غرب و شرق کا نظم و نسق ہوا
یوں گلشنِ فلک سے ستارے ہوئے عیاں
چن لے چمن سے پھولوں کو جس طرح باغباں
آئی بہار میں گلِ مہتاب پر خزاں
مرجھا کے رہ گئے ثمرِ شاخِ کہکشاں
دکھلائے طور بادِ سحر نے سموم کے
پژمردہ ہو کے رہ گئے غنچے نجوم کے

چھپنا وہ ماہتاب کا وہ صبح کا ظہور
یادِ خدا میں زمزمہ پردازیِ طیور
وہ رونق اور وہ سرد ہوا وہ فضا وہ نور
خنکی ہو جس سے چشم کو اور قلب کو سرور
انسان زمیں پہ محو ملک آسمان پر
جاری تھا ذکرِ قدرتِ حق ہر زبان پر

وہ سرخیِ شفق کی اُدھر چرخ پر بہار
وہ بار ور درخت وہ صحرا وہ سبزہ زار
شبنم کے وہ گلوں پہ گہر ہائے آبدار
پھولوں سے سب بھرا ہوا دامانِ کوہسار
نافے کھلے ہوئے وہ گلوں کی شمیم کے
آتے تھے سرد سرد وہ جھونکے نسیم کے

تھی دشت کربلا کی زمیں رشکِ آسماں
تھا دور دور تک شبِ ماہتاب کا سماں
چھٹکے ہوئے ستاروں کا ذروں پہ تھا گماں
نہرِ فرات بیچ میں تھی مثلِ کہکشاں
سرسبز جو درخت تھا وہ نخلِ طور تھا
صحرا کے ہر نہال کا سایہ بھی نور تھا

ایضاً

پھولا شفق سے چرخ پہ جب لالہ زارِ صبح
گلزارِ شب خزاں ہوا آئی بہارِ صبح
کرنے لگا فلک زرِ انجم نثارِ صبح
سرگرم ذکرِ حق ہوئے طاعت گزارِ صبح
تھا چرخِ اخضری پہ یہ رنگ آفتاب کا
کھلتا ہے جیسے پھول چمن میں گلاب کا

چلنا وہ بادِ صبح کے جھونکوں کا دمبدم
مرغانِ باغ کی وہ خوش الحانیاں بہم
وہ آب و تابِ نہر وہ موجوں کا پیچ و خم
سردی ہوا میں پر نہ زیادہ بہت نہ کم
کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا
تھا موتیوں سے دامنِ صحرا بھرا ہوا

وہ نورِ صبح اور وہ صحرا وہ سبزہ زار
تھے طائروں کے غول درختوں پہ بیشمار

چلنا نسیمِ صبح کا رہ رہ کے بار بار
کو کو وہ قمریوں کی وہ طاؤس کی پکار
وا تھے دریچے باغِ بہشتِ نعیم کے
ہر سو رواں تھے دشت میں جھونکے نسیم کے
آمد وہ آفتاب کی وہ صبح کا سماں
تھا جسکے ضو سے وجد میں طاؤسِ آسماں
ذروں کی روشنی پہ ستاروں کا تھا گماں
نہرِ فرات بیچ میں تھی مثلِ کہکشاں
ہر نخل پر ضیائے سحر کوہِ طور تھی
گویا فلک سے بارشِ بارانِ نور تھی
وہ پھولنا شفق کا وہ مینائے لاجورد
مخمل سی وہ گیاہ وہ گل سبز و سرخ و زرد
رکھتی تھی پھونک کر قدم اپنا ہوائے سرد
یہ خوف تھا کہ دامنِ گل پر پڑے نہ گرد
دھوتا تھا دل کے داغ چمن لالہ زار کا
سردی جگر کو دیتا تھا سبزہ کچھار کا

گرمی کا سماں

گرمی کا سماں شعرائے فارسی نے باندھا ہے۔ لیکن نہایت مبالغہ اور دور از کار خیالات سے کام لیا ہے +
میر انیس بھی اگرچہ رواجِ عام کے اثر سے۔ نیچرل حالت سے۔ جابجا تجاوز کر گئے ہیں۔ تاہم انکا اصلی جوہر بھی نمایاں ہے +

وہ لوں وہ آفتاب کی حدت وہ تاب و تب
کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثالِ شب
خود نہرِ علقمہ کے بھی سوکھے ہوئے تھے لب
خیمے جو تھے حبابوں کے تپتے تھے سب کے سب
اُڑتی تھی خاک خشک تھا چشمہ حیات کا
کھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فرات کا
آبِ رواں سے منہ نہ اٹھاتے تھے جانور
جنگل میں چھپتے پھرتے تھے طائر اِدھر اُدھر
مردم تھے سات پردوں کے اندر عرق میں تر
خس خانۂ مژہ سے نکلتی نہ تھی نظر
گر آنکھ سے نکل کے ٹھہر جائے راہ میں
پڑ جائیں لاکھ آبلے پائے نگاہ میں
کوسوں کسی شجر میں نہ گل تھے نہ برگ و بار
ایک ایک نخل جل رہا تھا صورتِ چنار
ہنستا تھا کوئی گل نہ لہکتا تھا سبزہ زار
کانٹا ہوئی تھی پھول کی ہر شاخ باردار
گرمی نہ تھی کہ زلیست سے دل سب کے سرد تھے
پتّے بھی مثلِ چہرۂ مدقوق زرد تھے
شیر اُٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے
آہو نہ منہ نکالتے تھے سبزہ زار سے

آئینہ مہر کا تھا مکدر غبار سے — گردون کو تپ چڑھی تھی زمین کے بخار سے
گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر — بُھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

گرداب پر تھا شعلۂ جوّالہ کا گُمان — انگارے تھے حباب تو پانی شرر فشان
مُنہ سے نکل پڑی تھی ہر اک موج کی زبان — تہ مین تھے سب نہنگ مگر تھی لبون پہ جان
پانی تھا آگ گرمیِ روزِ حساب تھی — ماہی جو سیخِ موج تک آئی کباب تھی

آئینۂ فلک کو نہ تھی تاب و تب کی تاب — چھپنے کو برق چاہتا تھا دامنِ سحاب
سب سے سوا تھا گرم مزاجون کو اضطراب — کافورِ صبح ڈھونڈھتا پھرتا تھا آفتاب
بھڑکی تھی آگ گنبدِ چرخِ اثیر مین — بادل چھپے تھے سب کرۂ زمہریر مین

منظر

کسی خاص واقعہ یا کسی خاص حالت کی تصویر کھینچنا۔ جسکو انگریزی مین سین کہتے ہین۔ واقعہ نگاری کی ایک قسم ہے + عام واقعہ نگاری اور سین مین یہ فرق ہے۔ کہ واقعہ نگاری مین ہر واقعہ انفرادی حیثیت رکھتا ہے + بخلاف اسکے سین اُس کیفیت کا نام ہے۔ جو متعدد واقعات یا واقعہ کے متعدد جزئیات کے مجموعہ سے پیدا ہوتی ہے +

مثلاً اس شعر مین ؎

"لُون چلتی ہے۔ خاک اُڑتی ہے ہے ظہر کا ہنگام — تنہا یہ چلی آتی ہے اُمڈی سپہ شام"

لُون کا چلنا۔ خاک کا اُڑنا۔ ظہر کا وقت ہونا۔ فوجون کا اُمنڈنا۔ ہر چیز کو الگ الگ لیا جاے۔ تو واقعہ ہے۔ اور ان سب کو مجموعی حیثیت سے دیکھا جاے۔ تو سین ہے +

میر انیس نے شاعری کے صنف کو جس کمال تک پہونچایا۔ اُردو کیا فارسی مین بھی اسکی بہت کم مثالین ملتی ہین۔ ہم چند مثالین ذیل مین درج کرتے ہین +

گرمی کی شدت مین لوگونکی حالت

وہ گرمیون کے دن وہ پہاڑونکی راہ سخت — پانی نہ منزلون نہ کہین سایۂ درخت

ڈوبے ہوئے پسینوں میں ہیں غازیوں کے رخت — سنولا گئے ہیں رنگ جوانانِ نیک بخت
راکب عبائیں چاند سے چہرے پہ ڈالے ہیں — تو نسے ہوئے سمند زبانیں نکالے ہیں
وہ دن ہیں جن دنوں کوئی کرتا نہیں سفر — صحرا کے جانور بھی نہیں چھوڑتے ہیں گھر
رنج و مسافرت میں ہیں سلطانِ بحر و بر — لب ہا برگِ گل سے خشک ہیں چہرہ عرق میں تر
آتی ہے خاک اڑ کے یمین و یسار سے — گیسو سے مشکبار اٹے ہیں غبار سے

فوجوں کی آمد اور جنگ کی تیاری

ہے شور آمدِ فوجِ فلک سیر پر — فوجوں کی ہر طرف سے چلی آتی ہے بھیر
دعوت کے واسطے ہیں سنانیں لئے شریر — حضرت کے پیشکش کو کمانیں ہیں اور تیر
پانی پہ چوکیاں ستم آرا بٹھاتے ہیں — دریا کے گھاٹ برچھیوں سے رکے جاتے ہیں
تیغیں سلاح خانہ سے نکلی ہیں بے شمار — ہے جا بجا درستیِ اسبابِ کارزار
ہوتے ہیں لیس تیروں کے دستے کئی ہزار — خنجر ہوئے ہیں ذبح کو پیاسوں کے آبدار
نوکیں نکالی جاتی ہیں تیروں کی سان پر — پھل برچھیوں پہ چڑھتے ہیں پرچم نشان پر

گرمی کی شدت

مخفی تھے شیر شدتِ گرما سے حجر میں — چلتی تھی یہ لون آگ بھڑکتی تھی جگر میں
سنے بحر میں راحت تھی کسی دل کو نہ بر میں — جھیلوں میں نہ پانی تھا نہ پتے تھے شجر میں
پایاب تھے گرمی سے وہ دریا جو بڑے تھے — سوتیں بھی نہ آتی تھیں کنویں خشک پڑے تھے

گرمی سے بچنے کی تدبیریں

بھرتا تھا دمِ سرد پریشان کوئی ہو کے — دامن سے ہوا دیتا تھا منہ کو کوئی دھو کے
بچتا تھا کوئی لون سے ردا چہرہ پہ رو کے — رکھ لیتا تھا سر پر کوئی رومال بھگو کے

پڑتی تھین جو چھینٹین تو مزا دیتا تھا پانی   جھک کر کوئی چلو ہی سے پی لیتا تھا پانی

فوجون کا داخلہ اور تیاریِ جنگ

خیمہ مین اُترے یان تو شہِ عرش بارگاہ   آ آ کے اُسطرف بھی اُترنے لگی سپاہ
کوسون عَلم کھلے تھے جدھر کیجئے نگاہ   یان تک کہ بند ہو گئی چار و نطرف سے راہ
فوجون سے تا بہ صبح زمین رَن کی بھر گئی   اِک رات مین چڑھی ہوئی ندی اُتر گئی

اس کثرتِ سپاہ پہ تا گہ ہوئی یہ دھوم   آ پہونچا شام سے پسرِ سعدِ نحس و شوم
جسکے جِلو مین لاکھ سوار و نکا ہے ہجوم   اکثر ہین یکہ تاز جوانانِ شام و روم
بس کھُل گیا نہ طور صفائی کا ہوئیگا   اب کل سے بند و بست لڑائی کا ہوئیگا

یہ ذکر تھا کہ دور سے ظاہر ہوئے نشان   اُمڈا زمین پہ ظلم کا دریائے بیکران
موجون کی طرح سب تھین صفین پیش و پس روان   لہراتے تھے ہوا سے علم مثلِ بادبان
ملتا تھا دشتِ کین۔ دُہل اسطرح بجتے تھے   باجون کا تھا یہ شور کہ بادل گرجتے تھے

جنگی وہ رومیون کے پرے شامیونکے دَل   خوفِ خدا نہ جنکو نہ اندیشۂ اجل
مکار و اہلِ نار و دغا باز پُر دغل   شکلین مہیب دیو سے قد ابروؤن پہ بل
بدخواہِ خاندانِ رسالت پناہ تھے   ایسے جلے ہوئے تھے کہ چہرے سیاہ تھے

تلوارین کھینچے بڑھ کے جمے دو طرف سوار   غُل ہو گیا سلامی کے باجون کا ایک بار
ڈنکے کی دمبدم تھی صدا آسمان کے پار   آگے بڑھے چلو یہ نقیبون کی تھی پکار
گھوڑون کے گرد و پیش رئیسانِ شام تھے   زرین کمر جِلو مین کئی سو غلام تھے

رزمیہ

رزمیہ شاعری اگرچہ واقعہ نگاری ہی کی ایک قسم ہے۔ لیکن وسعت اور اہمیت کے لحاظ سے اُسکے لئے جُدا عنوان قائم کیا گیا۔ اُردو بلکہ عربی مین بھی رزمیہ شاعری کو چندان ترقی نہین ہوئی۔ اُردو مین میر تقی ہوس

کے چند اشعار ہین۔ جو نوفل اور لیلی کے قبیلہ کی لڑائی کے موقع پر لکھے ہین + مرثیہ مین میر ضمیر نے رزمیہ کی ابتدا کی۔ لیکن وہ بالکل نقش اولین تھا + میر انیس نے جسطرح اس صنعت کو کمال کے درجہ تک پہونچایا۔ اسکے لحاظ سے اُردو شاعری گو فارسی کے برابری کا دعوی نہین کر سکتی۔ لیکن عربی سے کسی طرح پیچھے نہین +

رزمیہ شاعری کا کمال امور ذیل پر موقوف ہے + سب سے پہلے لڑائی کی تیاری۔ معرکہ کارزار شور و تلاطم ہنگامہ خیزی۔ ہل چل۔ شور و غل۔ نقارون کی گونج۔ ٹاپون کی آواز۔ ہتھیارون کی جھنکار۔ تلوارون کی چمک دمک۔ تیرون کی لچک۔ کمانون کا سڑکنا۔ نقیبون کا گرجنا۔ ان چیزون کا اسطرح بیان کیا جائے۔ کہ آنکھون کے سامنے معرکۂ جنگ کا سما چھا جائے۔ پھر بہادرون کا میدان جنگ مین جانا۔ مبارز طلب ہونا۔ باہم معرکہ آرائی کرنا۔ لڑائی کے داؤن پیچ دکھانا۔ ان سب کا بیان کیا جائے + اسکے ساتھ اسلحۂ جنگ اور دیگر سامان جنگ کی الگ الگ تصویر کھینچی جائے پھر فتح یا شکست کا بیان کیا جائے۔ اور اسطرح کیا جاے کہ دل دہل جائین۔ یا طبیعتون پر اداسی یا غم کا عالم چھا جائے + میر انیس مین یہ سب باتین پائی جاتی ہین +

ہنگامۂ جنگ

نقارۂ وغا پہ لگی چوب یک بیک — اُٹھا غریو کوس کہ ہلنے لگا فلک
شہپور کی صدا سے ہراسان ہوئے ملک — قرنا پھنکی کہ گونج اُٹھا دشت دور تک
شورِ دہل سے حشر تھا افلاک کے تلے — مردے بھی ڈر کے چونک پڑے خاک کے تلے
گھوڑون سے گونجتا تھا وہ سب وادیِ نبرد — گردون مین مثلِ شیشۂ ساعت بھری تھی گرد
تھا چرخِ چارمین پہ رُخِ آفتاب زرد — ڈر تھا گرے زمین پہ نہ مینا سے لاجورد
گرمی ہجوم فوج سے وہ چند ہوگئی — خاک اسقدر اُڑی کہ ہوا بند ہوگئی
کانپے طبق زمین کے ہلا چرخِ لاجورد — مانند کہربا ہوا مٹی کا رنگ زرد
اُٹھ کر زمین سے بیٹھ گئی زلزلے مین گرد — تیغون کی آنچ دیکھ کے بھاگی ہوائے سرد
گرمی سے رن کے ہوش اُڑے وحش و طیر کے — شیر اُس طرف اُتر گئے دریا کو پیر کے
اللہ رے زلزلہ کہ لرزتے تھے دشت و در! — جنگل مین چھپتے پھرتے تھے ڈر ڈر کے جانور

جنات کانپ کانپ کے کہتے تھے "الحذر" "دنیا مین خاک اڑتی ہے اب جائین ہم کدھر"
"اندھیر ہے اٹھی برکت اب جہان سے ٹل گیا زمین کا طبق آسمان سے"
تھرا رہا تھا خوف سے مینائے لاجورد ہلتے تھے کوہ کانپتا تھا وادیِ نبرد
تھا دن بھی زرد دھوپ بھی زرد اور زمین بھی زرد خورشید چھپ گیا یہ اٹھی کربلا مین گرد
اک تیرگی غبار سے تھی چشمِ مہر مین ٹاپو پڑے ہوئے تھے محیطِ سپہر مین

فوج کی تیاری اور سامان

اُمڈی ہوئی تھی فوج پہ فوج اور دَل پہ دَل تھے برچھیون کے صورتِ مقراض پھل پہ پھل
خنجر وہ جنکی آب مین تھی تلخیِ اجل وہ گرز جنکے ڈر سے گرے دیو مُنہ کے بل
دو دو تبر تھے پاس ہر اک خود پسند کے حلقون پہ تھے بچھے ہوے حلقے کمند کے
وہ دھوم طبلِ جنگ کی وہ بوق کا خروش کر ہو گئے تھے شور سے کروبیون کے گوش
تھرائی یون زمین کہ اُڑے آسمان کے ہوش نیزے ہلا کے نکلے سوارانِ درع پوش
ڈھالین تھین یون سرونپہ سوارانِ شوم کے صحرا مین جیسے آئے گھٹا جھوم جھوم کے
حد سے فزون ہے کثرتِ افواجِ نابکار نیزہ پہ نیزہ تیغ پہ ہے تیغِ آبدار
ہر سمت ہے سنان پہ سنان مثلِ کارزار ہر صف مین ہے سپر پہ سپر مثلِ لالہ زار
پیکان بہم ہین جیسے ہون گل بے کھلے ہوئے گوشون سے ہین کمانون کے گوشے ملے ہوئے
ہر صف مین برچھیان بھی ہزارون لچکتی ہین نوکین وہ تیز ہین کہ دلون مین کھٹکتی ہین
نیزے تُلے ہوئے ہین سنانین چمکتی ہین ترکش کھُلے ہوئے ہین کمانین کڑکتی ہین
سنگین دلون نے ہاتھون مین پتھر اٹھائے ہین تیغون کے ساتھ گرزِ گران سر اٹھائے ہین

دو حریفون کی معرکہ آرائی اور فنونِ جنگ

یہ کہکے اپنے چھوٹے سے نیزہ کو دی تکان چمکی انی تو برق پکاری کہ "الامان"

اک بند باندھ کر جو فرس سے کہا کہ ہان
ڈانڈ آئی ڈانڈ پر تو سنان سے لڑی سنان
بل کیا کرے کہ زور ہی موذی کا گھٹ گیا
غل تھا کہ اژدہے سے وہ افعی لپٹ گیا

جھنجھلا کے چوب نیزہ کو لایا وہ فرق پر
قاسم نے ڈانڈ ڈانڈ پہ مارا بچا کے سر
دو انگلیون مین نیزہ دشمن کو تھام کر
جھٹکا دیا کہ جھک گئی گھوڑے کی بھی کمر
نیزہ بھی دب کے ٹوٹ گیا نابکار کا
دو انگلیون سے کام لیا ذوالفقار کا

سنبھلا وہ بے شعور یہ جھٹکا اُٹھا کے جب
قبضہ مین لی کمان کیانی بصد غضب
چلے مین تیر جوڑ چکا جب وہ بے ادب
تیور چڑھائی قاسمِ نوشاہ نے بھی تب
تیرِ نگاہ سے وہ خطاکار ڈر گیا
کانپے یہ دونون ہاتھ کہ چلہ اُتر گیا

گھوڑے کی تعریف

لکھتا ہے اَوہم قلم اب سُرعتِ عقاب
نعل اُسکی ماہِ نو ہین تو سم رشکِ آفتاب
پستی مین سیل ہے تو بلندی مین ہے سحاب
سرعت مین برق گرم روانی مین جوے آب
اُڑنے مین اُس فرس کو پرندون پہ اوج ہے
اک شور تھا قدم نہین دریا کی موج ہے

نازک مزاج۔ نسترن اندام۔ تیز رَو
گردون مسیر۔ بادیہ پیما۔ و برق دَو
اُسکا نہ اک قدم نہ زغندین ہرن کی سَو
دو روز سے نہ کاہ ملی تھی اُسے نہ جَو
رفتار مین ہوا تھا اشارے مین برق تھا
سُرعت مین کچھ کمی تھی تو چھل بل مین فرق تھا

صرصر سے تند۔ بُو سے سُبک رَو۔ ہوا سے تیز
چالاک فہم و فکر سے۔ ذہنِ رسا سے تیز
طاؤس و کبک و نسر و عقاب و ہما سے تیز
جانے مین اُڑ کے ہُدہُدِ شہرِ سبا سے تیز
ذی جاہ تھا۔ سعید تھا۔ فیروز بخت تھا
رہوار کیا ہوا سے سلیمان کا تخت تھا

سمٹا۔ جما۔ اُڑا۔ اِدھر آیا۔ اُدھر گیا
چمکا۔ پھرا۔ جمال دکھایا۔ ٹھہر گیا
تیرون سے اُڑ کے برچھیون مین بے خطر گیا
برہم کیا صفون کو۔ پرے سے گذر گیا
گھوڑون کا تن بھی ٹاپ سے اُسکے فگار تھا
ضربت تھی نعل کی کہ سِرہی کا وار تھا

پھرتا تھا کیا صفون مین فرس جھوم جھوم کے
سرعت بلائین لیتی تھی مُنہ چوم چوم کے
پامال تھے پرے سپہِ شام و روم کے
غُل تھا یہ غول مین پسرِ سعدِ شوم کے
"رخش ایسا روم و رے مین نہین شام مین نہین
یہ شوخیان تو ابلقِ ایام مین نہین"
وہ جست و خیز و سرعت و چالاکیِ سمند
سانچے مین تھے ڈھلے ہوئے سب اُسکے جوڑ بند
سُم قرصِ ماہتاب سے روشن ہزار چند
نازک مزاج و شوخ و سیہ چشم و سربلند
گر ہل گئی ہوا سے ذرا باگ اُڑ گیا
پُتلی سوار کی نہ پھری تھی کہ مُڑ گیا
آہو کی جست۔ شیر کی آمد۔ پری کی چال
کبکِ دری خجل۔ دلِ طاؤس پائمال
سبزہ سبکروی مین قدم کے تلے نہال
اِک دو قدم مین بھول گئے چوکڑی غزال
جو آگیا قدم کے تلے گرد بُرد تھا
چھل بل غضب کے تھے کہ چھلاوہ بھی گرد تھا
بجلی کبھی بنا۔ کبھی رہوار بن گیا
آیا عرق۔ تو ابرِ گُہر بار بن گیا
گہ قطب گاہ گنبدِ دوار بن گیا
نقطہ کبھی بنا۔ کبھی پرکار بن گیا
حیران تھے اِسکے گشت پہ لوگ اُس ہجوم کے
تھوڑی سی جا مین پھرتا تھا کیا جھوم جھوم کے!

تلوار کی تعریف

چمکی۔ گری۔ اُٹھی۔ ادھر آئی۔ اُدھر گئی
خالی کئے پرے۔ تو صفین خون مین بھر گئی
کاٹے کبھی قدم۔ کبھی بالا سے سر گئی
ندی غضب کی تھی۔ کہ چڑھی اور اُتر گئی
"غُل تھا یہ کیا ہے جو قہرِ صمد نہین؟
ایسا تو رودِ نیل مین بھی جزر و مد نہین"
بجلی گری۔ کہ فوج پہ تیغِ دو سر گری
کٹ کر کسی کی تیغ کسی کی سپر گری
چمکی کبھی فلک پہ۔ کبھی فرق پر گری
سر کاٹ کر ادھر سے جو اُٹھی۔ ادھر گری
زرہین تنون مین مثلِ کفن چاک ہو گئین
اک آن مین صفین کی صفین خاک ہو گئین
"اک شور تھا کہ تیغ ہے یہ یا خدا کا قہر؟
بہتی ہے جسکے آگ سے کوسون لُہو کی نہر"
"ناگن ہے یہ کہ کاٹے کی جسکے نہین ہے لہر
اُتری گلے سے چڑھ گیا سارے بدن مین زہر"

زخموں سے جسم۔ ڈر سے کلیجے فگار ہیں
جوہر نہیں ہیں تیغ میں دندانِ مار ہیں"

یکتا برش میں۔ جوہرِ ذاتی میں۔ قدر میں
چمکی اُحد میں۔ خیبر و خندق میں۔ بدر میں
تیزی وہی تھی سان کی۔ اس آشوبِ غدر میں
بڑھ کر سپر سے سر میں گئی سر سے صدر میں
کھنچتی ہوئی سپر سے نیا رنگ ڈھنگ تھا
راکب تھا۔ نہ فرس تھا۔ نہ زیں تھا۔ نہ تنگ تھا

غل تھا کہ "وہ چمکتی ہوئی آئی یہ گری
برچھی سے اُڑ گئے وہ سناں پہ گرہ گری"
"ترکش کٹا کماں کیا ہی زرہ گری
یہ سر اُڑا وہ خود اُڑا یہ زرہ گری"
آتی ہے لشکروں پہ تباہی اسی طرح
گرتی ہے برق قہرِ الٰہی اسی طرح

سر لوٹتے تھے برچھیوں والوں کے ہر طرف
ٹکڑے پڑے تھے دشت میں بھالوں کے ہر طرف
پامال تھے سوار رسالوں کے ہر طرف
پرکالے اُڑتے پھرتے تھے ڈھالوں کے ہر طرف
خاطر نشاں نہ تھی کسی آفت نشان کی
انبار تھیں کٹی ہوئی شاخیں کمان کی

کیا کیا چمک دکھاتی تھی سر کاٹ کاٹ کے!
تنتی تھی بس تنوں سے زمیں پاٹ پاٹ کے
پانی وہ خود پیے ہوئے تھی گھاٹ گھاٹ کے
دم اور بڑھ گیا تھا لہو چاٹ چاٹ کے
کیا جانیے ملا تھا مزا کیا زبان کو!
کھا جاتی تھی ہما کی طرح استخوان کو

ہر ہاتھ میں اُڑا کے کلائی نکل گئی
کوندی۔ گری۔ زمین میں سمائی۔ نکل گئی
کاٹی زرہ۔ دکھا کے صفائی نکل گئی
مچھلی تھی اک۔ کہ دام میں آئی۔ نکل گئی
چار آئینہ کے پار تھی اس آب و تاب سے
جس طرح برق گر کے نکل جائے آب سے

کٹ کٹ کے ذوالفقار سے گرتے تھے خاک پر
پہنچوں سے ہاتھ۔ شانوں سے بازو۔ تنوں سے سر
قبضہ سے تیغ۔ بر سے زرہ۔ ہاتھ سے سپر
برچھی سے پھل۔ کماں سے زہ۔ زیں سے تبر
ترکش کہیں پڑے تھے نشانِ زری کہیں
پیکاں کہیں تھی شست کہیں تھی سری کہیں

جب صف پہ وار کرتے تھے سلطانِ بحر و بر
اُڑتی تھی کٹ کے صورتِ کاغذ ہر اک سپر
چھپتی تھیں بھاگی جاتی تھیں گرتے تھے خاک پر
قبضوں سے تیغیں جسم سے۔ درعیں تنوں سے سر

پے تھے قدم۔ گریز کے کوچے بھی بند تھے ۔ شعلہ وہ تیغ تھی۔ سرِ اعدا سپند تھے
چھپتے تھے یون وہ دیکھ کے اس تیغ کی چمک ۔ بھاگے شعاعِ مہر سے جس طرح شپرک
اوجِ سما سے زلزلہ برپا تھا تا سمک ۔ چمکی وہ جب تو کانپ گئے چرخ پر ملک
ہر شے تھی خوفِ جان سے خضوع و خشوع مین ۔ سجدہ مین تھی زمین تو فلک تھا رکوع مین

چم خم وہ تیغ کا۔ وہ کاٹ۔ وہ آب و تاب ۔ آتش کسی جگہ۔ کہین بجلی۔ کہین سحاب
سیلی تھی اک پری سے کہ شکم پر کہ اُسکی تاب ۔ تیزی زبان مین وہ کہ فرشتون کو دے جواب
جوہر سے اُسکا جسم جو اہر نگار تھا ۔ گویا گلے مین حُور کے ہیرے کا ہار تھا

پیاسی بھی خونِ فوج کی اور آبدار بھی ۔ غُل تھا کہ ایک گھاٹ مین پانی بھی۔ نار بھی
بجلی بھی۔ ابرِ تر بھی۔ خزان بھی۔ بہار بھی ۔ تلوار بھی۔ چُھری بھی۔ سپر بھی۔ کٹار بھی
پانی سے اُسکے آگ لگا دی زمانے مین ۔ اک آفتِ جہان تھی لگانے بجھانے مین

نیزون کے بند بند قلم۔ برچھیان دو نیم ۔ مثلِ قلم زبان درازِ سنان دو نیم
چار آئینہ کٹے ہوئے۔ گرزِ گران دو نیم ۔ مغفر سے تا کمر جسدِ پہلوان دو نیم
سالم تھا پیشِ آئینہ تیغ جو نہ تھا ۔ لشکر مین کونسا تھا وہ یکتا جو دو نہ تھا؟

وہ تیغ جب بڑھی صفِ کفار ہٹ گئی ۔ چمکی جو برق ڈھالون کی بدلی سمٹ گئی
دم بھر مین یون صفون کو اُلٹ کر پلٹ گئی ۔ رن کی زمین لہو کے ڈریڑون سے کٹ گئی
دریا بھی آبِ تیغ سے بے آبرو ہوا ۔ غُل تھا کہ "لو فرات کا پانی لہو ہوا"

نفرتِ دُنیا و محبتِ عقبیٰ

اس منزلِ فانی مین دل اپنا نہ لگاؤ ۔ اُلفت نہ کرو اُس سے چلے چھوڑ کے جاؤ
یہ عاریتی جا ہے یہان گھر نہ بناؤ ۔ پابندیِ دُنیا سے بس اب ہاتھ اُٹھاؤ
چلتے ہوئے ہرگز کوئی کام آ نہ سکیگا ۔ ہمراہ کچھ اسبابِ جہان جا نہ سکیگا
یان رغبتِ اقامت کا سرانجام ہے بیجا ۔ اِس منزلِ پُرخوف مین آرام ہے بیجا

عقبیٰ کے سوا یاں کا ہر اک کام ہے بیجا
مانند نگیں آرزوئے نام ہے بیجا
سینے میں یہ دم مثل چراغ سحری ہے
کر تو عمل خیر یہی ناموری ہے

اُمید نہیں جینے کی یاں صبح سے تا شام
ہستی کو یہ سمجھو کہ ہے خورشید لب بام
یاں کام کرو ایسا کہ آئے جو وہاں کام
آپہونچے خدا جانئے کب موت کا پیغام
اپنی نہ کوئی ملک نہ املاک سمجھنا
ہونا ہے تمھیں خاک یہ سب خاک سمجھنا

دُنیا میں سدا ایک سا رہتا نہیں احوال
ادبار ہے انسان کا کبھی اور کبھی اقبال
اندوختہ کرنے جسے لگتا ہے مہ و سال
آجاتا ہے وہ غیر کے قبضے میں زر و مال
خالی رہینگے بعد فنا ہاتھ تمھارے
کچھ جمع ہوا ایسے کہ چلے ساتھ تمھارے

بھائی نہ تو کام آئے گا اُس وقت نہ فرزند
عرصہ نہیں کھلجائے گا جب آنکھ ہوئی بند
وہ کام کرو جس سے خدا ہوئے رضامند
ہوشیار کہ ہونا ہے تمھیں خاک کا پیوند
پیری کی بھی مدت ہے جوانی کی بھی حد ہے
آرام گہ شاہ و گدا کنج لحد ہے

ہیں زیر زمیں صاحب تخت و علم و تاج
جو صاحب نوبت تھے نشاں اُنکے نہیں آج
جو شاہ کہ شاہوں سے سدا لیتے رہے باج
وہ بعد فنا آپ کفن کے رہے محتاج
درویش و غنی اُسکے ہمیشہ رہے شاکی
بتلاؤ کہ دُنیا نے کسی سے بھی وفا کی

کیا سخت گھڑی ہوگی اجل آئیگی جس دم!
کھنچ کھنچ کے ہر اک رگ سے نکلنے لگیگا دم
کیا دیکھینگے ایک ایک کو حسرت سے بصد غم!
اتنی بھی زباں ہل نہ سکیگی کہ "چلے ہم"
سب کے لئے اک روز یہ تکلیف دھری ہے
اسپر بھی یہ غفلت ہے عجب بیخبری ہے!

بھائی نہیں اپنے ہیں نہیں ہے پسر اپنا
بیگانے ہیں سب ہووے گا جس دم سفر اپنا
نہ مال نہ اسباب نہ زیور نہ زر اپنا
دو گز ہے کفن قبر کا گوشہ ہے گھر اپنا
کچھ ساتھ بجز بیکسی و یاس نہ ہوگا
رہ جائینگے سب دور کوئی پاس نہ ہوگا

اس زیست پہ پھولو نہ اجل کو بھی کرو یاد
گھر سیکڑوں یاں سیل فنا نے کئے برباد

دُنیا مین عمارت نہ بنا کر ہو کوئی شاد
اس قالبِ خاکی کی عجب سست ہے بنیاد
کل اوج پہ جو لوگ تھے وہ زیرِ زمین ہین
ہے خاک کا ڈھیر اب یہ مکان ہین نہ مکین ہین
کس کس گُلِ رنگین کی نہ اس باغ مین تھی دھوم!
اک آن مین شبنم کی طرح ہو گئے معدوم
دکھلا رہی ہے رنگ عجب ہستیِ موہوم
کیا قصد ہے گلچینِ اجل کا نہین معلوم
اس باغ مین جس سرو کو دیکھا تو روان ہے
جس گُل پہ بہار آج ہے کل اُس پہ خزان ہے
دُنیا یہ سدا عبرت و اندیشے کی جا ہے
یان کیسا مقام آٹھ پہر کوچ لگا ہے؟
جاتے ہین چلے مرگ کا دروازہ کھُلا ہے
"رہ جائے نہ کوئی" یہی آواز درا ہے
ہے راہ کڑی زادِ سفر پاس نہین ہے
منزل پہ پہونچنے کی ہمین آس نہین ہے

مرزا سلامت علی دبیر

خاندانی شاعر نہ تھے + لڑکپن مین مرثیہ پڑھتے تھے + اس شوق نے منبر کی سیڑھی سے مرثیہ گوئی کے عرش الکمال پر پہونچا دیا + میر مظفر حسین ضمیر کے شاگرد ہوئے - اور جو کچھ استاد سے پایا - اُسے بہت بلند اور روشن کرکے دکھایا + طبیعت ایسی گداز پائی تھی - جو اس فن کے لئے نہایت موزون اور مناسب تھی + انکی سلامت روی پرہیزگاری - مسافرنوازی - سخاوت نے صفت کمال کو زیادہ تر رونق دی تھی + شوکت الفاظ - مضامین کی آمد جابجا غم انگیز اشارے - درد خیز کنائے - الم ناک اور دلگداز انداز - جو مرثیہ کی غرض اصلی ہے - ان وصفون کے بادشاہ تھے ۲۹ - محرم ۱۲۹۲ھ ہجری کو ۷۲ برس کی عمر مین انتقال کیا + اس مدت مین کم سے کم ۳ ہزار مرثیہ لکھا ہوگا + سلامون اور نوحون اور رباعیون کا کچھ شمار نہین + انکے ساتھ ہندوستان مین مرثیہ گوئی کا خاتمہ ہوگیا + نہ اب ویسا زمانہ آئیگا - نہ ایسے صاحب کمال پیدا ہونگے +

صبح کا سمان

پیدا شعاعِ مہر کی مقراض جب ہوئی
پنہان درازیِ پرِ طاؤسِ شب ہوئی
اور قطعِ زلفِ لیلیِ زُہرہ لقب ہوئی
مجنون صفت قبائے سحر چاک سب ہوئی

فکرِ رفو تھی چرخ ہنرمند کے لئے　　دن چار ٹکڑے ہوگیا پیوند کے لئے
یوسف غریقِ چاہِ سیہ ناگہان ہوا　　یعنی غروبِ ماہِ تجلّی نشان ہوا
یونس دہانِ ماہیِ شب سے عیان ہوا　　یعنی طلوعِ نیّرِ مشرق ستان ہوا
فرعونِ شب سے معرکہ آرا تھا آفتاب　　دن تھا کلیم اور یدِ بیضا تھا آفتاب
تھی صبح یا فلک کا وہ جیبِ دریدہ تھا؟　　یا چہرۂ مسیح کا رنگِ پریدہ تھا؟
خورشید تھا کہ عرش کا اشکِ چکیدہ تھا؟　　یا فاطمہ کا نالۂ گردون رسیدہ تھا؟
کہئے نہ مہر صبح کے سینہ پہ داغ تھا　　اُمیدِ اہلبیت کا گھر کے چراغ تھا
روزِ سفید یوسفِ آفاق شب نقاب　　مغرب کی چاہ مین تھا جو وہ زیرِ آفتاب
سقائے آسمان نے لیا دلوِ آفتاب　　اور ریسمانِ شعاع کی باندھی بآب و تاب
یوسف کو دلوِ مہر مین بٹھلا کے چاہ سے　　کھینچا فراخ شرق مین مغرب کی راہ سے
نکلا اُفق سے عابدِ روشن ضمیرِ صبح　　محراب آسمان ہوئی جلوہ پذیرِ صبح
کھولا سفیدی نے جو مصلائے پیرِ صبح　　پر سجدہ گاہ بن گیا مہرِ منیرِ صبح
کرتی تھی شب غروب کا سجدہ وُدُود کو　　سیارے ہفت عضو بنے تھے سجود کو
ظلمت جہان جہان تھی وہان نور ہوگیا　　پھر مشکِ شب جہان سے کافور ہوگیا
گویا کہ زنگ آئینہ سے دور ہوگیا　　باطل رسالۂ شبِ دیجور ہوگیا
کیا پختہ روشنائی تھی قدرت کے خامے مین　　مضمون تھا آفتاب کا ذرّون کے نامے مین
جوزا عنانون کے ہوئے جولان جو راہوار　　سیارے بھولے سیرِ تماشائے روزگار
تازے ہوئے جو صرفِ چراگاہ ایکبار　　باقی نہ کہکشان کی رہی گاہ زینہار
برباد سبزۂ روشِ کہکشان ہوا　　پامال برجِ سنبلۂ آسمان ہوا

شمشیرِ آبدار

اللہ رے آمد آمدِ شمشیرِ دوزبان!　　ششدر تھے چار لاکھ کہ کیا شے ہے الامان!

جنبش نہ ہاتھ کو تھی تہ تیغوں کے درمیان
ضرب اک طرف کو سایہ سے اسکے مفر نہ تھا
اُس سے اُلجھ گئی کبھی اِس سے اُلجھ گئی
اک سر سے لگ چلی۔ تو الگ سر ہوئے کئی
بھاگے رہتون کو ضرب پہ لاتی تھی گھیر کر
گہ ہمدمِ صورِ سرافیل کرتی تھی
گہ برجِ مہر ماہ مین تحویل کرتی تھی
محوِ نظارہ مردمِ نظّارہ ہو گئے
ہر سو تھا شور تیغ کا کچھ اور ڈھنگ ہے
داخل میانِ خانۂ دل بیدرنگ ہے
حق تو یہ ہے کہ مسلہ دان تیغ شاہ ہے
کہتی تھی بار بار قضا کیا ہے ہین ہون مین
"دوزخ۔ سقر۔ عذابِ خدا کیا ہے؟ مین ہون مین
حق سے ڈرو تو مژدۂ فضلِ الٰہ ہے
یان سب کو تھا یقین کہ وہان تھی وہین نہ تھی
ہر جا تھی اور جو پوچھو کہان تھی؟ "کہین نہ تھی
اس برقِ ذوالفقار کے جلوے کہان نہ تھے؟
قالب کی یہ تو دشمنِ جان تھی دمِ نگاہ
دعوے کے صدق کے لئے حجت تھی اور گواہ
آیا نظر نہ رتبۂ مولا سپاہ کو
ملکر چلی فلک سے۔ تو بجلی جُدا ہوئی

مشلول کے ہون پنجہ مین جیسے چھ انگلیان
قبروں مین ایک مردے کی گردن پہ سر نہ تھا
بُرّش نئی صفائی نئی۔ کج رخی نئی
گہ زرد۔ گہ سفید۔ ہوا جسے رخ سرمئی
دو کرتی تھی اُڑی ہوئی رنگت کو پھیر کر
گاہے عبادتِ پرِ جبریل کرتی تھی
بُرّش زیادہ چلنے مین تعجیل کرتی تھی
قطبِ سپہر اختر سیارہ ہو گئے
قالب مین تیرتی ہے مگر یہ نہنگ ہے
رن کی قسم یہ تیغ بڑی خانہ جنگ ہے
سر چڑھ کے سب سے لڑتی ہے اور بیگناہ ہے
طوفان و حشر و قہر و بلا کیا ہے؟ مین ہون مین"
راہِ عدم۔ دیارِ فنا کیا ہے؟ مین ہون مین"
توبہ کرو تو قبضہ مین میرے پناہ ہے"
وان اتفاق تھا کہ یہان تھی یہین نہ تھی
لاکھوں سے قتل کرنے کو ہان تھی نہین نہ تھی
دان تھے جہان زمین نہ تھی آسمان نہ تھے
قطعِ نظر بدن سے نگہ کو نہ تھی پناہ
سُن لو دلیلِ قطعی اگر ہو کچھ اشتباہ
تیغ علی نے قطع کیا تھا نگاہ کو
تڑپی بزیرِ خاک۔ تو مچھلی ہوا ہوئی

چمکی جو خود سر پہ قیامت بپا ہوئی
روشن ہوئی جو سینہ پہ جوشن قبا ہوئی

کھولے زرہ کے ایک نگہ میں ہزار بند
کاٹے ہزار طرح عناصر کے چار بند

بے نام و بے نشان تھا ہر اک پہلوان کا نام
تقسیم ضرب سے رہی باقی نہ کوئی قسم

سائے کے شکل ڈھال چرا تی تھی اپنا جسم
یہ تیغ کے ہنر تھے کہ جادو تھا یا طلسم

دل رخنہ رخنہ کرکے زرہ کو اڑا دیا
طائر کو جال جال کو طائر بنا دیا

موج زرہ کا تیغ کی گرمی سے تھا یہ حال
شبنم کا جیسے صبح کو خورشید سے زوال

جب یہ کڑی ہوئی تو زرہ ہو گئی نڈھال
فولاد بہ گیا عرق شرم کی مثال

جی پر بنی زرہ کی جو صورت بگڑ گئی
کیا دن دہاڑے بانعیوں پر اوس پڑ گئی!

گھوڑے کی تعریف

طاؤس فلک سیر دم جلوہ گری تھا
بو گل میں تو گلشن میں نسیم سحری تھا

صیحہ سے عیاں قہقہہ کبک دری تھا
آہو تھا چرندوں میں پرندوں میں پری تھا

کاوہ کی ثنا کیجیے دل اس پہ تلا ہے
دریا سے کوئی عقدہ گرداب کھلا ہے

غل تھا کہ چکور آگ کو کھا کر نکل آیا
مرکب کا جگر چیر کے راکب نکل آیا"

بے روح ہوا دل جو وہ پیک اجل آیا
سینہ کا لہو بہ کے جو گردن میں ڈھل آیا

بے جان جگر و قلب بہم رہ گئے باقی
طاؤس اڑا نقش قدم رہ گئے باقی

منشی امیر اللہ تسلیم

پیدائش فیض آباد ۱۸۲۰ء وفات لکھنؤ ۱۹۱۱ء

مولوی عبدالصمد صاحب کے بیٹے اور مرزا اصغر علی خان نسیم دہلوی کے شاگرد تھے ۱۸۲۰ء میں ضلع فیض آباد میں پیدا ہوئے، فارسی کی تعلیم اپنے والد سے پائی۔ اور عربی کی کتابیں اپنے بھائی مولوی عبداللطیف صاحب

سے پڑھین۔ فن خوشنویسی منشی عبدالحی صاحب سندیلوی سے حاصل کیا۔ مدت تک آپکا قیام لکھنؤ مین رہا۔ پھر منشی امیر احمد صاحب مینائی کے توسل سے رامپور تشریف لے گئے۔ وہان تیس روپئے ماہوار اور دو سو روپئے عید کے موقع پر آپ کو ملا کرتے تھے۔ بعد چندے وہین ڈپٹی انسپکٹر مدارس وغیرہ کے مختلف عہدون پر مامور رہے۔ اُسوقت تنخواہ پچاس روپیہ تک ہوگئی۔ جب نواب صاحب والی رامپور سفر انگلستان سے واپس تشریف لائے۔ تو اُن کا سفرنامہ۔ نظم کرکے پیش کیا۔ اس صلہ مین چالیس روپیہ ماہوار بطور پنشن آپ کے لئے مقرر ہوگئے۔ آخر عمر تک پاتے رہے۔

آپ کے کلام مین فصاحت۔ بلاغت۔ متانت شوخی کمال درجہ کی ہے۔ قوت متخیلہ بھی اعلیٰ درجہ کی تھی۔ دقیق مضامین کو اس سادگی اور صفائی سے ادا فرماتے ہین۔ کہ اُس کی تعریف نہین ہوسکتی۔ کلام کا رنگ دہلی کے شعرا کا سا ہے۔ آپ کو اُسی طرز پر ناز تھا۔ خود فرماتے ہین۔

"مین ہون تسلیم شاگرد نسیم دہلوی مجکو طرز شاعران لکھنؤ سے کیا غرض"

مثنوی مین آپنے غنیمت کے رنگ کی تقلید کی ہے۔ متعدد مثنویان لکھین۔ جو لکھنؤ والون سے بالکل الگ۔ نالۂ تسلیم۔ شام غریبان۔ صبح خندان۔ دل وجان۔ نغمۂ مسلسل۔ شوکت شاہجہانی۔ وغیرہ مثنویان اور نظم ارجمند۔ نظم دل افروز۔ دفتر خیال۔ یہ دواوین یادگار ہین۔

۲۸۔ مئی ۱۹۱۱ء کو پانچ بجے شام کو ۹۲ برس کی عمر مین لکھنؤ مین آپنے اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔

حمد از نالۂ تسلیم

شگفتہ کلک رنگین خندہ زن ہے
مبارکباد آغاز سخن سے

اُترتے ہین مضامین آسمان سے
عیان ہے شوکت رفعت بیان سے

بھری ہے بے نیازی مدعا مین
سر تمکین ہے عرض التجا مین

بڑھی ہے ناتمامی گفتگو سے
مرا مطلب سوا ہے آرزو سے

خیال آئینہ حیرت فزا ہے
زبان مصروف حمد کبریا ہے

بنایا جس نے منقل بوستان کو
کف جلا دبرگ ارغوان کو

لکھا ہے صفحۂ اوراق گل پر
شہادت نامۂ بلبل سراسر

عطا کی داغِ لالہ کو سیاہی　　سراپا صورتِ مہرِ گواہی
ہنسی لب پر - جگر مین زخم کاری　　دیا غنچے کو پاسِ پردہ داری
پئے مینوشیِ دورِ نہفتہ　　دیا پیمانۂ زخمِ شگفتہ
شہیدون کو طلسمِ نو دکھایا　　ہنسا کر زخمِ تن کو خون رُلایا
رگِ بسمل کیا تارِ نظر کو　　سکھائی رقصِ بینائی جگر کو
دلِ عاشق کو بخشا خاک ہونا　　گریبان کو سکھایا چاک ہونا
گُہر ریزی کہین کی چشمِ تر سے　　بھرے دامن کہین لختِ جگر سے
حیا غنچون کو دی رازِ نہان کی　　عنادل کو ہوس بخشی فغان کی
کہین ہے جلوہ گر حسنِ حسین مین　　کہین ہے خاطرِ اندوہگین مین
نہان و آشکارا جلوہ گر ہے　　کہین نکہت کہین گلبرگِ تر ہے
غرض ہر رنگ مین نیرنگِ امکان　　رہا حیرت فروشِ چشمِ انسان
شہِ لولاک نے رو رو کے اکثر　　کیا ارشاد لا اُحصی یہان پر
بھلا ہم کیا حقیقت کیا ہماری؟　　لکھین حمد و ثنائے ذاتِ باری
مناسب ہے خموشی آشنا ہون　　شریکِ اختصارِ مدعا ہون
زیادہ وہم سے حدِ صمد ہے　　خرد مجروحِ تیغِ دستِ رد ہے
دعا مانگین کرین قصد اور کچھ ہم　　کہین احباب "آمین" مل کے باہم
تمنا کا ہے خالی دستِ رنگین　　پہنا دین خاتمِ ختمِ مضامین

نالۂ چند دعائے عاشقانہ

الٰہی! دے زبانِ نکتہ دانی!　　دکھادون جلوۂ حسنِ معانی
اجازت خواہِ لغتِ گفتگو ہے　　خموشی بہرِ رخصت روبرو ہے

نظر لوثِ سخن سے پارسا ہے　　ابھی نادیدہ حسنِ مدعا ہے
حریفِ نالۂ بیداد ہون مین　　شریکِ صحبتِ فرہاد ہون مین
دلِ مشتاق پابندِ الم ہے　　نفس تارِ کمندِ صیدِ غم ہے
سحاب آسا عطا کر چشمِ گریان　　مصیبت زادۂ آغوشِ طوفان
برنگِ ابرِ تر رویا کرون مین　　سدا داغِ جگر دھویا کرون مین
تپش دے نالۂ جانِ حزین مین　　اثر دے دودِ آہِ آتشین مین
رہے بیداریون کا حفظِ آداب　　نہون آنکھین کبھی منت کشِ خواب
نہ کم ہو التفاتِ بیقراری　　رہے تازہ خراشِ دل فگاری
خرابی دوست رکھ ہردم مزاجی　　برنگِ برق دے شعلہ مزاجی
نہ کم ہو کوئی دم سامانِ سودا　　رہے سر منزلِ احسانِ سودا
برائے چاک دے دامن اگر دے　　نہ بھر التجاے سیم وزر دے
رہے دستِ جنون ہر لحظہ چالاک　　کبھی سینہ کبھی دامن رہے چاک
ترقی پر رہے شوقِ اسیری　　رہے وحشت کو پاسِ دستگیری
فلک کو لذتِ ذوقِ جفا سے　　نہ دون فرصت تقاضاے بلا سے
جبین سا خدمتِ پیرِ مغان مین　　رہون جب تک رہون دیرِ جہان مین
بڑھا اے شوقِ عرضِ عاشقانہ　　کہان تک وقفِ لب غم کا فسانہ؟
سُنا دو چار شعر ایسے خدارا　　کہ جس سے مغفرت کا ہو سہارا
جنابِ کبریا مین روکے دن رات　　پڑھا کر صدقِ دل سے یہ مناجات
خدایا مثلِ کلکِ سینہ افگار　　سیہ رُو ہون سیہ دل ہون سیہ کار
بسر ہوتی ہے بیجا زندگانی　　بلاے جان ہے آشوبِ جوانی
کوئی فعلِ زبون ایسا نہین ہے　　عمل مین اپنے جو آتا نہین ہے

گذرتی ہے عجب غفلت مین اوقات　　دریغا۔ حسرتا۔ ہیہات ہیہات
لحاظِ بندگی جاتا رہا ہے　　سرِ نخوت نے دل مین گھر کیا ہے
گمان و وہم و جانِ درد آمیز　　یہ سب ہین شانِ شیطانی سے لبریز
اگر چاہے یہ نفسِ کفر شیوا　　میرے سانے سے ہو ابلیس پیدا
پشیمان خستہ۔ آوارہ۔ جگر خون　　تری درگاہ مین حاضر ہوا ہون
نگاہِ رحم سے فرما اشارہ　　دلِ مضطر کو ہو کچھ تو سہارا
لبِ مایوس ہون خندہ طرب سے　　نہ گریان دیدۂ پر خون ہون اب سے
تمناؤن کو دل مین شاد پاؤن　　جگر کو جان کو آباد پاؤن
سوا تیرے میرا کوئی نہین ہے　　غلط بھی آسرا کوئی نہین ہے
کرے رحمت تری گر پردہ داری　　مری بگڑی ہوئی بنجاے ساری
بہت کچھ آرزو رکھتا ہون دلمین　　ہزارون گفتگو رکھتا ہون دل مین
جو سن لے ایک بھی تو رحم کھاکے　　نکل جائین سب ارمان مدعا کے
غمِ ہستی و مرگ و قبر و محشر　　یہ سب ہون سینۂ مضطر سے باہر
خلیل آسا جہنم باغ ہو جاے　　گلِ فردوس دل کا داغ ہو جاے
ضعیفی مین شبابِ آرزو ہو　　بہارِ ہشت جنت رنگِ رو ہو
بڑھے ارمان سخی کی جیسی ہمت　　گھٹے غم جس طرح ممسک کی نیت
سراپا عید بنجاؤن خوشی سے　　کہون ہر دم مبارکباد جی سے
مبادا تو اگر نامہربان ہو　　ہر اک ذرہ بلاے جسم و جان ہو
نویدِ عید ہون اہلِ ستم کو　　سدا ترسون پناہِ نیم دم کو
زبان و دست و پا سب دین گواہی　　اٹھاؤن تا ابد نازِ تباہی
جہنم ہو عذاب آتشین ہو　　گرفتارِ بلا جانِ حزین ہو

سُنے کوئی نہ فریادِ جگر کو | نظر آئے نہ جز شعلہ نظر کو
عزیز و خویش و احباب و یگانہ | کرین تیرِ ملامت کا نشانہ
نہ سمجھین اضطرابِ بیکسی کو | دکھائین درد مین یہ اور جی کو
مین صدقے۔ اُس بلائے ناگہان مین | مِرا ہو کون حامی دو جہان مین؟
کہون اُسوقت کس سے اپنے جی کی؟ | کسے پروا ہو میرے بیکسی کی؟
سوا اسکے کہ تو ہی مہربان ہو | ترے کہنے سے کہنے مین زبان ہو
پکار دن اسے خداوندِ یگانہ | کرم گستر خطا بخشِ زمانہ
تری رحمت پہ ہے ناز آرزو کو | وفا کر وعدۂ لاتقنطو کو
سُنا اربابِ محشر سے بصد ناز | مبارکبادِ آزادی کی آواز
بس اے تسلیم ترکِ التجا کر | خموشی کو بیانِ مدعا کر
بہت کچھ کر چکا فریاد و ماتم | کہان تک حسرتِ افسانۂ غم؟

حمد باری تعالیٰ از شام غریبان

اجازت او عنانِ قاصدِ دل! | کہ آ پہونچا دمِ تکلیفِ مشکل
طبیعت پھر مری کچھ ناز پر ہے | کوئی مطلب مگر آغاز پر ہے
مضامین پیچھے ہین فکرِ رسا سے | زبان جنبش مین ہے حمدِ خدا سے
بنایا جس نے کُن سے دو جہان کو | کیا پیدا زمین و آسمان کو
مہ و خورشید و سایہ کو فلک وار | سکھایا سیرِ قدم اندازِ رفتار
طلسمی کارخانہ اِک بنا کے | نظر سے چھپ رہا صورت دکھا کے
بلند و پست سب اُس نے بنایا | عدم سے عالمِ ہستی مین لایا
جہان مین اہل بینش کی عجب کو | وصال و ہجر بخشا روز و شب کو

کیا پیدا نشان ہر بے نشان کا — دکھایا رنگ نیرنگِ جہان کا
دیا ساماں شاہانہ کسی کو — بنایا خاک ویرانہ کسی کو
کسی کو عشق کی لذت عطا کی — مزا دیتی رہی اندوہنا کی
دکھائے جلوہائے حُسنِ خوبان — بنایا صورتِ آئینہ حیران
چھپائے سیکڑون جلوے دکھاکے — مٹائین صورتین کیا کیا بناکے!
نہ غافل ہے نہ ہے فرزانہ باقی — فقط عالم مین ہے افسانہ باقی
تماشا دوست یار خود نما ہے — تصور بن کے پھرتا جابجا ہے
کہین شوکت ہے شانِ انبیا کی — کہین عظمت ہے ذکرِ اولیا کی
کہین ہے ہمتِ اخوانِ یوسف — کہین ہے عصمتِ دامانِ یوسف
شرارِ شعلہ افزا ہے کہین وہ — ادیبِ ہوشِ موسیٰ ہے کہین وہ
کہین ہے التماسِ شوقِ دیدار — کہین ہے محرمِ اسرارِ انکار
کہین طالب کہین مطلوب ہے وہ — غرض ہر رنگ مین کچھ خوب ہے وہ
سنبھل اے سرخوشِ پیمانۂ شوق — خرابِ بادۂ خمخانۂ شوق
زیادہ تر نہ دے رُخصت قلم کو — مئے وحدت کے بدلے کھینچ دم کو
کہان تک ایک سی آہنگ فریاد؟ — بدل اب اور کوئی رنگ فریاد
فلک مشتاق ہین حرفِ دعا کے — فلک پر بھیج تحفے التجا کے

انتخاب از کلیات حالی

مناظرہ واعظ و شاعر

کل جو مین نے بسترِ راحت پہ جاکر دم لیا — دل کو اک وقفہ غمِ دُنیا سے فرصت کا ملا
کی تصوّر نے وہین اک بزمِ رنگین آشکار — مجلسِ اربابِ معنی جس کو کہنا ہے بجا

گرم تھا وان ہرطرف ہنگامۂ بحث ونظر سرخرو گلگونۂ حجت سے تھا ہر مدعا
شمع استدلال مین روشن تھا فانوسِ بیان چارسو ہنگامہ آرا تھی لِمَ و لا کی صدا
تھے فراہم جسقدر اس بزم مین اہلِ کمال تھا شرف کا اپنے اپنے فن کے سب کو ادّعا
مولوی کہتے تھے "غیر از علم دین سب ہیچ ہے" فلسفی کہتے تھے "ہر فن کی ہے حکمت پر بنا"
صوفیِ صافی ادھر کچھ کہہ رہا تھا زیرِ لب واعظِ معجب اُدھر کچھ بک رہا تھا برملا
خود فروشی کا غرض تھا ہر طرف بازار گرم سازِ گونا گون تھے لیکن ایک تھی سب کی صدا
شاعرِ مغرور بھی ایک سمت خندان زیرِ لب سُن رہا تھا لافِ اہلِ فضل اور خاموش تھا
جاکے پہونچا جب وہان تک دورِ صہبائے سخن دفعۃً مجلس سے اُٹھا اور ہوا یون خود ستا
"دعویِ فضل و براعت اُسکو زیبا ہے یہان جو کوئی تلمیذِ رحمٰن تم مین ہو میرے سوا
ہے تصرف مین ہمارے عرصۂ دشتِ خیال کچھ نہین معلوم جس کی ابتدا اور انتہا
رہروی مین ہمکو چشم و گوش پر تکیہ نہین ہین ہمارے بال و پر اندیشۂ فکرِ رسا
صاف ہوتا ہے بیان اپنا خس و خاشاک سے پاک ہو جیسے وساوس سے دلِ اہلِ صفا
اتفاقاً گر کسی کی مدح پہ آ جائین ہم خاطرِ دشمن مین اُسکا نقشِ اُلفت دین بٹھا
خاک کو چرخِ برین پر دین اگر ترجیح ہم ماند ہو ذرّے کے آگے مہرِ تابان کی ضیا
وصفِ خوبان ہم سے گر سُن پائے سالک ایکبار ہو نہ ہرگز پنجۂ عشقِ مجازی سے رہا
گر کرین ہم گلرخون کی بے وفائی کا بیان ہو نہ بلبل پھر چمن مین روئے گُل پر مبتلا
کھینچ دین گر خاطرِ مشتاق کی تصویرِ شوق قیس کی کرنی پڑے لیلےٰ کو جا کر التجا
ہین ہماری مدح کے پیر و جوان اُمیدوار اور ہماری ہجو سے تھراتے ہین شاہ و گدا
گرمیِ بزمِ حریفان ہے ہماری ذات سے بادۂ گلگون کا ہے ہر بات مین اپنی مزا
فکر اپنی لغزشِ اہلِ نظر سے پاک ہے ہم جہان چلتے ہین وان مسدود ہے راہِ خطا
کچھ نہین اپنا ضرر گر ہو روایت مین خلل جھوٹ سے ہوتی ہے یان رونق عبادت کو سوا

دی نہین گویا شریعت نے ہمین تکلیف کچھ
جو نہین جائز کسی کو ہے وہ سب ہم کو روا

خودستائی جو کسی کو جز خدا پھبتی نہین
آکے ہو جاتی ہے شاعر کی زبان پر آشنا

فحش اور دُشنام کو ملتا ہے یان رنگِ قبول
گالیان دے دے کے ہم سنتے ہین اکثر مرحبا

جب یہ بالا خوانیان شاعر کی واعظ نے سُنین
مُسکرایا اور یہ فرمایا کہ اُے ہذیان سرا!

شیوہ تیرا بوالفضولی اور یہ لاف وگزاف!
پیشہ تیرا بادہ خوانی اور اتنا ادّعا!

امتِ برحق کے عالِم جو ہین از روے خبر
وارثِ علمِ نبی۔ قائم مقامِ انبیا

کیا ادب جاتا رہا انکا بھی تجکو اے سفیہ!
بر سرِ مجلس ہے تو جو اس طرح پکارتا

گو نہین گنتی مین اہل علم کے یہ خاکسار
پر سُنے جاتے نہین یہ تیرے دعوے ناروا!

ہر سخن کا اک جُدا ہوتا ہے موقع اور محل
ہزل و سخریت کجا بزمِ خردمندان کجا؟

علم اور حکمت کے ہون جب بزم مین دفتر کھلے
کس نے دی ہے تجکو وان اس ہرزہ گوئی کی رضا؟

شعر مستحسن اگر ہوتا تو قرآن مین اُسے
کیون خلافِ شانِ ختم المرسلین کہتا خدا؟

شان مین بالعلم یُزری جس کے آیا ہے صریح
فخر ہے اُس شعر پر تجھ کو یہ اے نثر الوریٰ!

چاہیئے انفاسِ اہل الذکر سے ہو مستفید
ہو نہ جسکو علمِ سنت اور کتاب اللہ کا

خود ہو تم بے علم اور صحبت سے اہلِ علم کی
بھاگتے ہو جیسے شیطان ہے اذان سے بھاگتا

ہے یہی باعث کہ بک اُٹھتے ہو تم بے اختیار
جو تمھارے مُنہ مین آتا ہے سزا اور ناسزا

اُس زبانِ یاوہ گو کو اپنی کیا سمجھا ہے تو؟
جرم گو چھوٹا ہے اسکا۔ جرم ہے لیکن بڑا

بے حقیقت ہین ترے سارے خیالاتِ بلند
ہجو ہے تو بے اثر اور مدح ہے تو بے صفا

ہے جہان خامے کو تیرے خدمتِ مشاطگی
مورت اک پتھر کی ہے وان حورِ جنت سے سوا

بال سے باریک تر معشوق کی تیرے کمر
رات سے تاریک تر ہجرِ صنم مین دن ترا

شش جہت مین تو کرے برپا قیامت بار بار
یار سے اپنے اگر دم بھر کو ہو عاشق جُدا

تیغ چوبین کی ہو گر ہرش بیان کرنی تجھے
ہے تنزل گر اُسے ٹھہرائے تو تیغِ قضا

ہو جہاں لکھنی تجھے اسپ گلی کی جست و خیز
اک ترارے میں اُسے پہونچاے تو فوق السمّا

تو ہوا مدح و ثنا میں جس کی سرگرم غلو
اور اُلٹا خوبیوں پر اُس کے پردہ پڑ گیا

پر لے درجے کا تنزل ہے اگر ٹھہرائے تو
جم کو اُسکے در کا دربان اور بہمن کو گدا

بہمن و جمشید یاں بیچارے کس گنتی میں ہیں؟
تنگ ہیں ہاتھوں سے تیرے انبیا اور اولیا!

لکھے تو اک گربۂ مسکین کو سارا منزلت
اور کہے اک لعبتِ سنگیں کو تو یوسف لقا

فی المثل گر ہو ترا ممدوح اک برگِ گیاہ
اُس میں ثابت کر کے چھوڑے تو صفاتِ کبریا

باد خوانوں سے سوا ہو تجھکو فکرِ تہنیت
خواب میں سُن پائے تو گر کوسِ شادی کی صدا

ہند میں غُل ڈالدے تو نالہاے شوق سے
چین میں سہرہ ہو گر اک شاہدِ نوخیز کا

شعر کو الہام سمجھے گر نصیبوں سے کبھی
کان میں پڑ جاے تیرے ایک جھوٹی واہ وا

مذہبِ شاعر میں جس کا دین باطل نام ہے
راستی اور صدق سے بڑھکر نہیں کوئی خطا

سربسر اقوال تیرے کچھ ہیں اور افعال کچھ
ہے زبانِ گوہر افشاں پر نعم - اور دل میں لا

شان میں آیا ہے جنکی قول مَا لَا یَفْعَلُوْن
چشم بد دور آپ کے ہادی ہیں وہ اور مقتدا

ایسے دروازے بہت کم پائیں گے آفاق میں
جس پہ صبح و شام تونے دی نہ ہو جا کر صدا

ہے زبانِ خامہ تیری تابعِ فرمانِ حرص
کام تجھ کو کچھ نہیں جز مدح و قدحِ اغنیا

مدح میں حد سے زیادہ جنکی کرتا ہے غلو
گالیاں دیتا ہے تو اکثر اُنھیں کو برملا

جیسے دروازوں سے پھرتے ہیں دعا دیکر فقیر
مدح تو بھی ختم کرتا ہے یونہیں دیکر دعا

ہر دعا میں ہے مقدر شرط اِنْ اَعْطَیْتَنِیْ
صاف لعنت کا دعا میں تیری آتا ہے مزا

پردۂ عرضِ ہنر میں مانگتا ہے بھیک تو
گر یہی ہے شاعری تو اس سے بہتر ہے گدا

زہر دل کا جبکہ واعظ نے لیا سارا اُگل
اور نہ کوئی تیر باقی اُسکے ترکش میں رہا

سُن کے شاعر نے کہا بس اے خدنگ انداز بس!
ہے زبان تیری دہن میں یا سناں جاں گزا؟

چوٹ تھی تیری سخن پر جا پڑی اخلاق پر
تو نے چاکِ پیرہن کو تا جگر پہونچا دیا

خردہ گیری کے لئے حاضر ہے شاعر کا کلام
اس سے کیا مطلب کہ ہے وہ بندۂ حرص و ہوا؟

تو اگر معصوم ہو تو کچھ کہی جاتی نہین
پھنس رہا ہے ورنہ اس پھندے مین ہر شاہ و گدا

کھیلتے پھرتے ہین میدان جہان مین سب شکار
آڑ مین ٹٹی کے لاکھون اور ہزارون برملا

حرص ہوتی جسم مین انسان کے گر جاے خون
شاعرون سے تیرے چہرے کی دمک ہوتی ہوا

مینے ان آنکھون سے اے واعظ لباس وعظ مین
جو فروشی کرتے دیکھے ہین بہت گندم نما

خبط ہے اک تم کو۔ کہدون گر برا مانو نہ تم
آپ ہو بیمار اور اورون کو دیتے ہو دوا

آپ مین تسبیح و ذکر و طاعت و زہد و ورع
خوبیان سب کچھ سہی پر دل کا مالک ہے خدا

مین بتاؤن آپ کو اچھون کی کیا پہچان ہے
جو ہین خود اچھے وہ اورون کو نہین کہتے برا

بات حق ہو یا کہ باطل تیری مرضی کے خلاف
منہ سے نکلی اور تجھے تکفیر کا پہلو ملا

ترک اولے پر فضیحت جسقدر کرتا ہے تو
قتل انسان پر نہین ملتی کہین ایسی سزا

ہے فقط دوزخ تیری سرکار مین جنت نہین
چوک جس سے ہو گئی کچھ پھر نہین تو بخشتا

عاصیون کی مغفرت جس سے نکلتی ہو صریح
ایسی آیات و حدیثون سے ہے تو جی مین خفا

گر خدا بھی واعظو! ہوتا تمھین سا سخت گیر
اس چمن کو دیکھتا کوئی نہ پھر پھولا پھلا

گرم بازاری اسی مین اپنی بس سمجھے ہو تم
لوگ ہون بدراہ اور انکے بنو تم رہنما

چاہتے ہو تم یہان کثرت معاصی کی یونہین
ہین اطبا چاہتے جسطرح امراض اور وبا

آپ ان باتون کو اک بہتان سمجھین گے مگر
سوجھتی اکثر نہین انسان کو اپنی خطا

جو کہون مین اسکو باور کر نہین سکتے خلاف
شاعرون کے کذب سے بدتر ہے واعظ کی ریا

یہ بھی کوئی جھوٹ ہے ہم جسکے خود ہین معترف؟
جھوٹ وہ ہے جو ہو پردے مین تقدس کے چھپا

دعوتون مین سچ بتا جس شوق سے جاتا ہے تو
ایک بھی کی ہے نماز اس شوق سے تو نے ادا؟

یاد ہے وہ تیرا کہنا دیکھ کر کھانے چنے؟
"دین قائم ہے ابھی یارو کرو شکر خدا"

مدرسے کوشش سے تیری گو بنے ہین شہر شہر
مسجدین بھی تو نے بنوائی ہین اکثر جابجا

پر یہ حیرت ہے کہ ان کامون مین جو لاگت لگی
اُس سے دہ چند آپکے دیوان خانہ مین لگا

مجرمون کے جرم شاید ہون نہ اتنے خوفناک
نیکیان تیری ہین جیسی پُرخطر روزِ جزا

ہے یقین اتنا ہی ہوگا اپنے دل مین تو حقیر
جسقدر مانا ہے زید و عمر نے تجھکو بُرا

کر دیا رسوا تری تزویر نے تذکیر کو
ورنہ اک منصب تھا یہ شایانِ شانِ انبیا

لُطف ہے تو دلربا اور قہر ہے تو دلفریب
سحر ہے افسون ہے جادو ہے تری جو ہے ادا

گہ جہنم سے ڈرا کر چاہتا رشوت ہے تو
گاہ حورون پر لُبھا کر مانگتا ہے رُونما

گونجتا ممبر پہ ہے یون بیٹھ کر گویا کہ آپ
آسمان سے لے کے اُترے ہین ابھی حکمِ خدا

ہاتھ مین تیرے ہے گویا نار و جنت کی کلید
جس نے پوجا تجھ کو وہ فردوس مین داخل ہوا

نیکیان برباد ہین ساری تری خدمت بغیر
فرقۂ ناجی ہے بس اک پوجنے والا ترا

اپنی اک امت الگ سب سے بنانے کے لئے
تفرقے ڈالے ہین دینِ حق مین تو نے جابجا

تیرے کھرے ہین مسلمانون مین ہے جب تک نزاع
اختلاف امت کا حق مین تیری رحمت ہوگیا

جس طرح جھگڑون کے خواہان ہین عدالت مین وکیل
مانگتا ہے تو یونہین باہم خصومت کی دُعا

چاہتا ہے قوم مین جوتی سدا چلتی رہے
کشتیِ اسلام کا پھر کیون نہ ہو تو ناخدا؟

شاعرون کو بس اسی مُنہ سے گدا کہتا ہے تو؟
اے اسیرِ دامِ نفس! اے بندۂ حرص و ہوا!

کچھ گدا کہنے سے تیرے ہم گدا ہوتے نہین
ورنہ ہم بھی یون تو کہہ اُٹھتے ہین بعضون کو گدا

شاعری پر ہے بڑا یہ طعن حضرت کا کہ ہم
حد سے بڑھ جاتے ہین جب کرتے ہین مدحِ اغنیا

طعن کچھ بیجا نہین رکھتے ہین پر اک عذر ہم
غور کرنا عذر پر ہے شیوۂ اہلِ صفا

سب یہ روشن ہے کہ ہم لوگون کا اک پیشہ ہے مدح
جیسے تم لوگون کا پیشہ ہے یہی مکر و ریا

اپنے اپنے کام اور پیشہ مین ہم ہون یا کہ تم
کرتے ہین ہوتا ہے جو کچھ مصلحت کا مقتضا

وعظ مین دیتے ہو آخر داستان کی چاٹ تم
راستی سے کام جب چلتا نہین تسخیر کا

مدح مین ہم بھی یونہین کرتے ہین رنگ آمیزیان
جب تنِ ممدوح پر کُھلتی نہین سادی قبا

پھول پھل سے سرو کو بے بہرہ جب پاتے ہیں ہم
ایک طرہ اُسمیں آزادی کا دیتے ہیں لگا

سوسن و نسرین و گل میں جب وفا پاتے نہیں
وصفِ رنگ و بو سے ہم دیتے ہیں عیب اُنکا چھپا

پر ہم اس پردے میں خود اپنا دکھاتے ہیں کمال
ورنہ ایسی مدح ہے ممدوح کے حق میں ہجا

اس سے بڑھکر ہجو ہو سکتی ہے کیا انسان کی؟
لکھیں اَعمیٰ کو بصیر اور راہزن کو رہنما

عدل میں لکھتے ہیں ہم نوشیروانِ عہد انھیں
ایک منکوحہ کا حق ہوتا نہیں جنسے ادا

حاتمِ وقت اُنکو ٹھہراتے ہیں جنکا بذل و جود
اس لئے ہے تاکہ حاصل حاکموں کی ہو رضا

زیرکی میں اُنکو کہتے ہیں ارسطوے زمان
ہمنشیں احمق بناتے ہیں جنھیں صبح و مسا

کہتے ہیں کس شد و مد سے ہم انھیں بیدار مغز
جو نہیں واقف کہ آمد کیا ہے اور ہے خرچ کیا

جو غلامانہ خوشامد کرتے ہیں حکام کی
اُنکی آزادی پہ ہم کہتے ہیں سو سو مرحبا

اُن میں ثابت کرتے ہیں ہمدردیِ نوعِ بشر
آپکو کہتے ہیں جو نوعِ بشر سے ماوری

حامیِ اسلام دیتے ہیں خطاب انکو کہ جو
کرتے ہیں رسوا چلن سے اپنے نام اسلام کا

یاورِ خلق اُنکو کہتے ہیں جنھیں اسے واعظو!
تم کسی کے کام کا رکھتے نہیں اپنے سوا

مدح کی جاتی ہے یاں اکثر اسی انداز سے
شیخ ہو ممدوح یا واعظ غنی ہو یا گدا

قطبِ دوران اُن ریاکاروں کو ٹھہراتے ہیں ہم
آپ کو بھی جو سکھائیں مدتوں مکر و دغا

اُن فسون سازوں کو ہم کہتے ہیں ذوالنونِ زمان
بیٹھ کر ممبر پہ جو آنکھوں کا کاجل لیں اُڑا

آپ چھٹ اُسکو کہے جو مدح وہ بے مغز ہے
نام اسکا مدح ہے تو ہجو ہے پھر چیز کیا؟"

چُبھتی اور دُکھتی سخنور نے یہ کی تقریر جب
اور لگے سب مسکرانے دیکھ کر یہ ماجرا

دل میں واعظ نے پڑھی لاحول اور سمجھا کہ میں
چھیڑ کر اک بے ادب کو مفت میں رسوا ہوا

پر لگا ہر داغ یہ دامن سے دھونیکے لئے
ہنس کے اک سنجیدگی سے اور متانت سے کہا

ہُو چکیں باتیں ہنسی کی اب کرو کچھ اور ذکر
ہزل و استہزا زیادہ حد سے ہوتا ہے بُرا

کہئے فکرِ شعر کا ہوتا ہے اب بھی اتفاق
آپ نے دیوان مرتب کیوں نہیں اب تک کیا؟

ہیں ہنسی کی اور باتیں کیجیے انصاف اگر
ہر غزل میں آپکے دیوان حافظ کا مزا"

عرض کی شاعر نے "حضرت کا ہے یہ حسن ظن
ورنہ میں کیا ہرا مجموعۂ اشعار کیا؟

قبلہ! اب وہ دن گئے جو شاعری کی قدر تھی
شاعری اور نکتہ پردازی میں ہے اب کیا دھرا؟

شعر اگر کہیے تو روٹی جاکے کس گھر کھائیے؟
سیکڑوں پھرتے ہیں شاعر تنگدست اور بے نوا

اب تو یہ کہتا ہوں شعر و شاعری کو چھوڑ کر
وعظ میں شاگرد ہو جاؤں کسی استاد کا

اس گئے گذرے زمانے میں بھی یہ فن شریف
کیمیا ہے کیمیا ہے کیمیا ہے کیمیا

آپ لوگوں کی تو اسمیں ریس کرنی ہے محال
پر ہمیں بھی سیکھنے سے کچھ نہ کچھ آجائیگا

روز گر سونے کی چڑیا گر نہ ہاتھ آئی نہ آئے
ہم گنہگاروں کا پیٹ ایسا نہیں ہے کچھ بڑا"

کی سخن پرداز نے واعظ سے جب یہ گفتگو
قہقہوں سے چار سو مجلس میں اک غل پڑ گیا

خواب کا سا وہ سماں جاتا رہا سب یک بیک
اور وہی پہلو سے دل نے کان میں میری صدا

ہزل ہو یا جد نصیحت لیجیے ہر بات سے
کہہ گئے ہیں اہل دل دَع ما کدِر خُذ ما صَفا

رباعیات

کانٹا ہے ہر اک جگر میں اٹکا تیرا
حلقہ ہے ہر اک گوش میں لٹکا تیرا
مانا نہیں جس نے تجکو۔ جانا ہے ضرور
بھٹکے ہوئے دل میں بھی ہے کھٹکا تیرا

۲

ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا
آتش پہ مغاں نے راگ گایا تیرا
دہری نے کیا ہے دہر سے تعبیر تجھے
انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا

۳

مٹی سے ہوا سے آتش و آب سے یہاں
کیا کیا نہ ہوئے بشر پہ اسرار عیاں
پر تیرے خزانے ہیں ازل سے ابتک
گنجینۂ غیب میں اسی طرح نہاں

۴

کیا ہوگی دلیل تجھ پہ اور اس سے زیادہ؟ دُنیا مین نہین ہے ایک دل جو کہ ہو شاد
پر۔ جو کہ ہین تجھ سے لو لگائے بیٹھے رہتے ہین ہر ایک رنج و غم سے آزاد

۵

ممکن نہین کہ ہو بشر عیب سے دور پر عیب سے بچئے تا بمقدور ضرور
عیب اپنے گھٹاؤ پر خبردار رہو گھٹنے سے کہین اُنکے نہ بڑھ جائے غرور

۶

دُنیائے دنی کو نقشِ فانی سمجھو روداد جہان کو اک کہانی سمجھو
پر جب کرو آغاز کوئی کام بڑا ہر سانس کو عمر جاودانی سمجھو

۷

اے علم کیا ہے تو نے ملکون کو نہال غائب ہوا تو جہان سے وہان آیا زوال
اُنپر ہوئے غیب کے خزانے مفتوح جن قومون نے ٹھہرایا تجھے راس المال

۸

ہین یار رفیق۔ پر مصیبت مین نہین ساتھی ہین عزیز۔ لیک ذلت مین نہین
اُس بات کی انسان سے توقع ہے عبث جو نوعِ بشر کی خو و جبلت مین نہین

۹

عشرت کا ثمر تلخ سدا ہوتا ہے ہر قہقہہ پیغامِ بکا ہوتا ہے
جس قوم کو عیش دوست پاتا ہون مین کہتا ہون کہ اب دیکھئے کیا ہوتا ہے

۱۰

منزل ہے بعید۔ باندھ لو زادِ سفر مواج ہے بحر رکھو کشتی کی خبر
گاہک جو کس ہے۔ لے چلو مال کھرا ہلکا کرو بوجھ۔ ہے کٹھن راہگذار

۱۱

اے وقت بگاڑ کا ہے سب کے چارہ پر تجھسے بگڑنے کا نہین ہے یارا
ہو جاے گر ایک تو ہمارا ساتھی پھر غم نہین پھر جاے زمانہ سارا

۱۲

کی طاعت نفس مین بہت عمر بسر انجام کی رکھی نہ جوانی مین خبر
کیفیت شب اُٹھا چکے اب حالی مجلس کرو برخاست ہوا وقت سحر

۱۳

چھوڑو کہین جلد مال و دولت کا خیال مہمان کوئی دن کے ہین دولت ہو کہ مال
سرمایہ کرو جمع جس کو نہ کبھی اندیشۂ فوت ہو نہ ہو خوف زوال

۱۴

احسان سکے ہے گر صلہ کی خواہش تمکو تو اس سے یہ بہتر ہے کہ احسان نہ کرو
کرتے ہو گر احسان تو کر دو اسے عام اتنا کہ جہان مین کوئی ممنون نہ ہو

۱۵

یاد اُسکی یہان ورد مدام اپنا ہے خالی نہ ہو جو کبھی وہ جام اپنا ہے
کس طرح نہ لیجیئے کہ ہے نام اُسکا؟ کس طرح نہ کیجیئے کہ کام اپنا ہے؟

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

سنہ ۱۸۷۶ء مین پیدا ہوئے + وطن مالوف آپکا سیالکوٹ ہے + لاہور کالج مین تعلیم پاکر ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ ابتدا سے سن تمیز سے طبیعت شاعری کی طرف مائل تھی + فن سخن کا صحیح مذاق سخن آفرین نے آپ کی طبیعت مین ودیعت کیا ہے + سنہ ۱۸۹۹ء مین دوستون کے اصرار سے انجمن حمایت الاسلام کے سالانہ جلسے مین آپ نے **نالۂ یتیم** کے عنوان سے ایک قابل قدر نظم پڑھی + یہ نظم دلگداز اور موثر ہونے کی وجہ سے کچھ ایسی مقبول خاص و عام ہوئی کہ یتیم خانے کے لئے چندے کی بارش ہونے لگی +

اسی نظم نے اس شہرت کی بنیاد رکھدی - جواب اطراف ہند مین پھیلی ہوئی ہے + آپ عربی اور فارسی مین بھی قابلیت رکھتے ہین - اور سنسکرت سے بھی آشنا ہین +

آپ نے چند غزلین مرزا ارشد گورگانی کو دکھائین - اور پھر بلبل ہندوستان نواب فصیح الملک مرزا خان داغ سے بذریعہ خط وکتابت تلمذ اختیار کیا + اُس دن سے آجتک آپکا کلام روز افزون ترقی کررہا ہے جب سے نئے رنگ مین کہنا شروع کیا - اصلاح لینے کی پابندی جاتی رہی - کہتے کہتے خود اچھا کہنے لگے + نواب فصیح الملک انکی بیحد قدر کرتے - اور انکی ذہانت اور رسا طبیعت کی داد دیتے +

آپ کے کلام مین بھرتی کے شعر کم پاے جاتے ہین - کوئی شعر درد - وحدت - اخلاق کی چاشنی سے خالی نہین ہوتا + مولانا شبلی فرماتے تھے کہ جب آزاد اور حالی کی کرسیان خالی ہونگی - تو لوگ آپ کو ڈھونڈینگے - آپ کو تلمذ اگرچہ حضرت داغ سے رہا ہے - مگر مشکل پسند طبیعت کے اقتضا سے اکثر مرزا غالب کی پیروی کرتے ہین +

ستارہ

قمر کا خوف کہ ہے خطرۂ سحر تجکو — مآلِ حُسن کی کیا مل گئی خبر تجکو؟
متاعِ نور کے لُٹ جانیکا ہے ڈر تجکو — ہے کیا ہراسِ فنا صورتِ شرر تجکو؟
زمین سے دور دیا آسمان نے گھر تجکو — مثالِ ماہ اُڑھائی قباے زر تجکو

غضب ہے پھر تری ننھی سی جان ڈرتی ہے
تمام رات تری کانپتے گذرتی ہے

چمکنے والے مسافر! عجب یہ بستی ہے — جو اوج ایک کا ہے دوسرے کی پستی ہے
اجل ہے لاکھون ستارون کی اک ولادتِ مہر — فنا کی نیند مے زندگی کی مستی ہے
وداعِ غنچہ مین ہے رازِ آفرینشِ گُل — عدم عدم ہے کہ آئینہ دارِ ہستی ہے
سکون محال ہے قدرت کے کارخانے مین — ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے مین

ترانہ

سارے جہان سے اچھا ہندوستان ہمارا — ہم بلبلین ہین اُسکی وہ گلستان ہمارا

غربت میں ہوں اگر ہم رہتا ہے دل وطن میں　　سمجھو وہیں ہمیں بھی دل ہو جہاں ہمارا
پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسمان کا　　وہ سنتری ہمارا وہ پاسبان ہمارا
گودی میں کھیلتی ہیں اُسکی ہزاروں ندیاں　　گلشن ہے جنکے دم سے رشکِ جنان ہمارا
اے آبِ رودِ گنگا وہ دن ہے یاد تجھکو　　اُترا ترے کنارے جب کاروان ہمارا
مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا　　ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستان ہمارا
یونان و مصر و روما سب مٹ گئے جہان سے　　ابتک مگر ہے باقی نام و نشان ہمارا
کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری　　صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زمان ہمارا
اقبال کوئی محرم اپنا نہیں جہان میں　　معلوم کیا کسی کو دردِ نہان ہمارا

نیا شوالہ

سچ کہہ دوں اے برہمن گر تو بُرا نہ مانے　　تیرے صنمکدوں کے بُت ہوگئے پُرانے
اپنوں سے بیر رکھنا تونے بتوں سے سیکھا　　جنگ و جدل سکھایا واعظ کو بھی خدا نے
تنگ آکے مینے آخر دیر و حرم کو چھوڑا　　واعظ کا وعظ چھوڑا چھوڑے ترے فسانے
کچھ فکر پھوٹ کی کر - مالی ہے تو چمن کا　　بوٹوں کو پھونک ڈالا اس بس بھری ہوا نے

پتھر کی مورتوں میں سمجھا ہے تو خدا ہے
خاکِ وطن کا مجھ کو ہر ذرّہ دیوتا ہے

آ مل کے غیریت کے پردے کو پھر اُٹھا دیں　　بچھڑوں کو پھر ملا دیں نقشِ دوئی مٹا دیں
سونی پڑی ہوئی ہے مدت سے جی کی بستی　　آ اک نیا شوالہ اس دیس میں بنا دیں
دُنیا کے تیرتھوں سے اونچا ہو اپنا تیرتھ　　دامانِ آسمان سے اُسکا کلس ملا دیں
پھر اِک انُوپ ایسی سونے کی مورتی ہو　　اس ہردوار دل میں لاکر جسے بٹھا دیں
سندر ہو اُسکی صورت چھب اُسکی موہنی ہو　　اس دیوتا سے مانگیں جو دل کی ہوں مرادیں
زنار ہو گلے میں تسبیح ہاتھ میں ہو　　یعنی صنمکدے میں شانِ حرم دکھا دیں

پہلو کو چیر ڈالین درشن ہو عام اُس کا
ہر آتما مین گویا اک آگ سی لگا دین

آنکھون کی ہے جو گنگا لے کر اُسے پانی
اس دیوتا کے آگے اک نہر سی بہا دین

ہندوستان لکھ دین ماتھے پہ اُس صنم کے
بھولے ہوئے ترانے دُنیا کو پھر سنا دین

ہر صبح اُٹھ کے گائین منتر وہ میٹھے میٹھے
سارے پجاریون کو مے پیت کی پلا دین

مندر مین ہو بُلانا جس دم پجاریون کو
آوازۂ اذان کو ناقوس مین چھپا دین

اگنی ہے وہ جو نرگن کہتے ہین پیت جسکو
دھرمون کے یہ بکھیڑے اس آگ مین جلا دین

ہے ریت عاشقون کی تن من نثار کرنا
رونا ستم اُٹھانا اور اُن کو پیار کرنا

ایک آرزو

دُنیا کی محفلون سے اُکتا گیا ہون یارب!
کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو؟

شورش سے ہون گریزان دل ڈھونڈتا ہے میرا
ایسا سکوت جسپر تقریر بھی فدا ہو

مرتا ہون خامشی پر یہ آرزو ہے میری
دامن مین کوہ کے اک چھوٹا سا جھونپڑا ہو

لذت سرود کی ہو چڑیون کے چہچہون مین
چشمے کی شورشون مین باجا سا بج رہا ہو

آغوش مین زمین کے سویا ہوا ہو سبزہ
پھر پھر کے جھاڑیون مین پانی چمک رہا ہو

گُل کی کلی چٹک کر پیغام دے کسی کا
ساغر ذرا سا گویا مجھکو جہان نما ہو

صف باندھے دونون جانب بوٹے ہرے ہرے ہون
ندی کا صاف پانی تصویر لے رہا ہو

ہو دلفریب ایسا کہسار کا نظارہ
پانی بھی موج بنکر اُٹھ اُٹھ کے دیکھتا ہو

مہندی لگائے سورج جب شام کی دلہن کو
سُرخی لیے سنہری ہر پھول کی قبا ہو

راتون کے چلنے والے رہ جائین تھک کے جسدم
اُمید اُن کی میرا ٹوٹا ہوا دیا ہو

پچھلے پہر کی کوئل وہ صبح کی مؤذن
مین اُسکا ہمنوا ہون وہ میری ہمنوا ہو

کانون پہ ہو نہ میری دیر و حرم کا احسان
روزن ہی جھونپڑی کا مجھکو سحر نما ہو

پھولون کو آئے جسدم شبنم وضو کرانے — رونا مرا وضو ہو نالہ مرا دعا ہو
دل کھول کر بہاؤن اپنے وطن پہ آنسو — سرسبز جسکی نم سے بوٹا اُمید کا ہو
اس خامشی مین جائین اتنے بلند نالے — تارون کے قافلے کو میری صدا درا ہو
ہر دردمند دل کو رونا مرا رُلا دے — بیہوش جو پڑے ہین شاید اُنھین جگا دے

خان بہادر سید اکبر حسین رضوی

اکبر تخلص - اکبر حسین نام - الہ آباد کے رہنے والے + منشی غلام حسین صاحب وحید الہ آبادی (شاگرد خواجہ آتش) کے شاگرد رشید - بلکہ سرمایہ ناز اور فخر اُستاد ہین + عربی فارسی زبانون مین کامل دستگاہ رکھتے ہین - اور زبان انگریزی اور اسکے علم ادب سے بخوبی ماہر ہین + مغربی خیالات کو بطرز احسن ایشیائی لباس پہنانے مین ساعی رہتے ہین - اور عمدہ طور پر کامیاب بھی ہوتے ہین + اکثر مشاہیر انگلستان کے کلام کا اُردو مین بہت ہی خوش اسلوبی اور عمدگی کے ساتھ ترجمہ کیا ہے + ایشیائی طرز قدیم مین بھی بہت بلند پایہ ناظم و شاعر ہین + قوت متخیلہ و ممیزہ دونون مین اعلیٰ درجہ کا حصہ فطرتاً آپ کے طبیعت مین ودیعت ہوا ہے چنانچہ تعلیم و تہذیب مغربی کا جو روز افزون اثر ہمارے ہندوستانی نوجوانون پر ہو رہا ہے - اور اس سے جو نتیجے پیدا ہوئے - اور ہو رہے ہین - اُنکے متعلق آپ اکثر نہایت قابل قدر خیالات ظاہر فرماتے رہتے ہین + زبان نہایت صاف اور پاکیزہ اور طرز بیان بیحد دلچسپ و دلکش ہے + لغز گوئی اور بذلہ سنجی آپ کی شوخ طبیعت کا ایک ادنیٰ جوہر ہے - مگر ساتھ ہی مضمون آفرینی اور نازک خیالی سے قائل نہین + عاشقانہ رنگ کے شعر مین بات پیدا کرنی انکی جدت پسند طبیعت کا ایک خاص مذاق ہے + کلام مین صفائی وسادگی اپنے اپنے محل و موقعہ پر دل آویز جھلک دکھاتی ہین + الغرض آپ کا کلام برگزیدہ و پسندیدہ خاص و عام ہے - عیوب شاعری سے مبرا و نقائص سے سراسر معرا ہے - ہر رنگ - ہر بحر - ہر فن مین کامل دسترس ہے + پولٹیکل اور سوشل معاملات مین آپ کی رائے نہایت متین و مناسب ہوتی ہے + خیالات بھی نہایت سلجھے ہوئے اور اکثر اچھوتے ہین + اپنے طرز خاص مین اسوقت مسلم الثبوت اُستاد مانے جاتے ہین + آپ کے تین دیوان مرتب ہو گئے ہین + دو چھپکر شائع ہو چکے ہین تیسرا مرتب ہو کر رکھا ہے + وقت کا انتظار کر رہا ہے + آپ نومبر ۱۸۴۶ء کو مقام بارہ ضلع الہ آباد مین پیدا ہوئے + دیسی مکاتب اور سرکاری مدرسون مین تعلیم پاکر ۱۸۶۷ء مین امتحان وکالت درجہ ادنےٰ پاس کیا + ۱۸۶۹ء مین نائب تحصیلدار مقرر ہوئے + ۱۸۷۰ء مین ہائی کورٹ کے مسلخوان مقرر ہوئے + ۱۸۷۳ء مین وکالت درجہ اعلیٰ کی سند

حاصل کرکے سنہ ۱۸۸۰ء تک وکالت کرتے رہے۔ سنہ ۱۸۸۰ء مین دوبارہ سرکاری ملازمت کی منصفی سے درجہ بدرجہ ترقی کرکے سنہ ۱۸۸۸ء مین سب جج اور سنہ ۱۸۹۴ء مین جج عدالت خفیفہ درجہ اول۔ اور سیشن جج مقرر ہوئے۔ اور کئی سال تک ہزار بارہ سو روپیہ ماہوار مشاہرہ پاتے رہے۔ سنہ ۱۹۰۳ء مین اپنے مستقل عہدہ ججی عدالت خفیفہ الہ آباد سے نہایت نیکنامی کے ساتھ پنشن لیکر علیحدہ ہوئے۔ سنہ ۱۸۹۸ء مین گورنمنٹ نے جوڈیشل سروس کے صلہ مین **خان بہادر** کا خطاب مرحمت فرمایا۔ الہ آباد یونیورسٹی کے **فیلو** بھی مقرر ہوئے۔ آجکل الہ آباد مین فرصت کی طرف سے مطمئن زندگی بسر کر رہے ہین۔ اور موجودہ عہد کے اُن منتخب شعراے اُردو مین سمجھے جاتے ہین۔ جنھون نے زمانہ کے میلان عام اور جدید اثرات سے متاثر ہوکر شاعری کے لئے نئی نئی راہین نکالین۔ انکے کلام مین سنجیدہ اور نتیجہ خیز ظرافت کی آمیزش ایک ایسا دلکش حسن ہے۔ جو انکو اپنے تمام ہمعصرون مین نمایان کرتا ہے۔

غزلیات

کہو کرے گا حفاظت مری خدا میرا ۔۔۔ رہون جو حق پہ مخالف کرین گے کیا میرا
خدا کے در سے اگر مین نہین ہون بیگانہ ۔۔۔ تو ذرہ ذرہ عالم ہے آشنا میرا؟
مری حقیقتِ ہستی یہ مشتِ خاک نہین ۔۔۔ بجا ہے مجھ سے جو پوچھے کوئی پتا میرا
اُنھین سے ہے عقل جو محتاجِ غیر ہے ہر دم ۔۔۔ مجھے سے ہے عشق کہ جو خود ہے مدعا میرا
غرور اُنھین سے ہے تو مجھکو بھی ناز ہے اکبر ۔۔۔ سوا خدا کے سب اُنکا ہے اور خدا میرا

۲

وقتِ طلوع دیکھا وقتِ غروب دیکھا ۔۔۔ اب فکر آخرت ہے دُنیا کو خوب دیکھا
اِسنے خدا کو مانا وہ ہو رہا بتون کا ۔۔۔ یا اِسنے خوب سمجھا یا اُسنے خوب دیکھا
نامِ خدا کو اکثر زیبِ زبان تو پایا ۔۔۔ عشقِ بتان کو لیکن نقشِ قلوب دیکھا
اورون پہ معترض تھے لیکن جو آنکھ کھولی ۔۔۔ اپنے ہی دل کو ہم نے گنجِ عیوب دیکھا

۳

جو مل گیا وہ کھانا داتا کا نام جپنا ۔۔۔ اسکے سوا بتاؤن کیا تم سے کام اپنا؟

رونا تو ہے اسی کا کوئی نہیں کسی کا
دُنیا ہے اور مطلب سب ہے اور اپنا

اے برہمن! ہمارا تیرا ہے ایک عالم
ہم خواب دیکھتے ہیں تو دیکھتا ہے سپنا

یہ دھوم دھام کیسی؟ یہ شوقِ خود کیسا؟
بجلی کو دل کی صورت آتا نہیں تڑپنا

بے عشق کے جوانی کٹنی نہیں مناسب
کیونکر کہوں کہ اچھا ہے جیٹھ کا نہ تپنا؟

۴

لے گیا تھا طرفِ گورِ غریباں دلِ زار
کیا کہوں تم سے جو کچھ واں کا تماشا دیکھا؟

وہ جو تھے رونقِ آبادیِ گلزارِ جہاں
سر سے پا تک اُنھیں خاکِ رہِ صحرا دیکھا

کل تلک محفلِ عشرت میں جو تھے صدر نشین
قبر میں آج اُنھیں بےکس و تنہا دیکھا

بسکہ نیرنگیِ عالم پہ اُسے حیرت تھی
آئینہ خاکِ سکندر کو سراپا دیکھا

سرِ جمشید کے کاسے میں بھری تھی حسرت
یاس کو معتکفِ تربتِ دارا دیکھا

۵

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

جو خرد مند ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں یہ بات
خیر خواہی وہ نہیں ہے جو ہو ڈر سے پیدا

رنج دُنیا سے بہت مضطرب الحال تھا یہ
دل میں تسکین ہوئی مذہب کے اثر سے پیدا

۶

سب سے کر قطعِ نظر بہرِ خیالِ روئے دوست
یا ہر اک شے کو سمجھ عکسِ جمالِ روئے دوست

گوشِ عارف کے لئے قائم ہے صوتِ سرمدی
ذرّہ ذرّہ کہہ رہا ہے اُس سے حالِ روئے دوست

گردشِ ارض و سما ہے خضرِ راہِ معرفت
مہر و مہ ہیں شاہدِ اوجِ کمالِ روئے دوست

۷

شورِ بلبل، جوشِ گل، موجِ نسیم، انوارِ صبح
اللہ اللہ! کس قدر ہیں دلکشا آثارِ صبح!

آفتابِ اوجِ سعادت کا ہے وہ روشن نفس
نورِ طاعت جس سے ظاہر ہو دمِ آثارِ صبح

جلوۂ حق کے مقابل دست بستہ ہے فروغ ہے پیامِ مرگ شمعون کے لئے دیدارِ صبح
واہ کیا کہنا ہے تیرا اے نسیمِ صبح خیز! تیرے دم سے ہے چمن مین گرمیِ بازارِ صبح
عاشقِ دنیا کو کیون آسئے خیالِ آخرت؟ کس نے پروانے کو پایا شائقِ دیدارِ صبح؟
شامِ پیری آگیا اکبر سنبھالو اپنے ہوش خوابِ غفلت سے اُٹھو پیدا ہوئے آثارِ صبح

۸

بہار آئی کھلے گُل زیبِ صحنِ بوستان ہوکر عنادل نے مچائی دھوم سرگرمِ فغان ہوکر
بچھا فرشِ زمرد اہتمامِ سبزۂ تر مین چلی مستانہ وش بادِ صبا عنبر فشان ہوکر
عروجِ نشۂ نشو و نما سے ڈالیان جھومین ترانے گائے مرغانِ چمن نے شادمان ہوکر
بلائین شاخِ گُل کی لین نسیمِ صبح گاہی نے ہوئین کلیان شگفتہ رو سے رنگینِ بتان ہوکر
جوانانِ چمن نے اپنا اپنا رنگ دکھلایا کسی نے یاسمن ہوکر کسی نے ارغوان ہوکر
کیا پھولون نے شبنم سے وضو صحنِ گلستان مین صدائے نغمۂ بلبل اُٹھی بانگِ اذان ہوکر
ہوائے شوق مین شاخین جھکین خالق کے سجدہ کو ہوئی تسبیح مین مصروف ہر پتی زبان ہوکر
زبانِ برگِ گُل نے کی دعا رنگین عبارت مین "خدا سرسبز رکھے اس چمن کو مہربان ہوکر"
نگاہین کاملون کی پڑ ہی جاتی ہین زمانے مین کہین چھپتا ہے اکبر پھول پتون مین نہان ہوکر

۹

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہین ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہین
معرفت خالق کی عالم مین بہت دشوار ہے شہرِ تن مین جب کہ خود اپنا پتہ ملتا نہین
غافلون کے لطف کو کافی ہے دنیاوی خوشی عاقلون کو بے غمِ عقبےٰ مزا ملتا نہین
کشتیِ دل کی الٰہی! بحرِ ہستی مین ہو خیر! ناخدا ملتے ہین لیکن باخدا ملتا نہین
غافلون کو کیا سناؤن داستانِ عشقِ یار؟ سونے والے ملتے ہین درد آشنا ملتا نہین
زندگانی کا مزا ملتا تھا جس کی بزم مین اُن کی قبرون کا بھی اب مجھکو پتا ملتا نہین

صرف ظاہر ہو گیا سرمایۂ زیب و صفا
کیا تعجب ہے جو باطن باصفا ملتا نہیں

پختہ طبعون پر حوادث کا نہیں ہوتا اثر
کوہسارون مین نشانِ نقشِ پا ملتا نہیں

شیخ صاحب برہمن سے لاکھ برتین دوستی
بے بھجن گائے تو مندر سے ٹکا ملتا نہیں

۱۰

نہین جچتا کسی کا نقش اس دُنیاے فانی مین
حباب آسا مٹا اُبھرا جو بحرِ زندگانی مین

سکونِ قلب کی دولت کہان دُنیاے فانی مین؟
بس اک غفلت سی ہو جاتی ہے اور وہ بھی جوانی مین

اجل کی نیند آجاتی ہے آخر سُننے والون کو
قیامت کا اثر پاتا ہون دُنیا کی کہانی مین

حباب اپنی خودی سے بس یہی کہتا ہوا گذرا
تماشا تھا۔ ہوا نے اک گرہ دیدی تھی پانی مین

نہ پوچھ اے ہمنشین! وہ قصۂ عیش و طرب ہم سے
کسے اب یاد ہے اک خواب دیکھا تھا جوانی مین؟

اسی صورت مین دلکش خوبیِ الفاظ ہوتی ہے
کہ حُسنِ یار کا پیدا کرے جلوہ معانی مین

زبانِ حال سے پروانۂ بسمل یہ کہتا ہے
"حضوری ہو اگر حاصل مزا ہے نیم جانی مین"

فلک نے مشتعل کر کے ہمین خس کر دیا آخر
بہے جاتے ہین بے مقصود بحرِ زندگانی مین

ادائے شکر کر کے احتراز اولیٰ ہے اے اکبر
ہزارون آفتین شامل ہین اُنکی مہربانی مین

۱۱

ختم کیا صبا نے رقص۔ گُل پہ نثار ہو چکی
جوشِ نشاط ہو چکا۔ صوتِ ہزار ہو چکی

رنگِ بہارِ زمانہ کو دیکھ کے گُل نے راہ لی
لطفِ نسیم ہو چکا۔ کاوشِ خار ہو چکی

رنگِ بنفشہ مٹ گیا۔ سُنبلِ تر نہین رہا
صحنِ چمن مین زینتِ نقش و نگار ہو چکی

مستیِ لالہ اب کہان؟ اُسکا پیالہ اب کہان؟
دورِ طرب گذر گیا۔ آمدِ یار ہو چکی

رُت وہ جو تھی بدل گئی۔ آئی بس اور نکل گئی
تھی جو ہوا مین نکہتِ مشکِ تتار ہو چکی

اب تک اُسی روش پہ ہے اکبرِ مست و بیخبر
کہدے کوئی عزیز من "فصلِ بہار ہو چکی"

۱۲

دلوں کو لذتِ معنی کا اب حس بھی نہیں باقی — جسے دیکھو قتیلِ صورتِ دنیائے فانی ہے
حدیثِ آرزوئے قربِ باری ہے نظر کس کی؟ — خدا اک لفظ ہے اور شوقِ موسیٰ اک کہانی ہے
ہوائے وادیِ ایمن کہاں اب گلشنِ دل میں؟ — نہ وہ ارنی کا جذبہ ہے نہ شوقِ لن ترانی ہے
معاذ اللہ! غفلت باریاں یہ ابرِ مغرب کی! — کوئی آلودۂ آز کوئی صرفِ جوانی ہے
مٹا دے اپنی ہستی اشتیاقِ حسنِ باقی میں — جو اے اکبر تجھے ذوقِ حیاتِ جاودانی ہے

۱۳

دلِ مبتلائے غفلت تو ہے محوِ دیرِ فانی — جو خدا کی یاد آئے تو اُسی کی مہربانی
جو گذر گیا خودی سے تو وہ مل گیا اُسی سے — نہ ہوائے ربِّ ارنی نہ صدائے لن ترانی
میں زبان پہ لاؤں کیونکر وہ حدیثِ حسنِ مطلق — کہ نہ بارِ لفظ اُٹھا سکیگی نزاکتِ معانی
میں سمجھ گیا وہی ہے مرے پردۂ نفس میں — مجھے اب تو سانس لینا ہی ہے لطفِ زندگانی

رباعیات

کھولی ہے زبان خوش بیانی کے لئے — اُٹھا ہے قلم گہر فشانی کے لئے
آیا ہوں میں کوچۂ سخن میں اکبر — نظارۂ شاہدِ معانی کے لئے

۲

کیا تم سے کہیں جہان کو کیسا پایا؟ — غفلت ہی میں آدمی کو ڈوبا پایا
آنکھیں تو بے شمار دیکھیں لیکن — کم تھیں بخدا کہ جن کو بینا پایا

۳

انقلاب جہان کو دیکھ لیا — حبِ دنیا سے قلب پاک ہوا
کل کلی کھل کے ہو گئی تھی پھول — پھول کھلا کے آج خاک ہوا

۴

لا مذہبی سے ہو نہین سکتی فلاحِ قوم — ہرگز گذر سکینگے نہ ان منزلون سے آپ
کعبے سے بُت نکال دیئے تھے رسول نے — اللہ کو نکال رہے ہین دلون سے آپ

۵

پیری آئی ہوئی جوانی رخصت — ساتھ اُسکے وہ لطفِ زندگانی رخصت
ہے اب تو اِسی کا انتظار اے اکبر — ہم کو بھی کرے جہانِ فانی رخصت

۶

دُنیا کرتی ہے آدمی کو برباد — انکار سے رہتی ہے طبیعت ناشاد
دو ہی چیزین ہین بس محافظ دل کی — عقبےٰ کا تصوّر اور اللہ کی یاد

۷

بے سود ہے گنج و مال و دولت کی تلاش — ذلت ہے دراصل جاہ و شوکت کی تلاش
اکبر تو سرورِ طبع کو علم مین ڈھونڈھ — محنت مین کر سکون راحت کی تلاش

۸

بے غیرت و خود فروش و جاہل سے نہ مل — حق سے جو ہو غافل ایسے غافل سے نہ مل
یکجا کر دین حوادثِ دہر اگر — جائز ہے کہ اُن سے مل مگر دل سے نہ مل

۹

اس بزم سے سب کے سب اُٹھے جاتے ہین — تسکین کے جو تھے سبب اُٹھے جاتے ہین
اک قوتِ مذہبی عقیدون سے تھی — وہ بھی تو دلون سے اب اُٹھے جاتے ہین

۱۰

گر جیب مین زر نہین تو راحت بھی نہین — بازو مین سکت نہین تو عزت بھی نہین
گر علم نہین تو زور و زر ہے بیکار — مذہب جو نہین تو آدمیت بھی نہین

۱۱

ہے تو قناعت اک بڑی چیز اکبر
لذت ابھی اس کی تو نے چکھی ہے کہاں؟
یا طلبی کے وعظ میں محو ہے تو
یہ بھی تو ذرا سمجھ کہ رکھی ہے کہاں؟

۱۲

خاطر مضبوط دل توانا رکھو
اُمید اچھی خیال اچھا رکھو
ہو جائینگی مشکلیں تمھاری آسان
اکبر اللہ پر بھروسا رکھو

۱۳

اعمال کے حسن سے سنورنا سیکھو
اللہ سے نیک اُمید کرنا سیکھو
مرنے سے مفر نہیں ہے جب اے اکبر
بہتر ہے یہی خوشی سے مرنا سیکھو

۱۴

اللہ کا صدق دل سے جو طالب ہو
حیرت نہیں گر ملک کا ہم قالب ہو
ہرگز نہ بڑھیں گے اُس سے نیچر کے مرید
ممکن نہیں جسم روح پر غالب ہو

۱۵

جس بات میں تم شکستِ ملت سمجھو
اُس میں شرکت کو اپنی ذلت سمجھو
جو بندۂ نفس ہو مخالف اُسکا
قومی غیرت کی اُس میں قلت سمجھو

۱۶

حاصل کرو علم طبع کو تیز کرو
باتیں جو بُری ہیں اُن سے پرہیز کرو
قومی عزت ہے نیکیوں سے اکبر
اِس میں کیا ہے کہ نقلِ انگریز کرو

۱۷

دُنیائے دنی کی ہوس جانے دو
گلچیں ہو اگر تو خار و خس جانے دو
مالک کے بغیر گھر کی رونق نہیں کچھ
اللہ کو اپنے دل میں بس جانے دو

۱۸

کہتا ہون مین ہندو و مسلمان سے یہی "اپنی اپنی روش
لاٹھی ہے ہوا سے دہر پانی بن جاؤ موجون کی طرح لڑ و مر

۱۹

تسبیح وہ عابین جس نے لذت پائی اور ذکرِ خدا سے دل نے راحت
کوئی نہین خوش نصیب اُس سے بڑھکر بس دونون جہان کی اُس نے نعمت

۲۰

خواہش ہے تجھے اگر غنی بننے کی دولت کی ہوس ہے اور دھنی
شخصی حالت کو چھوڑکر اے بندے ! کوشش لازم ہے کمپنی بننے